نام سے مشہور ہیں۔ ان میں شامل ہونے والوں کو صلیبی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے سینوں پر سرخ رنگ کی صلیب باندھتے تھے۔

یہ لڑائیاں ایسی خونریز اور تباہ کن ہوئیں کہ اگلے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی طرفین کی لاکھوں جانیں تلف ہوئیں۔ لوٹ اور غارتگری اس شدت سے ہوئی کہ جس کے بیان کرنے سے انسان کی زبان قاصر ہے۔ دینی تعصب کے ہولناک نتیجے کی یہ ایک واضح مثال ہے جس سے ہر شخص کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ اسی تعصب نے اہل یورپ کو شام۔ فلسطین اور مصر کے حملوں پر آمادہ کیا۔ ان لڑائیوں کے مفصل حالات درج کرنے کا یہ محل نہیں۔ یہاں صرف وہی واقعات قلم بند کرنا مقصود ہے جن کا تعلق دولت فاطمیہ سے ہے۔

پہلا صلیبی حملہ اور بیت المقدس پر صلیبیوں کا قبضہ ۴۹۲ھ فاطمیین کا طرز عمل صلیبی لڑائیوں میں

صلیبیوں نے مسلمانوں پر ۴۸۹ھ میں پہلا حملہ کیا ان کی فوج میں یورپ کے متعدد بادشاہ اور امیر شامل تھے جن میں مشہور جودفرواده بویوں (Godefroy de Bouillon) ہے۔ بردویل Baldwin. کی ماتحتی میں کئی معرکوں کے بعد ۴۹۰ھ میں ان لوگوں نے شہر رہا مسلمانوں سے لے لیا۔ اسکے بعد ۴۹۱ھ میں انطاکیہ بھی فتح کر لیا۔ جب افضل کو ان کی پیش قدمی کی خبر ملی تو اس نے ان کا خیر مقدم کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کی مدد سے بیت المقدس کو جس پر بنی ارتق نے سلجوقیوں کی طرف سے قبضہ کرلیا تھا واپس لے لے۔ کہا جاتا ہے کہ بیت المقدس تاج الدولہ تتش کے قبضے میں تھا جسے اس نے امیر سکمان ابن ارتق کو جاگیر کے طور پر دے دیا تھا[1] اس ارادے سے وہ فلسطین روانہ ہوا۔ تقریباً چالیس روز

[1] ابن الاثیر (۱۰/۱۱۲)۔

کے محاصرے کے بعد وہ سکمان بن ارتق اور الغازی[1] کو دمشق سے نکال دینے میں کامیاب ہوا۔ اور اپنی طرف سے افتخار الدولہ کو والی مقرر کرکے مصر چلا گیا۔ مگر اس کا یہ طرز عمل خود اس کے حق میں مضر ثابت ہوا۔ کیونکہ پہلے افسروں کا دمشق سے ہٹنا ہی تھا کہ صلیبیوں کو دوسرے سال یعنی ۴۹۲ھ میں آگے بڑھنے کا موقع مل گیا۔ افضل اس وقت چونکا جب کہ صلیبیوں نے ستر ہزار بے سہارا مسلمانوں کو بیت المقدس میں مار ڈالا۔ اور اپنے سردار کو شہر مذکور کا حاکم مقرر کیا۔ اس واقعے کے بعد دوسرا تلخ تجربہ افضل کو یہ ہوا کہ عسقلان کے قریب صلیبیوں کی ایک جماعت نے اس پر اچانک حملہ کیا اور مصریوں کو شکست دی۔ افضل گھبرا کر مصر بھاگ گیا۔ عسقلان والوں نے جب یہ دیکھا کہ صلیبیوں کو صرف لوٹ مار کی خواہش ہے تو انھوں نے ان کو رشوت دے کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔

بیت المقدس کے لوگ اور دوسرے شامی دادخواہی کے لیے بغداد پہنچے اور نصاریٰ کی زیادتیاں خلیفہ سے بیان کیں۔ خلیفہ نے مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے لیے بڑے بڑے علما کو سلطان برکیارق ابن ملک شاہ (سلجوقی) وغیرہ کے پاس بھیجا۔ مگر اس وقت خود سلجوقی آپس کی خانہ جنگیوں میں ایسے گرفتار تھے کہ نصاریٰ کا مقابلہ نہ کر سکے۔

مستعلی کا انتقال ۴۹۵ھ اور اس کی سیرت

دو سال بعد ۴۹۵ھ میں صلیبیوں کو یافا کے قریب پھر کامیابی ہوئی اور انھوں نے مصر پر حملہ کرنے کا مستقل ارادہ کر لیا۔ اس موقع پر مستعلی کا انتقال ہوا۔ افضل نے جو اس وقت مصر میں تھا اس کے پنج سالہ بیٹے آمر کی امامت کا اعلان کر دیا۔ انتقال کے وقت مستعلی کی عمر اٹھائیس یا چھبیس سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اسے کسی نے زہر دے دیا۔ یا وہ کسی خفیہ طریقے سے مار ڈالا گیا۔

---

[1] (Wustenfeld, p. 275) Ilgazi.

رعیت کے ساتھ اس کا سلوک اچھا تھا۔ لشکر بھی اس سے خوش تھا۔ لیکن وہ اپنے باپ مستنصر کی طرح محل ہی میں رہا کرتا تھا۔ ملکی معاملات میں حصہ نہیں لیتا تھا۔ مصر کا حقیقی حاکم افضل ہی تھا۔[1]

---

[1] مقریزی $\frac{2}{142}$ ابن تغری بردی $\frac{5}{153}$ -
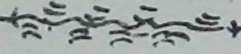
ابوعلی منصور الآمر باحکام اللہ

۴۹۵ - ۵۲۴

ولادت ۱۳ر محرم ۴۹۰ھ آغاز حکومت ۱ر صفر ۴۹۵ھ وفات ۴ر ذوالقعدہ ۵۲۴ھ

مستعلی نے اپنے بیٹے ابوعلی منصور پر نص کی اور اسے اپنا جانشین بنایا مگر چونکہ وہ پانچ سال کا بچہ تھا اس لیے اس نے اپنے وزیر افضل کو اس کا ولی مقرر کیا اور یہ وصیت کی کہ اس کی وفات ہی کے روز منصور ابوعلی کے نام سے بیعت لے اور "الآمر باحکام اللہ" کا لقب اسے دے۔[1] اس وصیت کے موافق افضل نے آمر کو امامت کی مسند پر بٹھایا اور لوگوں سے بیعت لی۔ پھر آمر کو گھوڑے پر بٹھا کر جلوس کے ساتھ قاہرہ کے بازاروں میں گشت لگایا۔ یہی وزیر تقریباً بیس سال تک اپنے باپ بدر الجمالی کی طرح مصر کا حقیقی حاکم رہا۔ حقیقت میں ۴۶۶ھ سے لے کر ۵۱۵ھ تک یہی دو ارمنی

---

[1] جرجی زیدان ۱/۲۵۰ - عیون الاخبار ۷/۲۷۸

وزیر ایسے دانشمند۔ لائق اور جفاکش گزرے ہیں جن کی قابلیت۔ کوشش اور حسن انتظام کی وجہ سے مصر کو تقریباً پچاس سال امن کا زمانہ نصیب ہوا۔ شہر میں صنعت۔ حرفت اور تجارت کو ترقی ہوئی۔ لوگوں نے اطمینان اور خوشحالی سے زندگی بسر کی[1]

صلیبیوں کی کامیابیاں شام اور فلسطین میں۔

۴۹۵ھ میں افضل نے اپنے باپ بدر الجمالی کے غلام ملقب بہ سعد الدولہ کو شام کی طرف روانہ کیا صلیبیوں کے سپہ سالار بغدوین Baldwin. نے اسے شکست دے کر یافا پر قبضہ کرلیا۔ دوسرے سال افضل نے اپنے بیٹے شرف المعالی کے ساتھ ایک بڑا لشکر بھیجا جس نے صلیبیوں سے خوب انتقام لیا۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور خود بغدوین کو بھاگ کر کسی جنگل میں پناہ لینی پڑی۔ رملہ پھر مسلمانوں کے قبضے میں آگیا۔ اس موقع پر خود مصری فوج میں اختلاف ہونے کی وجہ سے وہ آگے بڑھ نہ سکی شرف المعالی کو واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد افضل نے ایک شخص تاج العجم نامی کے ساتھ چار ہزار مصری سپاہی عسقلان روانہ کیے اور ان کی مدد کے لیے ابن قادوس کے ساتھ ایک بحری بیڑہ یافہ کو بھیجا۔ ابن قادوس نے تاج العجم کو بلا بھیجا تاکہ وہ دونوں مل کر صلیبیوں سے مقابلہ کریں۔ مگر دونوں میں اتفاق نہ ہوسکا۔ افضل کو اس کی اطلاع ہوتے ہی اس نے تاج العجم کو معزول کرکے جمال الملک کو شامی فوجوں کا سردار مقرر کیا لیکن چونکہ اس وقت تک صلیبیوں کو بھی کافی مدد پہنچ چکی تھی اس لیے مسلمان ان کا مقابلہ نہ کرسکے۔ ۵۰۹ھ کے اختتام کے قبل ہی صلیبیوں نے فلسطین کا بہت بڑا حصہ سوائے چند ساحلی قلعوں کے فتح کرلیا۔ ان میں سے بھی عکہ جبیل[2] بانیاس

---

[1] ۔ S. Lane-Pole, p. 162.

[2] ۔ ایک چھوٹا شہر جو دمشق سے ڈیڑھ مرحلے پر واقع ہے

سنہ ۵۰۲ھ میں ان کے قبضے میں آ گئے۔ کچھ مدت تک رملہ کے اطراف لڑائی ہوتی رہی۔ اس موقع پر دمشق کا سلجوقی والی طغتکین مصریوں سے مل گیا تاکہ فلسطین کے بچے ہوئے شہر مسلمانوں کے قبضے سے نکلنے نہ پائیں۔ یافا اور عسقلان کے درمیان کئی معرکے ہوئے۔ مگر کسی فریق کو کامیابی نہ ہوئی۔ سنہ ۵۰۳ھ میں صلیبیوں نے زبردست محاصرہ کر کے طرابلس اور بیروت دونوں شہروں کو مصریوں سے چھین لیا۔ صور بھی ان کے قبضے میں آجاتا لیکن اس کے والی نے سات ہزار دینار دے کر بغدوین سے صلح کرلی[1] ایک سال بعد صیدا بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اب صرف عسقلان کی حکومت ان کے پاس رہ گئی[2]۔ صلیبیوں کی قوت رفتہ رفتہ اتنی بڑھ گئی کہ سنہ ۵۱۱ھ میں انھوں نے خود مصر پر حملہ کر کے فرما[3] کا کچھ حصہ جلا دیا اور تینس کے قریب تک پہنچ گئے لیکن بغدوین کی علالت نے اسے واپس ہونے پر مجبور کیا[4]۔ اس کے بعد فاطمیین کی پالسی صلیبیوں کے مقابلے میں صرف مدافعانہ رہی۔ کبھی مصری وزیروں نے ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کی۔ سنہ ۵۱۸ھ میں صلیبیوں نے صور بھی فتح کر لیا۔

شہری اصلاحوں کی طرف افضل کی توجہ

گو افضل کو صلیبیوں کی لڑائی میں بہت مصروف رہنا پڑا لیکن اس نے مصر کی اصلاحوں میں کافی حصہ لیا۔ ایک خلیج اور کئی نہریں کھدوائیں اور ایک بڑی رصدگاہ جبل مقطم کے قریب بنوائی۔ یہاں ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی جو جامع الرصد کہلاتی ہے۔ اس سے پہلے کی ایک اور مسجد جامع الفیلہ کے نام سے مشہور ہے[5]۔ آمر کی کمسنی کے باعث حکومت کی باگ اسی کے ہاتھ میں رہی۔ بالغ ہونے کے بعد آمر پر اس کا اقتدار شاق گزرا جس کی وجہ سے اس نے اسے قتل کرا دیا

---

[1] - ابن الاثیر ۱۰/۱۵۲-۲۱۰ - [2] - مصر قدیم کا وہ قلعہ جو اس کے مشرقی جانب میں واقع ہے (ابن تغری بردی ۵/۱۷۱)۔ [3] - ابن خلکان ۲/۱۲۸ - [4] - [5] - مقریزی ۴/۳۲۱ -

جیسا آگے معلوم ہو گا۔

فرقہ بدیعیہ

افضل ہی کے زمانۂ وزارت ۵۱۳ھ میں ایک فرقہ نکلا جو بدیعیہ کہا جاتا تھا۔ اس کے بانی دو مصری دھوبی برکات اور حمید بن مکی تھے جنھوں نے اصلی اسماعیلی عقیدے ظاہر کیے۔ ان کے ساتھ ایک کثیر جماعت ہو گئی۔ افضل کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے وہ دار العلم جسے حاکم نے کھولا تھا بند کرا دیا۔ اور اس فرقے والوں کو سزائیں دیں۔ برکات اور حمید قصر کے دو افسروں کے سہارے چھپ چھپا گئے۔ افضل کے قتل کے بعد ۵۱۶ھ میں آمر نے پھر دار العلم جاری کیا۔ لیکن مامون البطائحی نے جو افضل کے بعد وزیر ہوا اس کی مخالفت کی۔ قصر کے صدر محافظ نے ایک دوسری جگہ تجویز کی جہاں نیا دار العلم کھولا گیا۔ حمید پھر ظاہر ہوا اور اپنے عقیدوں کی تبلیغ کرنے لگا خطیب بن عبد الحق نے مامون کو یہ اطلاع دی کہ حمید اور برکات اس سے پہلے ابو الحسن الاشعری کے پیرو تھے۔ لیکن اب وہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہیں اور انھوں نے حلاج کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مامون نے حمید اور اس کے ماننے والوں کو قتل کر دیا۔[1]

افضل کا قتل ۵۱۵ھ

افضل کے طرز عمل سے ارکان دعوت کی ناراضی کا بڑا سبب یہ تھا کہ وہ ان کے امام (آمر) پر بہت سختی کرتا تھا اور اس کے اختیارات چھین لیے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ان کو بھی اپنے قابو میں رکھنا چاہتا تھا۔ اہل سنت کے ساتھ بہت رعایت کرتا اور ان کو اپنے عقیدے ظاہر کرنے کی اجازت دیتا۔ ورنہ اس کے عدل و انصاف کی شہرت دور دور تک تھی جس کی وجہ سے بہت سے پردیسی مصر میں جمع ہو گئے تھے۔ اس نے مصر میں تقریباً بیس سال تک کامیابی سے حکومت کی۔ لیکن مذکورہ اسباب اور خصوصاً آمر پر سختی کرنا اس کے

---

[1] مقریزی ۲/۳۳۵۔

قتل کا باعث ہوا۔ خود آمر اس کی جان لینے کے درپے ہو گیا۔ اس کے
چچا زاد بھائی عبدالمجید نے جو بعد میں اس کا جانشین ہوا اس کو اس تجویز
سے روکا۔ اس نے کہا اگر ہم ایسا کریں گے تو لوگوں میں بدنام ہو جائینگے
کیونکہ افضل اور اس کے باپ بدر الجمالی نے پچاس سال تک ہماری دولت
کی خدمت کی ہے۔ لوگ اس کو ہمارا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہم
ابو عبداللہ بن البطائحی کے ذریعے اس کو قتل کرادیں۔ یہ شخص افضل کے
اسرار سے خوب واقف ہے۔ ہم اس سے یہ وعدہ کریں کہ اگر وہ افضل
کو قتل کرادے گا تو ہم اسے وزارت کا عہدہ دیں گے۔ افضل کے قتل
کے بعد ہم اس کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے اور اس کے قتل پر افسوس
کریں گے۔ یہ ایسی تجویز ہے جس سے ہمارا مقصد آسانی سے حاصل
ہو جائے گا اور ہم بدنام بھی نہ ہوں گے۔ آمر نے اس رائے پر عمل کیا[۱]۔
افضل ایک روز اپنی عادت کے موافق لشکریوں میں ہتھیار تقسیم کرنے
کے لیے "خزانۃ السلاح" کو جا رہا تھا سوق صیاقلہ میں چند آدمیوں نے اسے زخمی کیا
یہ دیکھ کر اس کے ساتھیوں نے حملہ کرنے والوں کو گرفتار کرکے وہیں قتل
کر دیا۔ اس کے بعد وہ افضل کو اس کے محل پر لے گئے۔ آمر نے اس کی
عیادت کی اور بہت افسوس ظاہر کیا۔ اس سے اس کے ترکے کے متعلق
دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ ظاہری ترکے سے ابوالحسن بن اسامہ[۲] واقف
ہے۔ پوشیدہ ترکے کا پتا ابن البطائحی کو ہے۔ ان دونوں نے افضل
کے اس قول کی تصدیق کی۔ اس کے انتقال کے بعد خلیفہ نے اس کا ترکہ
کسی اور جگہ پر منتقل کرادیا۔ یہ ترکہ اتنا تھا کہ اس کے منتقل کرانے میں
خلیفہ کو تقریباً چالیس روز افضل ہی کے محل میں قیام کرنا پڑا۔ متعدد
منشی اس کے حساب کے لیے مقرر کیے گئے۔ اور کئی سواریاں اس کی

۱۔ ابن الاثیر $\frac{10}{250}$ ۔
۲۔ یہ حلب کا باشندہ اور اس کا باپ مصر کا قاضی تھا۔

بار برداری کے لیے متعین کی گئیں۔ نفیس ترین اور نادر اشیا افضل کے محل میں پائی گئیں[۱]۔ ان کی کچھ تفصیل "ثروت بنی فاطمہ" کی فصل میں درج کی جائے گی[۲]۔

داعی ادریس کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ افضل کو خلیفہ آمر ہی نے قتل کرا دیا۔ لیکن اس کا سبب صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ افضل اور آمر کے باب الابواب داعی ابو البرکات[۳] میں سخت دشمنی تھی۔ افضل اس داعی کو قتل کرانے کی کوشش میں تھا۔

وزیر ابو عبد اللہ محمد بن فاتک معروف بہ المامون ابن البطائحی ۵۱۵ھ

افضل کے بعد ابن البطائحی جس نے اس کے قتل کا اہتمام کیا تھا وزیر ہوا۔ آمر نے اسے مامون کا لقب دیا[۴]۔ سیاسی معاملوں میں اسے بڑی مہارت تھی۔

یہی پہلا شخص ہے جس نے مردم شماری کا ایک خاص رجسٹر تیار کیا تھا جس کا نام ابن میسر نے "اوراق التسقیع" رکھا ہے۔ مسافروں کے اعداد و شمار کا بھی خاص اہتمام کیا تھا۔ اس کے لیے جاسوس عورتیں مقرر تھیں۔ یہ وزیر علم و ادب کا بھی بڑا مربی تھا۔ اور خود بھی بڑا قابل تھا۔ اسی نے خلافت فاطمیہ کی ایک تاریخ "التاریخ المامونی" لکھی تھی[۵]۔ اسی کے زمانے میں محمد بن الولید بن محمد الاندلسی متوفی ۵۲۰ھ نے فن سیاست میں "سراج الملوک" تصنیف کی۔ اور طبیب ابو جعفر یوسف بن احمد نے فن طب میں بقراط کی

---

[۱] ابن الاثیر $\frac{10}{251}$ ابن خلدون $\frac{4}{69-70}$ ۔ [۲] فصل ۳۰ ۔ [۳] اس داعی کی ایک مشہور تصنیف "مجالس ابی البرکات" ہے عیون الاخبار $\frac{7}{296-300}$

[۴] اس کے نام کے ساتھ یہ تعریفی الفاظ لکھے جاتے تھے۔ السید الاجل المامون تاج الخلافہ وجیہ الملک فخر الصنائع ذخر امیر المومنین عز الاسلام فخر الانام نظام الدین امیر الجیوش سیف الاسلام ناصر الانام کافل قضاۃ المسلمین و ہادی دعاۃ المومنین (مقریزی $\frac{2}{242}$)۔ [۵] مقدمہ

کتاب معروف بہ "کتاب الایمان" کی شرح لکھی جو "الشرح المامونی" کے نام سے مشہور تھی۔ اسی کے لیے ابن الصیرفی نے "کتاب الاشارۃ الی من نال الوزارۃ" لکھی ہے[1]

باوجود ان اوصاف جمیلہ کے یہ وزیر بے وفا اور خونریز تھا۔ اس نے بھی استبداد میں افضل ہی کا طریقہ اختیار کیا۔ جس کی وجہ سے آمر نے اسے ۵۱۹ھ میں قید کیا اور (۵۲۱ھ میں) سولی دی[2] اس کے ساتھ اس کے اور پانچ بھائی جن میں موتمن شریک تھا قتل کیے گئے۔ موتمن بڑا متکبر اور ظالم تھا۔ اس کی خبریں معروف و مشہور رہیں[3]

مامون کے قتل کا یہ سبب بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے آمر کے بھائی جعفر کو آمر کے قتل پر آمادہ کیا۔ ان دونوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ اگر جعفر اس میں کامیاب ہو تو وہ امام بنا دیا جائے گا۔ اس کی اطلاع ابو الحسن بن اسامہ کو ہو گئی جو آمر کا خاص مقرب تھا اور جسے مامون سے کچھ تکلیف پہنچی تھی۔ اس نے آمر کو اس سازش کی خبر کے ساتھ یہ اطلاع بھی دی کہ مامون نے ابو الحسن نجیب الدولہ کو مصر بھیجا ہے تاکہ وہ "الامیر المختار محمد بن نزار" کے نام کا سکہ تیار کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے کسی چیز میں زہر ملا کر اسے آمر کے پاس جانے والوں کو دیا۔ ان لوگوں نے اس کی چغلی کھائی[4] اس لیے آمر نے اسے سولی پر چڑھا دیا[5]

آمر کا قتل

مامون بطائحی کے قتل کے بعد آمر نے کسی کو وزیر نہیں بنایا تاکہ وزیروں کے استبداد سے نجات ملے۔ صرف مشورے کے لیے دو افسر جعفر بن عبد المنعم اور ابو یعقوب ابراہیم سامری مقرر کیے گئے، ان کے ساتھ ایک راہب ابن ابی نجاح نصرانی

---

[1] مقدمہ [2] مقریزی $\frac{2}{242}$ - [3] ابن خلکان $\frac{2}{128}$ -
[4] مقریزی $\frac{2}{242}$ - [4] ابن الاثیر $\frac{10}{268}$ - [5] ابن خلکان $\frac{2}{128}$ -

بھی شریک کیا گیا۔ چونکہ اس راہب کو مال کا محکمہ دیا گیا تھا اس لیے وہ محاصل جمع کرنے میں سختی کرنے لگا۔ اپنے ہم مذہب نصرانیوں سے تقریباً ایک لاکھ دینار وصول کیے۔ اس لیے آمر نے اسے جوتیوں سے پٹوا کر مروا ڈالا۔ اب آمر بغیر کسی مشیر کے خود وزارت کا کام انجام دینے لگا۔ یہ طریقہ اور بھی مضر ثابت ہوا۔ کیونکہ وزیر پر جو الزامات لگائے جا رہے تھے وہ اب خود اس پر لگائے جانے لگے۔ خود آمر بھی رعایا پر تشدد کرنے لگا۔ نزار کے ماننے والے جن کا ذکر گزر چکا ہے پہلے ہی سے آمر کے سخت دشمن تھے۔ یہ لوگ اسی تاک میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح آمر کو قتل کر کے نزار کے سلسلے کو مصر میں قایم کریں[1]۔ آمر اپنی بدوی معشوقہ کے پاس جس کے لیے اس نے جزیرۂ روضہ میں ایک سیرگاہ "ھودج" کے نام سے بنائی تھی اکثر جایا کرتا[2]۔ نزاریہ اس کے قتل کے درپے تھے۔ وہ ان سے بچتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز فسطاط سے گزر کر سیرگاہ کے قریب پہنچا بھی نہ تھا کہ چند نزاریوں نے جو ایک جگہ چھپے بیٹھے تھے اس پر اچانک حملہ کر کے اسے زخمی کیا[3]۔ اسی روز اس کے ساتھی اسے کشتی میں قاہرہ لے گئے جہاں اس نے شب کو انتقال کیا۔ اس وقت اس کی عمر اکتیس سال کی تھی۔ یہ واقعہ

---

[1] مقریزی $\frac{۲}{۷۶}$۔ [2] آمر کو بدوی لڑکیاں بہت پسند تھیں۔ ایک دفعہ اسے اطلاع ملی کہ فلاں بدوی لڑکی حسین ہونے کے علاوہ شاعرہ بھی ہے۔ آمر نے اس سے نکاح کر لیا اس لڑکی کا پہلا عاشق اس کا چچیرا بھائی ابن میاح تھا ان دونوں میں جو اشعار کے ذریعے مراسلت ہوئی اسے مقریزی نے نقل کیا ہے۔ ان دونوں کے قصے "الف لیلۃ ولیلۃ" کی طرح مشہور ہو گئے تھے۔

(مقریزی $\frac{۲}{۳۷۶ - ۳۷۷}$)۔

[3] ابن خلدون $\frac{۴}{۷۶}$۔ مقریزی $\frac{۲}{۳۷۸}$ (ذکر الھودج) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حملہ کرنے والے افضل کے غلام تھے (ابن تغری بردی $\frac{۵}{۱۷۴}$)۔

۴ ذو القعدہ ۵۲۴ھ میں پیش آیا[۱]۔ مستعلوی علماء کہتے ہیں کہ آمر نے اپنے مرنے سے بہت پہلے ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ نزاری اسے ایک نہ ایک دن مار ڈالیں گے۔ اس لیے اس نے اپنے نو عمر بیٹے طیب پر نص کر دی تھی۔ انتقال کے وقت اس نے اپنے چچیرے بھائی حافظ کو اس لڑکے کا نائب مقرر کیا۔ گویا ظاہری حکومت حافظ کو اور باطنی حکومت یعنی امامت طیب کو دی جیساکہ ہم آیندہ بیان کریں گے[۲]۔

آمر کی سیرت

آمر کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا فیاض۔ سخی اور سیر و تفریح کا شوقین تھا۔ اس کا ابتدائی زمانہ عیش و آرام کا تھا۔ اس کی اور اس کے امیروں کی فیاضی کے باعث مصر میں کوئی آدمی ایسا نہ رہا جسے کچھ شکایت ہو۔ لیکن راہب ابن ابی نجاح نصرانی کے ظلم سے لوگوں کی زندگی تلخ ہو گئی۔ اس کے بعد خود آمر کی سیرت خراب ہو گئی۔ وہ لوگوں پر ظلم کرنے لگا۔ خونریزی پر دلیر ہو گیا۔ بڑے بڑے اعمال کا مرتکب ہونے لگا۔ اس کے آخری زمانے میں قحط پڑا جس سے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ اس نے تینس۔ دمیاط اور قصر قرافہ کی اصلاح کی۔ دولت کے رسوم جو افضل نے موقوف کر دیے تھے پھر جاری کیے۔ اسے بغداد فتح کرنے کا شوق پیدا ہوا۔

---

[۱]۔ اس سن کی تائید دو واقعات سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ ۵۲۵ھ کے قاہرہ۔ مصر (فسطاط) اور اسکندریہ کے سکے دستیاب ہوئے ہیں جن پر "الامام محمد ابو القاسم المنتظر لامر اللہ" کندہ ہے۔ بعض ۵۲۶ھ کے سکوں پر "الامام المہدی القائم بامر اللہ حجۃ اللہ الامین" کے ساتھ "نائبہ و خلیفتہ ابو علی احمد" بھی ہے۔ دوسرا یہ کہ خود ابو علی احمد بن افضل (وزیر حافظ) کا سن وفات ۱۵ محرم ۵۲۶ھ ہے۔ اس حساب سے ۴ ذیقعدہ ۵۲۶ھ جو عیون الاخبار کی روایت ہے تحقیق طلب ہے۔ Catalogue of Oriental Coins in British Museum.

[۲]۔ فصل (۲۱)۔

کلام مجید کا حافظ بھی تھا۔[1] اسی کے آخری عہد میں صلیبیوں نے شام اور فلسطین کے بہت سے شہروں پر قبضہ کر لیا اور مصر پر چڑھائی کی[2]۔ جامع اقمر اسی کے زمانے کی مسجد ہے جو اب تک بھی شارع النحاسین میں باقی ہے[3]۔

---
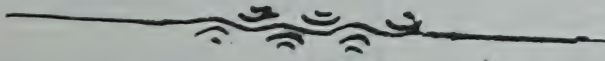
[1] مقریزی ۴/۷۸ - [2] فصل (۲۰) صلیبیوں کی کامیابیاں۔ [3] اس کی تاریخ ۵۱۹ھ ہے۔ اس زمانے میں المامون البطائحی وزیر تھا۔

فصل (۲۱)

امام (ابو القاسم) طیّب کے نائبوں کا سلسلہ

ابو المیمون عبد المجید الحافظ لدین اللہ

۵۲۴ - ۵۴۴

ولادت محرم ۴۶۷ھ — آغاز نیابت ۵۲۴ھ — وفات ۵۴۴ھ

مستنصر
- نزار
- مستعلی
  - آمر
- محمد
  - حافظ
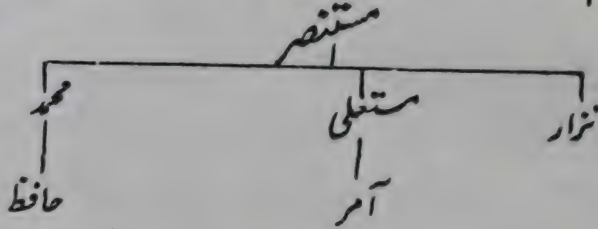
امام منتظر کے نائبوں کا سلسلہ

حافظ سے لے کر عاضد تک مصر میں چار حکمران گزرے یہ حکمران اسماعیلی دعوت کے اصول سے بلکہ ان واقعات کی بنا پر جو اس زمانے میں ہوئے ائمہ نہیں تھے۔ ان کو ائمہ میں شامل کرنا عام مورخوں کی غلطی ہے۔ البتہ یہ حکام "امام منتظر" کے نائب کہے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان میں سے

پہلے نائب کا لقب "الحافظ لدین اللہ" رکھا گیا۔ ہمارے اس قول کی تصدیق خود آمر کے فرمان اور لوگوں کی بیعت سے ہوتی ہے جس کا ذکر ہم نے اپنے مقدمے میں کیا ہے۔[1]

حافظ کے قیام کی کیفیت میں مورخوں نے مختلف روایتیں بیان کی ہیں۔ مقریزی کا بیان ہے کہ "حافظ کے باپ کا نام محمد بن مستنصر تھا۔ یعنی حافظ مستنصر کا پوتا تھا اور عسقلان میں اس وقت پیدا ہوا تھا جب مستنصر نے اپنے لڑکے محمد کو قحط کے زمانے میں مصر سے باہر بھیجدیا تھا۔ اسی وجہ سے اس کو آمر کے زمانے میں "امیر عبد المجید عسقلانی ابن عم مولانا" کہتے تھے۔ جب نزاریوں نے آمر کو قتل کرڈالا تو اس کے دو غلاموں برغش (العادل) اور ہزبر الملوک نے امیر عبد المجید کو حیلے سے خلافت کی مسند پر بٹھایا اور اسے حافظ لدین اللہ کا لقب دیا تاکہ یہ امیر اس امام منتظر کا کفیل رہے جو آمر کی حاملہ بیوی کے بطن سے پیدا ہوگا۔[2] ہزبر الملک خود وزیر بنا لیکن مصری فوجوں نے اس کی وزارت قبول نہیں کی۔ انھوں نے اسے اسی دن قتل کرکے اس کی جگہ پر وزیر افضل کے بیٹے احمد ابو الفضل کو مقرر کیا۔ یہ تمام واقعات ایک ہی دن میں پیش آئے۔[3]

ابن خلدون کہتا ہے کہ "آمر کے فوت ہونے کے بعد لوگوں نے حیلے سے عبد المجید کو حاکم بنایا جو آمر کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار تھا۔ عوام میں ان لوگوں نے یہ ظاہر کیا کہ آمر نے یہ وصیت کی ہے کہ

---

[1] مقدمہ۔ [2] جب آمر قتل کردیا گیا اور اس کا کوئی بیٹا نہ تھا تو اس کے دو مذکور غلاموں نے یہ جھوٹی خبر اڑائی کہ آمر نے اپنے انتقال سے ایک ہفتہ قبل یہ پیشین گوئی کی ہے کہ "میں مسکینی کی حالت میں مار ڈالا جاؤں گا۔ میری فلاں بیوی حمل سے ہے۔ اسے لڑکا پیدا ہوگا جو میرا خلیفہ ہوگا۔ اس زمانے تک عبد المجید کفیل کی حیثیت سے کام کرے" (ابن تغری بردی ۵/۱۷۵)۔ [3] مقریزی ۲/۱۴۱

"میری فلاں زوجہ حمل سے ہے۔ میں نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ اس کے بیٹا پیدا ہوگا۔ وہ میرا خلیفہ ہوگا۔ اس کی کفالت عبد المجید۔ کے ذمے ہوگی۔ ہزبر الملوک وزیر اور سعید یانس صاحب الباب رہے گا" اس مضمون کا ایک فرمان بھی ان لوگوں نے دار الخلافت میں پڑھا" ابن خلدون کا یہ قول اس روایت پر مبنی ہے جس کو اس نے اس سے پیشتر بیان کیا ہے۔ وہ یہ کہ آمر کو نزاریوں نے اس بری طرح سے زخمی کیا کہ وہ راستے ہی میں مرگیا یعنی آمر کو عبد المجید کے قایم کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ اسی سبب سے لوگوں کو اس کے حاکم مقرر کرنے میں حیلہ سازی کرنی پڑی"[۱]

ابن الاثیر کا قول ہے کہ "آمر جب قتل کیا گیا اس وقت اس کا کوئی بیٹا موجود نہ تھا جو اس کا قایم مقام بن سکے لہذا اس کا چچیرا بھائی عبد المجید ولی بنا۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر امامت کی بیعت نہیں کی۔ صرف نیابت کی بیعت کی۔ لوگوں کو حمل کا نتیجہ معلوم کرنے کا انتظار تھا کہ اگر بیٹا پیدا ہو تو وہ امام ہو اور حافظ اس کی نیابت کرے"[۲]

امام طیّب کا طفولیت کے زمانے میں مستور کر دیا جانا

داعی ادریس کی روایت ہے کہ "آمر نے جب یہ محسوس کیا کہ نزاری کسی نہ کسی موقع پر اسے قتل کریں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) تو اس نے اپنے ایک لڑکے طیب نامی پر نص کی اور اس کا اعلان اپنے خاص ارکان دعوت میں شایع کیا بلکہ یمن کو بھی اس کی اطلاع اپنی نائبہ "الحرۃ الملکۃ" اور داعی ذؤیب بن موسیٰ الوادعی کے نام بھیجی۔ لیکن چونکہ طیّب کی عمر اس وقت تقریباً ڈھائی سال کی تھی[۳] اس لیے اس نے اپنے باب الابواب (اوّل مددگار) ابن مدین کو اس کا کفیل یعنی ولی مقرر کیا تاکہ اس کے بالغ ہونے کے بعد امامت کا مرتبہ اس کے سپرد کردے اور دعوت کے امور کی اجرائی کے لیے اپنے چار جلیل القدر داعیوں ابن ارسلان۔ عزیزی۔ نسلان

---

[۱] ابن خلدون ۴/۱۷۔ [۲] ابن الاثیر ۱۰/۲۸۳ [۳] تاریخ ولادت طیب = روز اتوار ۴ ربیع الآخر سنہ ۵۲۴ھ (عیون الاخبار ۷/۲۱۵)۔

اور قونص کی ایک انجمن بنائی اور ابن مدین بذکور کو اس کا صدر مقرر کیا اور اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ میرے قتل کے بعد ایک زبردست فتنہ برپا ہوگا وزیر احمد بن افضل انجمن کے ارکان کو قتل کر دے گا۔ کہا جاتا ہے کہ اس پیشین گوئی کے مطابق ابن افضل نے ارکان انجمن سے کہا کہ تم امام طیب سے برأت کرو ورنہ میں تمھیں مار ڈالوں گا۔ ارکان نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اور اپنی جانیں قربان کر دیں۔

جب انجمن کے صدر ابن مدین کو بھی قتل کا حادثہ پیش آیا تو اس نے اپنے خسر ابو علی کو طیب کا کفیل بنایا۔ ابو علی نے بھی جب یہ بات محسوس کی کہ اب اس کی بھی باری آئے گی اور اس کے بعد طیب بھی نزاریوں اور عبد المجید کی جماعت کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا تو وہ آمر کی وصیت کے موافق طیب کو اور اپنے چند مددگاروں مثلاً حجت۔ داعی بلاغ کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے غائب ہو گیا۔[1] طیب جس طرح پر قصر سے غائب کیا گیا اس کی کیفیت حسب ذیل ہے:۔

آمر کے ایک بیٹے کے وجود کی تائید مقریزی کی روایت سے

آمر کے ایک لڑکے کے وجود کی تائید خود مقریزی کی روایت سے ہوتی ہے یہ مؤرخ مسجد الرحمۃ کے ضمن میں کہتا ہے کہ "یہ مسجد قرافہ کبری کے ابتدائی حصے میں طلائع بن رزیک کے بھانجے محمود کی قبر کے نزدیک واقع ہے۔ کندی نے بھی مسجد قرافہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ ابو تراب صواف کی مسجد کے نام سے مشہور رہی ہے جس نے مسجد اندلس۔ رباط اندلس اور مسجد رقیہ بھی بنائی ہے یہ وہی شخص ہے جس نے مسجد الرحمہ میں آمر کے بیٹے کی پرورش کی۔ آمر کے قتل کے بعد اس کا ایک بیٹا گوشت اور ترکاری کی زنبیل کے نیچے کے حصے میں خفیہ طور پر قصر سے مسجد الرحمۃ میں منتقل کر دیا گیا۔ ایک انا نے اسے دودھ پلایا اور ابو تراب نے اس کی پرورش

[1] عیون الاخبار ۷/ ۳۱۸-۳۴۲ بحوالہ روایت داعی ابراہیم بن حسین حامدی (متوفی ۵۵۷ھ)۔

کی اس کے بڑے ہونے تک حافظ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ اس کو قفیفہ (یعنی زنبیل والا) پکارتے تھے۔ جب یہ سن بلوغ کو پہنچا اور ابو تراب کا انتقال ہو گیا تو ابو عبد اللہ حسین بن ابو فضل عبد اللہ بن حسین جوہری (واعظ) نے حافظ کو اس راز کی اطلاع دی۔ حافظ نے اس لڑکے کو گرفتار کر کے اس کی فصد کھلوا دی جس سے وہ مر گیا۔ ابو عبد اللہ حسین کو حافظ نے خلعت دیا اور شہر بدر کر کے اسے دمیاط روانہ کر دیا جہاں ۵۲۶ھ میں اُسکا انتقال ہوا۔[۱] بہر حال آمر کے بعد اس کے ایک بیٹے کے موجود ہونے پر مقریزی اور داعی ادریس دونوں متفق ہیں ادریس کا قول ہے کہ اس بیٹے کی نسل سے یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہیں گے۔ اس کے زمانے یعنی ۸۷۲ھ تک ۲۱ نسل امام ہو چکے تھے اس کے ثبوت میں وہ ایک خط پیش کرتا ہے جو اسے امام کی طرف سے اس کے آخری زمانے میں وصول ہوا۔[۱]

دور ستر کا آغاز۔ آمر کی نسل سے قیامت تک اماموں کا سلسلہ جاری رہے گا

جب سے کہ ابو علی اپنے امام طیب اور مددگاروں کو ساتھ لے کر مصر سے غائب ہو گیا اس وقت سے اسماعیلیوں کا دور ستر شروع ہوا۔ اس دور کا پہلا امام طیب ہے۔ اس کی نسل سے قیامت تک ائمہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہیں گے۔ جن کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا۔ مگر عوام کی نظروں سے ہمیشہ پوشیدہ رہیں گے۔ اسی وجہ سے ان کو مستورین کہتے ہیں۔ قیامت کے دن جو امام ان کی نسل سے ہوگا اسے قائم القیامۃ کہتے ہیں۔ بجز چند اشخاص کے جو ہر امام کے ساتھ ہوتے ہیں اس کی نقل و حرکت کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ دورِ ستر میں ائمہ مستورین کی دعوت کا سلسلہ ان کے داعیوں کے ذریعے جاری رہتا ہے جو ان کے نائب کہے جاتے ہیں۔ چنانچہ

---

[۱] ۔ مقریزی $\frac{۴}{۳۲۴-۳۲۵}$ ۔ [۲] ۔ فصل ۳۵ (دعوت طیبیہ کی یمن سے ہندوستان میں منتقلی)۔

خلیفہ آمر نے اپنے قتل سے ڈھائی سال پہلے ہی اپنی دعوت کا سلسلہ یمن میں اپنی نائبہ کے ذریعے جاری کر دیا جس کا نام سیدہ اروی بنت احمد اور لقب الحرۃ الملکۃ ہے۔ یعنی جب دور ستر شروع ہوتا ہے اور امام عوام کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو اس کی دعوت اس کے نائبوں کے ذریعے جاری رہتی ہے[۱]۔ امام طیب کی دعوت کا سلسلہ یمن میں جس طرح جاری رہا اس کا مفصل حال ہم فصل (۲۵) میں لکھیں گے۔

اب ہم حافظ کے عہد کی طرف عود کرتے ہیں جس کو آمر نے اپنے بعد اپنے بیٹے کا نائب مقرر کیا۔

حافظ نے امام ہونے کا دعویٰ کب سے کیا

اس سے پہلے جن مورخوں کے اقوال حافظ کے قیام کے متعلق ہم نے نقل کیے ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ قطع نظر اس سے کہ اس کو خود آمر نے حکمران بنایا ہو یا لوگوں نے۔ درحقیقت امام نہیں تھا بلکہ صرف اس لڑکے کا نائب تھا جو آمر کی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والا تھا۔ اگر ہم مورخوں کے اقوال کو نظر انداز بھی کر دیں تو خود حافظ کا خطبہ اس بات کا شاہد ہے کہ وہ امام نہیں تھا۔ البتہ جب آمر کے محل میں لڑکی پیدا ہوئی اور حافظ کی حکومت کو ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تو اسے امامت کے دعوے کی جرأت ہوئی اور وزیر احمد کے قتل کے بعد اس نے امام ہونے کی حیثیت سے بیعت لی جیسا کہ آگے معلوم ہو گا۔

ہزبر الملک کا قتل اور وزیر افضل شاہنشاہ کے بیٹے ابو علی احمد کی وزارت

حافظ کے شروع زمانے میں ہزبر الملک وزیر رہا۔ مگر مصری فوجوں نے اس کی وزارت قبول نہیں کی اور اپنے

---

[۱] اذا کان الامام ظاہرا یجوز ان یکون حجتہ مستورۃ واذا کان الامام مستورا فلا بد ان یکون حجتہ ودعاتہ ظاہرین (شہرستانی صفحہ ۹۰)۔

افسر رضوان کے تحت اسے وزارت کے عہدہ سے ہٹانا چاہا۔ خود اس کا ساتھی برغش (العادل) جس کا ذکر ہو چکا ہے اس کا مخالف ہو گیا۔ اس نے وزیر افضل کے بیٹے ابو علی احمد کو خود وزیر بننے اور ہزبر الملک کے قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ فوجیں پہلے ہی سے ہزبر الملک کی مخالف تھیں۔ اب ان کے ساتھ احمد بھی مل گیا اور حافظ کو مجبور کیا کہ وہ ہزبر الملک کو معزول کرے۔ جب حافظ نے ہزبر الملک کے رکھنے پر اصرار کیا تو فوجوں نے محل کو گھیر لیا اور اسے قتل کرنے کی دھمکی دی۔ حافظ کو ہزبر الملک کو معزول ہی نہیں کرنا پڑا بلکہ اسے اس بات پر بھی مجبور کیا گیا کہ وہ ہزبر الملک کو قتل کردے۔ اس کی وزارت صرف ایک ہی دن رہی۔ اس کے بعد ابو علی احمد وزیر بنا جس کا لقب "کتیفات" ہے۔

احمد کی وزارت کا نتیجہ اور اس کا قتل ۱۵ محرم ۵۲۶ھ دولت فاطمیہ میں ایک عجیب انقلاب۔ مذہب اسماعیلی کی تبدیلی مذہب اثنا عشری سے۔

احمد نے وزیر ہوتے ہی حافظ کے پورے اختیارات چھین لیے۔ اکثر وہ حافظ سے کہتا کہ تمہارا کیا حق ہے۔ تم حقیقی امام نہیں ہو۔ اس کا اقتدار اتنا بڑھ گیا کہ اس نے محل کا تمام خزانہ اپنے گھر میں منتقل کرا دیا۔ بلکہ حکومت کا مذہب جو اسماعیلی تھا اسے بھی مذہب اثنا عشری سے بدل کر سکہ امام منتظر کے نام کا جاری کیا جو فرقۂ اثنا عشری کے بارھویں امام ہیں اور "اللہ الصمد الامام محمد" کا نقش اس پر کندہ کرا دیا۔ اسماعیل اور حافظ[1] کے نام خطبے سے نکلوا دیے۔ ان کے معاوضے میں اپنا نام مع القاب ائمہ کے ساتھ خطبے میں داخل کیا۔ اس کا استبداد اس حد کو پہنچا کہ اس نے اس انتقام میں کہ خلیفہ آمر نے اس کے بھائیوں کو قتل کیا تھا خود حافظ کے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر جب وہ اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا

---

[1] ترجمہ حافظ (ابن خلکان $\frac{1}{309}$)۔

تو اس نے حافظ کو تخت حکومت سے اتار کر قید کر دیا اور خود تخت نشین ہو کر عوام میں ظاہر ہونے لگا۔ اسماعیلی اور قصر کے غلام وغیرہ اس فعل سے بہت بگڑے[1]۔ تقریباً ایک سال اس نے امام منتظر محمد کے نام سے خود مختارانہ حکومت کی۔ وہ عادل اور فیاض تھا۔ خصوصاً مصریوں سے اس کا سلوک بہت اچھا تھا۔ اسے شاعری کا بہت شوق تھا[2]۔ لیکن اس کا استبداد زیادہ عرصے تک نہ رہ سکا۔ محل میں حافظ اس کو حکومت سے ہٹانے کی سازشوں میں مصروف تھا۔ آخر کار یانس (العادل) نے چند کتامی سپاہیوں کو ساتھ لے کر اس پر شہر کے باہر اس وقت حملہ کر دیا جبکہ وہ پولو کھیلنے جا رہا تھا۔ اس حملے سے وہ بچ نہ سکا اور قتل کر دیا گیا۔ یانس نے حافظ کو قید سے چھڑا کر بیعت کی تجدید کی اور جتنا مال احمد اپنے گھر لے گیا تھا اسے پھر خلیفہ کے قصر میں واپس کرا دیا۔ احمد کے قتل کے بعد حافظ نے لوگوں سے اپنے امام ہونے کی حیثیت سے بیعت لی۔ اس سے قبل لوگوں نے اس سے ولی عہد المسلمین" کی حیثیت سے بیعت کی تھی۔

احمد کے بعد حافظ نے یانس کو وزیر بنایا۔ یہ بہت ہوشیار اور صاحب دبدبہ تھا مگر ضرورت سے زیادہ سخت تھا۔ حافظ اس کی سختیوں سے گھبرا گیا۔ موقع پا کر ماہ ذی الحجہ ۵۲۶ھ میں حافظ نے اس کا بھی کام تمام کر دیا[3]۔

حافظ کا بغیر وزیر کے سلطنت کا کام انجام دینا۔ مصر میں خانہ جنگیاں۔ حسن بن حافظ کا قیام اور اس کا برا انجام ۵۲۹ھ۔

یانس کے بعد حافظ نے وزیروں کے استبداد و ظلم سے تنگ آکر وزارت کا عہدہ تخفیف کر دیا۔ اور خود وزیر کا کام انجام دینے لگا۔ مگر اس کے بیٹوں کی خانہ جنگیوں نے اس کی حکومت کو ایسا کمزور کر دیا کہ

---

[1] - ابن خلدون ۴/۷۲ - ابن الاثیر ۱۰/۲۸۶ - [2] - ابن خلکان ۱/۳۰۹ - [3] - اس کی وزارت صرف ۹ ماہ رہی۔

اس وقت سے دولت فاطمیہ کا زوال شروع ہوگیا۔

۵۲۹ھ میں اس نے اپنے بیٹے سلیمان کو ولی عہد بنایا۔ شوئ قسمت سے یہ لڑکا دو مہینے بعد ہی مرگیا۔ پھر اس نے اپنے دوسرے بیٹے حسین کو اس کی جگہ مقرر کیا اس فعل سے اس کا تیسرا بیٹا حسن جو بہت دولتمند اور ذی اثر تھا سخت ناراض ہوا۔ اس وقت مصری لشکر میں دو جماعتیں تھیں۔ ایک ریحانیہ اور دوسری جیوشیہ۔ ان میں سے ریحانیہ زیادہ قوی تھی۔ حسن نے ان دونوں میں پھوٹ ڈلوادی۔ آپس میں کئی معرکے ہوئے۔ جن میں پانچہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ جیوشیہ میں سے صرف وہی بچا جو مقس کی جانب بھاگ نکلا۔ مقریزی لکھتا ہے کہ جو مصیبتیں بنو فاطمہ پر نازل ہوئیں ان میں یہ خانہ جنگی ایسی سخت مصیبت تھی جن کی وجہ سے ہزاروں بڑے بڑے سپاہی مارے گئے۔ اور لشکر میں بڑی کمی ہوگئی۔

حسن نے طائفہ ریحانیہ کو اپنے ساتھ لے کر ارباب حکومت کا پیچھا کیا۔ ابن عساف کو قتل کرنے کے بعد اس نے اپنے باپ حافظ اور بھائی حیدرہ پر بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ یہ دونوں ڈر کے مارے کہیں چھپ چھپا گئے۔ حسن نے قصر خلیفہ کی تفتیش شروع کی اور اپنے کئی رشتہ داروں کی عزت پر ہاتھ ڈالا۔ حافظ نے تنگ آکر حسن کو ملا لینے کے لیے ایک فرمان شائع کیا کہ میں حسن کو ولیعہد مقرر کرتا ہوں۔ اب بھی حسن شرارت سے باز نہ آیا بلکہ اس کی جرأت اور بڑھ گئی۔ حافظ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے اس کا مقابلہ کرنا چاہا مگر پسپا ہوا۔ اب اس نے حکمت عملی سے حسن کو ایک جھوٹا خط مشفقانہ اور ناصحانہ انداز میں بھیجا کہ "اے میرے بیٹے گو ہم دونوں میں کچھ اَن بَن ہوگئی ہے لیکن تو بہر حال میرا فرزند ہے۔ تو نے امرا پر بہت سختی کی ہے۔ ایک نہ ایک دن وہ تجھے قتل کرڈالیں گے۔ تو ان سے ڈرتا رہ"۔ یہ خط پڑھتے ہی حسن نے ان امیروں کو بلا بھیجا اور ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان کی جائدادیں ضبط کرلیں ان بیچاروں میں قاضی القضاۃ ابوالثریا نجم بھی شامل تھا۔

یہ دیکھ کر دوسرے امرا گھبرائے اور ایک بڑی بھاری فوج جمع کر کے حافظ کو دھمکی دی کہ وہ اپنے لڑکے کو ولیعہدی سے الگ کر دے ورنہ وہ اسے خود خلافت سے معزول کر دیں گے۔ حافظ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور ان سے دوستی پیدا کی۔ اب حسن کے ساتھ سوائے چند سپاہیوں کے اور کوئی نہ رہا بے بس ہو کر اسے حافظ کے پاس قصر میں پناہ لینی پڑی۔ امیروں نے حافظ کو مجبور کیا کہ وہ فوراً حسن کو ان کے حوالے کر دے۔ حافظ آخر باپ تھا اسے حسن پر ترس آیا اور اپنے بیٹے کو ان لوگوں کے سپرد کرنے میں اسے پس و پیش ہوا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ حسن کو زندہ نہ چھوڑینگے۔ اس نے تین دن کی مہلت مانگی۔ امیروں نے نہ مانا۔ آخر کار اس نے اپنے خاص یہودی طبیب ابو منصور کو حکم دیا کہ وہ حسن کو کسی طرح سے زہر دے کر مار ڈالے۔ یہ طبیب اس پر آمادہ نہ ہوا۔ حافظ نے اپنے دوسرے طبیب ابن قرفہ کو بھی یہی حکم دیا جو نصرانی تھا۔ اس نے حسن کو زہر سے ہلاک کر دیا۔ حافظ نے امیروں کو خفیہ طور پر کہلا بھیجا کہ حسن مر گیا۔ امیروں نے اپنی طرف سے ایک آدمی کو بھیجا جس نے حسن کی موت کا اطمینان کر لیا۔ یہ واقعہ ۵۲۹ھ میں پیش آیا۔ چند دنوں بعد حافظ نے ابن قرفہ کو خزانہ البنود میں قتل کر دیا اور ابو منصور کو انعام سے سرفراز کیا اور اسے راس الاطبا بنا دیا[۱]۔

وزارت بہرام و رضوان

حسن بن حافظ کے حادثے کے بعد لشکر نے وزارت کے عہدہ کے لیے ایک ارمنی شخص تاج الدولہ کا انتخاب کیا جس کا نام بہرام تھا۔ حافظ کو مجبوراً اس انتخاب سے اتفاق کرنا پڑا۔ چونکہ یہ شخص نصرانی تھا اس لیے صرف سیاسی معاملات کا انتظام اس کے سپرد کیا گیا۔ شریعت کے امور اس سے علیحدہ کر لیے گئے[۲]۔ پھر بھی اسے "سیف الاسلام" کا لقب دیا گیا۔ اس نے اپنے ہم وطن

۱؎ - مقریزی $\frac{۳}{۲۷-۲۹}$ - ۲؎ ابن خلدون $\frac{۴}{۷۳}$ -

ارمنیوں کی طرفداری شروع کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق تلف ہوئے۔ مصریوں میں سے سوائے رضوان کے جو صاحب الباب تھا کسی کو غیرت نہ آئی وہی اس کا مخالف ہو گیا اور اسے وزارت کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ ۵۳۲ھ میں رضوان وزیر بنایا گیا اور اسے "الملک الافضل" کا لقب دیا گیا۔ دولت فاطمیہ میں یہ پہلا وزیر ہے جس نے "بادشاہ" (ملک) کا لقب پایا[1]۔ اس نے بھی استبداد سے کام لینا شروع کیا اور سنی ہونے کی وجہ سے بہت سے اہل سنت کے مذہبی احکام جاری کیے۔ مکوس[2] (محاصل) کو موقوف کر دیا۔ اس لیے ۵۳۳ھ میں حافظ نے اسے قصر میں قید کر دیا۔ دس سال بعد اس نے قید سے بھاگ کر حافظ کا مقابلہ کیا۔ لیکن ۵۴۳ھ میں حافظ نے اسے حبشی سپاہیوں سے قتل کرا دیا۔

مویّد الدولہ اسامۃ بن منقذ کا ورود مصر میں

اسامۃ ایک مشہور امیر گزرا ہے جس نے ابتدائی صلیبی جنگوں میں بڑی بہادری دکھائی۔ اس نے اپنے شام اور مصر کے قیام کے حالات اپنی کتاب "کتاب الاعتبار[3]" میں بہت دلچسپ طریقے پر لکھے ہیں۔

۵۳۹ھ میں یہ امیر دمشق سے مصر پہنچا۔ حافظ نے اس کا پرتپاک استقبال کیا اور کئی چیزیں خلعت کے طور پر اسے دیں۔ حافظ کے بیٹے ظافر کے زمانے میں اس کی بری نصیحتوں سے ملک کو بہت نقصان پہنچا۔

صلیبیوں کی ناکامی

فاطمیین کی خوش قسمتی سے اس زمانے میں مشرقی ممالک سے صلیبیوں کے حملے کا خطرہ کم ہو گیا کیونکہ وہ خود ترکوں کے حملوں کی مدافعت میں مصروف ہو گئے۔ ۵۲۵ھ میں

---

[1] ۔۔ ابن الاثیر ۱۱/۸۲ ۔ [2] ۔ فصل ۳۰ (خراجی اور ہلالی ۔ مکوس کی تعریف)۔
[3] ۔ اسامہ بن مرشد الکنانی المعروف بابن المنقذ Brill. Leiden. 1884 (with French translation).

موصل کے اتابک عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کو اثارب[۱] پر زبردست شکست دی اور ۵۳۹ھ میں رہا بھی ان سے چھین لیا جسے نصاری مبارک شہر سمجھتے تھے[۲]۔ زنگی کے بعد اس کے بیٹے نور الدین نے مغربی ایشیا اور مصر کے سیاسی امور میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ یہی وہ بہادر ہے جس نے صلیبیوں کو پسپا کرکے ان کے فلسطین اور شام میں حکومت کرنے کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اب انھیں اپنی پہلی جنگ کی ناکامی محسوس ہونے لگی۔

۵۴۲ھ میں سینٹ برنارڈ نے دوسری جنگ کی تنظیم کی تاکہ شام اور فلسطین میں جو انھیں نقصان پہنچا اس کی تلافی ہو ۵۴۳ھ میں انھوں نے دمشق پر حملہ کیا لیکن ان کے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے انھیں کامیابی نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ بلاد شام میں ایک زبردست ترکی قوت قایم ہو چکی تھی جس نے بار بار ان کو مختلف مقاموں پر شکستیں دیں۔ اس طرح دوسری صلیبی جنگ بھی ناکام ہوئی۔

گوکہ مشرقی جانب سے فاطمیین کو یونہی سا اطمینان حاصل تھا لیکن مغرب کی طرف سے وہ بڑے پریشان تھے۔ روجر (ثانی) ان کا ایک نیا دشمن پیدا ہوا۔ اسے صقلیہ تو میراث میں مل ہی چکا تھا۔ مسافت کی دوری کی وجہ سے فاطمیین نے اسے واپس لینے کی کوشش نہیں کی۔ ۵۳۹ھ میں وہ ایک بڑے بیڑے کے ساتھ جو تقریباً ڈھائی سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھا افریقیہ کی طرف بڑھا اور برصنہ فتح کرلیا۔ اس کے بعد ۵۴۱ھ میں طرابلس الغرب اور ۵۴۳ھ میں مہدیہ کو بھی فتح کرکے اسکندریہ کا رخ کیا۔ صلیبیوں کی اس پیش قدمی سے دولت فاطمیہ میں بڑی پریشانی پھیلی[۳]۔

---

[۱] حلب اور انطاکیہ کے درمیان ایک مشہور قلعہ ہے (معجم البلدان $\frac{1}{112}$)۔ [۲] امیر علی صفحہ ۳۳۹۔ اس فتح کو فتح الفتوح کہتے تھے۔ S. Lane-Pole, p. 174

[۳] جرجی زیدان $\frac{1}{252}$۔

حافظ کی وفات ۵۴۴ھ اور اس کی سیرت

رضوان کے قتل کے چند مہینے بعد ۵۴۴ھ میں حافظ نے وفات پائی۔ اس قلیل مدت میں متعدد فتنے اور فساد برپا ہوئے۔ پہلے کی طرح ریحانیہ اور جیوشیہ کے درمیان پھر لڑائیاں چھڑ گئیں۔ قاہرہ فوجی جھگڑوں کا مرکز بن گیا۔ شہر میں بے چینی پھیل گئی۔ اس وقت خلیفہ کی عمر ۷۵ سال کی ہو چکی تھی۔ اس کی حکومت صرف قصر کے حدود ہی تک محدود تھی۔ اپنی ابتدائی حکومت میں بھی وہ ہمیشہ وزیروں کو قبضے میں رہا۔ وزیر احمد بن افضل ملقب بہ "اکمل" کی بے اجازت کوئی شخص اس کے یہاں باریاب نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے اخلاق پر حلم زیادہ غالب تھا[1] لوگوں کی نظروں میں پہلے خلفا کی سی اس کی وقعت نہ تھی۔ اسی حالت میں اس نے دنیا سے رحلت کی۔ انتقال کے وقت وہ قولنج کے مرض میں مبتلا تھا۔ اس کے علاج کے لیے اس کے طبیب شہرماہ دیلمی نے یا موسےٰ نصرانی نے ایک عجیب و غریب ڈھول ایجاد کیا تھا۔ جس کے بجاتے ہی اس کی شکایت میں تخفیف ہو جاتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ڈھول سات مختلف دھاتوں سے اس وقت بنایا گیا تھا جب کہ ساتوں سیارے اپنے اپنے مشرق میں تھے۔ اس کی خاصیت یہ تھی کہ جب کوئی اسے بجاتا تھا تو اس کے مخرج سے ہوا نکلتی تھی۔ اس لیے یہ درد قولنج کے دور کرنے میں بہت مفید ثابت ہوا۔ جب صلاح الدین کے لشکر نے مصر کے خزانے لوٹے تو یہ ڈھول ایک سپاہی کے ہاتھ لگا اور اسے وہ بجانے لگا تو اس کے مخرج سے ہوا نکلنے لگی۔ گھبرا کر اس نے ڈھول کو چھوڑ دیا۔ ڈھول نیچے گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا[2]

---

[1] - ابن تغری بردی ۵/۲۴۵ - [2] - ابن خلکان ۱/۳۰۹ -

فصل (۲۲)

ابو منصور اسماعیل الظافر لاعداء اللہ

۵۴۳ — ۵۴۹

ولادت - روز یکشنبہ ۱۵ ربیع الآخر سنہ ۵۲۷ھ آغاز نیابت سنہ ۵۴۳ھ وفات ۱۵ محرم سنہ ۵۴۹ھ

ابن مصال کی وزارت اور اس کا قتل

حافظ نے اپنے انتقال سے کچھ عرصہ پہلے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے اسماعیل پر نص کر کے اسے اپنا جانشین بنایا اور ظافر لاعداء اللہ کا لقب دیا۔ ظافر کی عمر اس وقت سولہ سال کی تھی۔ یہ لڑکا بہت جلد عیش منانے اور اپنا زیادہ وقت لھو ولعب میں گزارنے لگا۔[1] اس کی کم سنی کی وجہ سے حافظ نے یہ وصیت کی تھی کہ ابن مصال وزارت کا کام انجام دے۔ لیکن ابن السلار جو اسکندریہ کا والی تھا اس انتظام سے ناراض ہوا اور ابن مصال کو معزول کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت ابن مصال کسی حبشی باغی کی تلاش میں مصر سے باہر گیا ہوا تھا۔ ابن السلار اس کی غیر موجودگی

[1] - مقریزی ۳/۴۸ -

سے فائدہ اٹھاکر مصر آیا اور اس کی جگہ لے لی۔ ابن السلار نے اپنے ربیب (گھر کے پلے ہوئے) عباس بن ابو الفتوح کو ابن مصال کی طرف بھیجا جس نے صعید میں کچھ لشکر جمع کر لیا تھا۔ دلاص کے قریب فریقین میں لڑائی ہوئی جس میں ابن مصال مارا گیا۔ ظافر کو مجبوراً ابن السلار کی وزارت قبول کرنی پڑی اور اسے "الملک العادل سیف الدین" کا لقب دینا پڑا۔ ابن مصال کی وزارت تقریباً چالیس دن رہی۔

ابن السلار کا قتل اور عباس کی وزارت

عباس جو ابن مصال کی طرف بھیجا گیا تھا معز بن بادیس (مشہور والی افریقیہ) کا پوتا تھا۔ ابن السلار نے اس کی بچپن سے پرورش کی اور اسے اپنے ساتھ مصر میں لایا۔ عباس نے حکومت میں اتنا رسوخ پیدا کیا کہ تھوڑی مدت میں مصری فوجوں کا سپہ سالار بن گیا۔ لیکن اس نے اپنے مربی ابن السلار ہی کو قتل کر کے اس کی جگہ لے لی اور مصر کا وزیر بن گیا۔

ابن السلار سے ظافر خوش نہ تھا۔ کیونکہ اس نے اس کے باپ کے مقرر کردہ وزیر ابن مصال کو قتل کرا دیا تھا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ عقائد کے لحاظ سے سنی تھا اور اس نے سنت جماعت کے احکام مصر میں جاری کر دیے۔ اس سے پہلے اسکندریہ میں بھی ایسا ہی کیا۔ بلکہ وہاں ایک شافعی مدرسہ بھی قایم کر دیا۔ علاوہ اس کے وہ ایسا ظالم اور سخت گیر تھا کہ مصری امرا اور عوام بھی اس سے ناراض تھے۔ شام کے مشہور امیر اسامۃ بن منقذ نے جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں ظافر کو مشورہ دیا کہ وہ قتل کر دیا جائے۔ یہ دیکھ کر ابن السلار نے خلیفہ کے خاص فوجی دستے کے چند سپاہیوں کو قتل کرا دیا۔ اس سے ظافر کے غصے کی آگ اور بھڑکی۔ عباس جو اس کا دوست تھا اسے تسکین دیتا رہا لیکن وہ بھی ایک شرمناک واقعے کی وجہ سے اس کا مخالف ہو گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ظافر نے عباس کے بیٹے نصر کو اپنا خاص مصاحب بنایا تھا۔ دونوں

ہمیشہ ساتھ رہا کرتے تھے۔ دونوں کے دونوں نوجوان۔ ایک ہی عمر کے اور بہت ہی خوبصورت۔ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ ظافر نصر کے عشق میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ابن السلار نے عباس کو سمجھایا کہ تم اپنے لڑکے نصر کو اب ظافر کے پاس جانے نہ دو۔ مگر نصر نے نہ مانا۔ پھر اس نے اپنی بیوی کا سے کہ کر نصر کو اپنے گھر میں آنے سے روک دیا۔ اس سے نصر اور اس کا باپ دونوں ناراض ہو کر ابن السلار کے مخالف ہو گئے۔ ظافر تو پہلے ہی سے ابن السلار سے ناخوش تھا۔ اسامہ بن منقذ نے بھی اس کے قتل کی تائید کی تھی۔ اس اثنا میں عسقلان کو فوجی مدد بھیجنے کی ضرورت پڑی۔ ابن السلار نے عباس کو حکم دیا کہ وہ سپہ سالار کی حیثیت سے مصری فوج کے ساتھ عسقلان جائے۔ عباس کو یہ گمان ہوا کہ ابن السلار نے یہ تدبیر اس کے قتل کی نکالی ہے۔ اس لیے روانگی کے وقت اس نے اپنے لڑکے نصر کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ اس کے روانہ ہونے کے بعد ابن السلار کو قتل کر دے۔ ایک دن ابن السلار اپنے گھر میں سو رہا تھا نصر نے موقع پا کر اس کا کام تمام کر دیا۔ عباس موضع بلبیس میں اپنی سازش کی تکمیل کا منتظر رہا۔ آگے نہ بڑھا۔ ابن السلار کے قتل کی خبر ملتے ہی واپس آیا۔ تاکہ وزارت کا جائزہ لے۔ ادھر فلسطین میں مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے صلیبیوں نے ۵۴۸ھ میں عسقلان فتح کر لیا۔ اس کے بعد پھر کبھی یہ شہر فاطمیین کے قبضے میں نہ آیا[۱]

ظافر کا قتل اور اس کے بیٹے فایز کی حکومت ۵۴۹ھ

جب عباس کو عہدۂ وزارت مل گیا اور مصری فوجوں اور امیروں کو اس بات کا علم ہوا کہ اسامۃ بن منقذ کے مشورے سے عباس نے ابن السلار کو قتل کرا دیا ہے تو وہ سب ان دونوں کے دشمن ہو گئے اور ان سے انتقام لینا چاہا۔ اسامۃ بڑا مکار تھا۔ اس

[۱] - ابن الاثیر ۱۱/۸۶ -

نے اپنے کو بچانے کے لیے ظافر ہی کو قتل کرانے کی کوشش کی۔ ایک دن اس نے عباس سے کہا "میں تیرے بیٹے نصر کے متعلق ناگفتنی باتیں سن رہا ہوں۔ نہ معلوم تو نے کیوں خاموشی اختیار کی ہے"۔ عباس نے پوچھا۔ "اچھا، میرے بیٹے کے متعلق لوگ کیا کہتے ہیں،" اس نے کہا "تیرے بیٹے سے ظافر کے شرمناک تعلق کی داستان" عباس نے کہا "تو پھر اب کیا کرنا چاہیے"۔ اس نے کہا "ظافر کو قتل کرنا ہمارے حق میں بہتر ہوگا"۔ بہرحال عباس نے اپنے بیٹے نصر کو ظافر کے قتل کرنے پر آمادہ کیا۔ نصر نے ظافر کو اپنے مکان پر دعوت دی اور کہا "آج شب کو آپ غریب خانے پر تشریف لائیے مگر آپ کے ساتھ زیادہ خدمت گار نہ ہوں"۔ ظافر نے دعوت قبول کرلی اور وقت مقررہ پر چند خدمت گاروں کو ساتھ لے کر دعوت میں پہنچ گیا۔ مکان میں داخل ہونے کے بعد نصر نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرادیا اور اس کی لاش وہیں دفن کردی۔ صرف ایک خدمت گار گھبرا کر نکل بھاگا جس سے ظافر کے قتل کی خبر معلوم ہوئی۔ صبح ہوتے ہی نصر نے اپنے باپ عباس کو خبر دی کہ ظافر کا کام تمام ہو گیا ہے یہ سنتے ہی عباس قصر کو روانہ ہوا اور ظافر کے خدمت گاروں سے کہا "مجھے ایک ضروری معاملے میں خلیفہ سے رائے لینی ہے"۔ خدمت گاروں نے ظافر کو محل میں بہت ڈھونڈا۔ مگر کہیں پتا نہ لگا۔ آخر انھوں نے کہ دیا کہ ظافر محل میں نہیں ہے" عباس نے غصے سے کہا "ظافر کا محل میں ہونا ضروری ہے"۔ وہ محل میں گھس گیا اور ظافر کے دونوں بھائیوں جبریل اور یوسف سے کہا "تم ہی نے ظافر کو قتل کیا ہے۔ اگر اس کا پتا نہ دوگے تو میں تمھیں کو قتل کردوں گا۔ بدنصیبوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ عباس نے اسی وقت ان دونوں کو قتل کردیا۔ اس خونریزی کا مقصد یہ تھا کہ وہ ظافر کے قتل کا الزام اپنی اور اپنے بیٹے نصر کی ذات سے دور کرے۔[1]

---

[1] ۔ مقریزی ۳/۴ ۔

پھر عباسؔ ظافرؔ کے پنج سالہ بیٹے عیسیٰ کو اپنے کندھے پر بٹھاکر محل کے صحن میں لایا۔ اور سب لشکر اور امرا سے کہا کہ اس لڑکے کے چچاؤں نے اس کے باپ کو مار ڈالا ہے۔ یہ ایک عجیب غمگین اور ہولناک منظر تھا ہر طرف سے آہ و بکا کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اسی مجمع میں عباسؔ نے عیسیٰ کے نام کی بیعت لی اور ان سے کہا آج سے یہ تمھارا حاکم ہے۔ تم پر فرض ہے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو۔ لوگوں نے رضامندی کے ایسے پر زور نعرے لگائے کہ جن کے صدمے سے عیسیٰؔ نے جسے اب فائز بامر اللہ کا لقب دیا گیا عباسؔ کے کندھے پر پیشاب کر دیا اور اسے رعشے کی شکایت ہو گئی۔ بار بار اسے اس شکایت کے دورے ہوا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے اسی بیماری سے انتقال کیا۔[۱]

ظافرؔ کے عہد کی جامع ظافری جامع الفاکہانیین سے مشہور ہے۔ یہ اب بھی شارع عقادین میں باقی ہے۔ اس کا دوسرا نام جامع افخر ہے۔[۲]

۱؎۔ ان واقعات کو اسامہؔ نے "بغی قبیح" کہا ہے۔ عباسؔ کی بے ایمانی اور غداری نصر کی سفاکی اور خونخواری اور اسامہؔ کی شرارت اور بد معاشی یہ ایسے سیاہ کارنامے ہیں جن کی سیاہی کو زمانے کی زبردست صیقل بھی مٹا نہیں سکتی (کتاب الاعتبار صفحہ ۱۶)۔

۲؎۔ مقریزی $\frac{۲}{۸۰}$۔

فصل (۲۳)

ابو القاسم عیسیٰ الفائز بامر اللہ

۵۴۹ — ۵۵۵

ولادت روز جمعہ ۱۱ر محرم ۵۴۴ھ　　آغاز نیابت ۱۵ر محرم ۵۴۹ھ　　وفات ۱۷ر رجب ۵۵۵ھ

فائز کا قیام اور عباس اور نصر کا قتل

فائز کی کم سنی کی وجہ سے عباس ہی ممالک فاطمیہ کا حقیقی حاکم رہا۔ مگر چونکہ اس کی گردن پر بہت سے خون تھے اس لیے وہ کامیابی سے حکومت نہ کر سکا۔ خلیفہ کے اکثر رشتہ دار اس کے دشمن بن گئے۔ انھوں نے اس کے جور وظلم کی اطلاع طلائع بن رُزّیک کو دی جو منیہ خصیب[1] کا والی تھا۔ گو اس کا شمار بڑے والیوں میں نہ تھا لیکن یہ بہت دیندار اور نیک آدمی تھا۔ خاندان خلافت کی عورتوں نے خطوط کے ساتھ اپنے سروں کے چند بال بھی بھیجے جس سے ان

[1] منیتہ ابی الخصیب، صعید ادنیٰ میں نیل کے کنارے ایک شہر ہے (معجم البلدان ۴/۶۷۵)۔

کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ ان کی آبرو خطرے میں ہے۔ اس والی کو ان کی مظلومیت اور بے بسی پر رحم آیا۔ وہ فوراً اپنے ساتھیوں کو لے کر قاہرہ روانہ ہوا۔ یہ خبر سنتے ہی عباسؔ اپنے بیٹے نصرؔ اور اسامہؔ کو ساتھ لے کر ۱۴ ربیع الاول ۵۴۹ھ میں شام کو بھاگ گیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ فوج اور امرا اس کا ساتھ نہ دیں گے لیکن وہ صحیح و سالم شامؔ تک پہنچ نہ سکا۔ مصرؔ سے اس کے روانہ ہوتے ہی ظافرؔ کی بہن نے صلیبیوں کو اس کے فرار ہونے کی خبر دیدی اور ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ راستے ہی میں اس کا کام تمام کر دیں تو انھیں انعام دیا جائے گا۔ انعام کے لالچ سے صلیبیوں نے عباس کو مار ڈالا اور اس کے بیٹے نصرؔ کو ایک پنجرے میں قید کر کے مصرؔ بھیجدیا جہاں وہ سالؔ ۵۵۰ھ میں سولی پر چڑھا دیا گیا۔

طلائع بن رزّیک ارمنی کا قاہرہ میں ورود

طلائع سیاہ لباس پہنے سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ قاہرہؔ میں داخل ہو گیا۔ امرا اور فوج نے اس کا خیر مقدم کیا۔ اس کا سیاہ شعار گویا ایک فال تھی کہ بنو فاطمہؔ کی دولت قریب میں زائل ہو جائے گی اور بنو عباسؔ جن کا شعار سیاہ ہے ان پر غالب آجائینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس واقعے کے پندرہ سال بعد صلاح الدین نے دولتِ فاطمیہؔ کا خاتمہ کر دیا۔ قاہرہؔ پہنچتے ہی طلائع نے سب سے پہلے ظافرؔ کے اس خادم کو طلب کیا جو اس کے ساتھ نصرؔ کے مکان پر دعوت میں گیا تھا اور خوش قسمتی سے بچ کر نکل گیا تھا۔ اس خادم نے وہ جگہ بتائی جہاں ظافرؔ کو نصرؔ نے قتل کر کے دفن کر دیا تھا۔ طلائع نے اس کی لاش اس جگہ سے نکلوا کر قرافہ میں، جو بنو فاطمہؔ کا مقبرہ تھا دفن کرایا۔

اس کے بعد اس نے مملکت کے انتظام کی طرف توجہ کی اور "الملک الصالح نصیر الدین" کا لقب پایا۔[1] فائزؔ کا وجود برائے نام

[1] مقریزی ۱/۱۸۲۔

تھا۔ حکومت پر آنے کے بعد وہ صرف چھ سال زندہ رہا اور اپنی عمر کے گیارھویں سال میں صرع کی شکایت سے وفات پائی۔[1]

صلیبیوں کی پسپائی

صلیبی بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ۵۴۹ھ میں نور الدین نے دمشق پر پوری طرح سے اپنا قبضہ حاصل کر لیا۔ اس موقع سے بنو فاطمہ نے فائدہ اٹھایا۔ وزیر طلائع نے قائد ضرغام کی ماتحتی میں متعدد بری اور بحری مقامات پر صلیبیوں سے لڑنے کے لیے فوجیں بھیجیں۔ ۵۵۳ھ میں غزہ کے قریب صلیبیوں نے شکست کھائی۔ اس کے بعد وزیر مذکور نے نور الدین سے اتحاد پیدا کرنے کے لیے کئی نفیس تحفے اور ستر ہزار دینار اپنے چند قصائد کے ساتھ دمشق بھیجے۔ مگر نور الدین اس سے خوش نہ ہوا۔ اگر وہ اتحاد پیدا کر لیتا تو پھر کبھی صلیبی مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ کرتے۔

[1] مقریزی ۲/۱۷۳ -

فصل (۲۴)

ابو محمد عبد اللہ العاضد لدین اللہ

۵۵۵ — ۵۶۷

ولادت ۲۰ محرم بروز سہ شنبہ ۵۴۶ھ آغاز نیابت ۱۷ رجب ۵۵۵ھ وفات شب دو شنبہ ۱۲ محرم ۵۶۷ھ
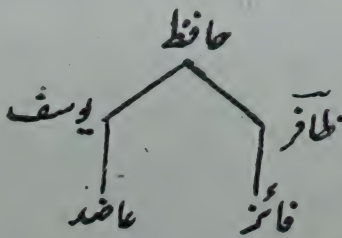
عاضد کا قیام۔ طلائع کا قتل ۵۵۶ھ اور اس کے بیٹے رزیک کی وزارت

فائز کے انتقال کے بعد طلائع محل میں داخل ہوا اور ایک بڑے خادم سے دریافت کیا کہ محل والوں میں سے کس میں حاکم ہونے کی صلاحیت ہے۔ اس نے ایک سن رسیدہ شخص کا نام لیا۔ طلائع نے اسے بلا بھیجا تاکہ اسے حاکم بنائے۔ لیکن اس

کے ایک ساتھی نے اس بے آہستہ سے کہا کہ وزیر سابق عباس نے اپنے زمانے میں ایسے شخص کا انتخاب کیا جو عمر میں چھوٹا تھا تاکہ وہ اسے ہمیشہ اپنے قبضے میں رکھے۔ آپ تو عباس سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ یہ سنتے ہی طلائع نے اس عمر رسیدہ شخص کو واپس کر دیا اور حافظ کے پوتے عاضد کو جو پورا ابھی جوان بھی نہیں ہوا تھا خلیفہ بنایا۔

عاضد چونکہ کم سن تھا اس لیے طلائع سلطنت کے امور بذات خود انجام دینے لگا۔ کامل سیاسی اقتدار حاصل ہوتے ہی امرا پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اس سے نالاں ہو گئے۔ پھر اس نے عاضد کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی۔ اس سے عاضد کے رشتے داروں کو یقین ہو گیا کہ وہ خلافت کے سلسلے کو ان سے قطع کرنا چاہتا ہے۔ اسلیے وہ بھی اس سے بدظن ہو گئے۔ عاضد کی پھوپھی نے طلائع کے قتل کا بیڑہ اٹھایا۔ ایک امیر جو ابن الداعی[ل] کے نام سے مشہور تھا سب سے زیادہ اس کا مخالف ہو گیا۔ ایک روز جب وہ ڈیوڑھی پر پہنچا تو چند امرا نے اس پر چھریوں سے حملہ کر کے بری طرح اسے زخمی کیا۔ قصر کے خادم اٹھا کر اس کے مکان پر لے گئے۔ اس نے عاضد کو بلا بھیجا اور اس پر عتاب کیا۔ عاضد نے کہا "مجھے اس واقعے کا بالکل علم نہیں" طلائع نے کہا "اگر آپ واقعی اس سازش سے بری ہیں تو اپنی پھوپھی کو میرے حوالے کر دیجئے" عاضد نے اپنی پھوپھی کو اس کے پاس بھجوا دیا طلائع نے اپنے سامنے اسے قتل کرا دیا۔ پھر اس نے اپنے بیٹے رزیک کو وزارت کا عہدہ سپرد کر کے وفات پائی۔ مرتے وقت اس نے کہا کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ میں بیت المقدس کو صلیبیوں سے واپس نہ لے سکا اور اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی کہ وہ شاور سے جو صعید اعلیٰ کا والی ہے خبردار رہے اس کا افسوس اور وصیت دونوں بجا ثابت ہوئے شاور نے رزیک کو وزارت کے عہدے سے معزول کر کے قتل کر دیا

ل - ابن الراعی (ابن تغری بردی ۳۱۴/۵)۔

اور صلیبیوں کا بادشاہ ایک ہی سال میں مصر میں داخل ہو گیا۔

طلائع بہت سخی اور فیاض تھا۔ اہل علم پر بہت مہربان اور ان کا بڑا قدر دان تھا۔ شاعر بھی بڑے پایے کا تھا۔ اس کا کلام نہایت شستہ اور بلیغ دو جلدوں میں مدون کیا گیا تھا۔ گو وہ دولت فاطمیہ کا وزیر تھا لیکن اس کا مذہب اثنا عشری تھا۔ باوجود ان خوبیوں کے وہ حرص کے عیب سے پاک نہ تھا۔ اس نے بہت سا مال زبردستی سے حاصل کر کے جمع کیا اور کاشتکاروں پر ایسا بھاری محصول عاید کیا جس سے ان کو سخت نقصان پہنچا۔

مشہد حسینی

۵۴۹ھ میں طلائع نے باب زویلہ کے باہر ایک جامع مسجد بنام "مسجد الصالح" بنوائی۔ اسی مسجد میں وہ حضرت امام حسینؑ کا سرِ مبارک منتقل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اہل قصر نے اسے اجازت نہ دی اور قصر کے احاطے ہی میں سر مبارک دفن کرا دیا۔ اب یہ مقام "مشہد حسینی" کے نام سے مشہور ہے۔ سر مبارک اس سے پیشتر فلسطین میں تھا۔ ۴۹۱ھ میں جب افضل وہاں پہنچا تو اس نے اس پر ایک قبہ بنوایا۔ بعض کہتے ہیں کہ قبے کا بنانے والا اس کا باپ بدر الجمالی تھا۔ افضل نے صرف اس کی تکمیل کی۔ عاضد کے عہد میں وزیر طلائع کو جب یہ خوف ہوا کہ کہیں نصاریٰ مشہد حسینی کو اپنے حملوں سے تباہ نہ کر دیں تو وہ اسے فلسطین سے مصر میں لایا۔ جامع الصالح کے علاوہ اس نے ایک اور مسجد قرافہ میں بنوائی جس کے پہلو میں ایک مقبرہ بھی تیار کرایا۔ [1]

رزیک (الملک العادل) کا قتل ۵۵۶ھ اور شاور کی وزارت

بدقسمتی سے رزیک نے اپنے باپ طلائع کی وصیت پر عمل نہ کیا شاور کو صعید کی ولایت سے برطرف کر دیا حالانکہ اس کے باپ نے اسے جتلا دیا تھا کہ وہ شاور کو ہرگز نہ چھیڑے۔

یہ شخص ابتدا میں صالح کا خدمت گار تھا۔ اس کی غیر معمولی عقلمندی اور

[1] مقریزی ۲/۸۱۔

ہوشیاری کی وجہ سے صالح نے اسے صعید کی ولایت دی۔ عام طور پر صعید کا والی تمام والیوں سے عہدہ میں بڑا سمجھا جاتا تھا۔ وزیر کے بعد اس کا درجہ ہوتا تھا۔ والی ہونے کے بعد شاور نے بڑی شہرت حاصل کی۔ اس کا اثر اتنا بڑھا کہ خود صالح اس سے ڈرنے لگا اور اسے معزول کرنا چاہا۔ لیکن اس کا کچھ بس نہ چلا اور اسے اپنے عہدے پر برقرار رکھنا ہی مناسب سمجھا۔

رزیک کا شاور کو برطرف کرنا ہی تھا کہ اس نے الواحات کا راستہ لیا اور وہاں سے ایک بڑی فوج جمع کرکے قاہرہ کا قصد کیا۔ رزیک اپنے غلاموں کو ہمراہ لے کر فرار ہو گیا۔ لیکن آخر کار گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ صرف دو سال اس کی وزارت رہی۔

۵۵۸ھ میں شاور قاہرہ پہنچا۔ عاضد کو مجبوراً اسے وزارت کا عہدہ اور امیر الجیوش کا لقب دینا پڑا۔ اس نے بنی رزیک کی تمام جائدادیں ضبط کرلیں اور عہدہ داروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی تنخواہ میں بہت اضافہ کیا۔ لیکن عاضد کا صاحب الباب ضرغام اس کا مخالف ہو گیا[۱] اور نو مہینے ہی میں اسے قاہرہ سے نکالدیا۔ ۵۵۹ھ میں شاور قاہرہ سے نکل کر شام کی طرف بھاگ گیا اور ضرغام اس کی جگہ وزیر مقرر کیا گیا۔ تقریباً ایک سال میں عادل۔ شاور اور ضرغام یہ تین وزیر مصر میں ہوئے۔

نور الدین کا شام سے مصر کو لشکر بھیجنا اور اس کا واپس ہونا

ماہ ربیع الاول ۵۵۹ھ میں شاور نے مصر سے بھاگ کر شام میں پناہ لی اور نور الدین محمود بن زنگی بن عماد الدین زنگی اتابک موصل کا مہمان ہوا۔ نور الدین نے اس کی بڑی خاطر و مدارات کی

---

[۱] ۔ صالح بن رزیک نے اپنے زمانے میں چند امرا کی ایک جماعت تیار کی تھی جو "برقیہ" کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا صدر ضرغام تھا جو خلیفہ کا "صاحب الباب" بھی تھا۔ یہ عہدہ بھی بڑے عہدوں میں شمار کیا جاتا تھا۔

اور بہت عزت و احترام سے اسے اپنے یہاں رکھا۔ شاور نے اسے مصر کی کمزور سیاسی حالت سے مطلع کیا اور اس سے یہ درخواست کی کہ اگر فوج سے اس کی مدد کی جائے تو وہ تین شرطوں کی پابندی کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ اسے بلادِ فاطمیہ کا ایک ثلث محصول ادا کرے گا دوسری یہ کہ وہ اس کا لشکر مع اس کے سپہ سالار شیرکوہ (اسدالدین) کے مصر میں رکھے گا اور تیسری یہ کہ وہ خود اس کے تحت رہ کر وزارت کا کام انجام دے گا۔ اسے یہ بھی باور کرایا کہ اگر وہ مصر فتح کرلے گا تو اسے صلیبیوں کے مقابلے میں بہت قوت حاصل ہو جائے گی۔ اس تجویز کو منظور کرنے میں نورالدین کو بہت پس وپیش ہوا۔ کبھی اسے یہ رغبت ہوتی تھی کہ مصر کو فتح کرنے سے اس کے ملک میں اضافہ ہو جائے گا اور کبھی اسے یہ خوف ہوتا تھا کہ شاور اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد وعدہ پورا نہ کرے گا۔ آخرکار ماہ جمادی الاول ۵۵۹ھ میں نورالدین نے شاور پر بھروسہ کرکے اس کے ساتھ اپنے سپہ سالار شیرکوہ (اسدالدین) کی ماتحتی میں ایک بڑا تر کی لشکر مصر روانہ کیا اور خود صلیبیوں کی طرف چلا تاکہ وہ لوگ شیرکوہ کو مصر جانے سے نہ روکیں۔ جب شیرکوہ طرابلس پہنچا تو ادھر سے ضرغام کا بھائی مصری لشکر لے کر اس کے مقابلے کے لیے نکلا۔ لیکن اسے شکست ہوئی اور ضرغام اور اس کا بھائی دونوں ہلاک ہوئے۔ شاور نے اپنا کھویا ہوا عہدہ دوبارہ حاصل کرلیا۔

وزیر بنتے ہی اس نے بہت ہوشیاری سے شیرکوہ کو قاہرہ کی حدوں کے باہر کردیا تاکہ وہ خود محفوظ ہو جائے۔ شیرکوہ نے شرط و معاہدہ کی تکمیل چاہی۔ اس نے ان کی پابندی سے انکار کردیا اور اب شیرکوہ کو ممالک فاطمیہ کی حدود سے نکال باہر کر دینے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر شیرکوہ ایسا کمزور نہ تھا کہ خاموشی سے شام واپس چلا جاتا وہ اپنے نام کے مطابق شیر ہی ثابت ہوا اور شاور سے انتقام لیے بغیر واپس نہ ہوا۔ اس نے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو لکھا کہ وہ بلبیس

اور ضلع شرقی پر قبضہ کر لے۔ شاور صلیبیوں کے بادشاہ امل ریک سے مراسلت کرنے پر مجبور ہوا تاکہ وہ اس کی مدد سے شامی فوج کا مقابلہ کر سکے۔ امل ریک تو ایسے موقع کا منتظر ہی تھا فوراً اپنا لشکر لے کر شاور کی مدد پر آ پہنچا۔ شامی فوج بلبیس کے اندر ہی جمی رہی۔ مصری اور صلیبی فوجوں نے باہر سے اس کا محاصرہ کیا جو تین ماہ تک جاری رہا۔ پھر بھی شامی فوج مغلوب نہ ہو سکی۔ اس اثنا میں صلیبیوں کو یہ خبر ملی کہ نورالدین شام میں ان کے ساتھیوں پر کامیابی حاصل کر رہا ہے اور حارم[1] پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ سخت پریشان ہوئے۔ امل ریک کو اپنا ملک بچانا تھا جو مشرق کی جانب سے ہمیشہ دشمن کی زد میں تھا۔ شیرکوہ بھی کچھ کم متفکر نہ تھا۔ رات دن مصریوں اور صلیبیوں سے لڑنا پڑتا تھا۔ غذا وغیرہ کے ذخیرے تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ اس لیے شیرکوہ اور شاور نے آپس میں صلح کر لی۔ یہ تصفیہ ہوا کہ شامی فوج بلبیس کا تخلیہ کر کے شام کو واپس جائے۔ چنانچہ شیرکوہ اپنے لشکر کے ساتھ مصری اور صلیبی فوجوں کی قطاروں میں سے گزرتا ہوا شام کو روانہ ہو گیا۔

مصر فتح کرنیکے لیے شامی فوج کی روانگی

گو اس وقت نورالدین شاور کے دھوکے میں آ گیا اور اس کی شامی فوج کو بغیر کسی فائدے کے واپس ہونا پڑا لیکن یہ مہم آئندہ واقعات کے لحاظ سے بہت مفید ثابت ہوئی۔ اس سے شیرکوہ کو بڑا تجربہ حاصل ہوا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حکومت فاطمیہ کی سیاسی حالت کتنی خراب ہو گئی ہے مصر میں ایسے "آدمیوں کا کال ہے جو کامیابی سے حکومت کر سکیں"، جہاں دیکھو وہاں سازش اور غداری کا بازار گرم ہے۔ ہر عہدہ دار نفاق اور خود غرضی کی مہلک بیماری میں مبتلا ہے خلیفہ

---

[1] حلب کے مضافات میں سے انطاکیہ کے آمنے سامنے یہ ایک مشہور قلعہ ہے (معجم البلدان ۲/۱۸۴)۔

کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ ان واقعات کی طرف شیرکوہ نورالدین کو بار بار توجہ دلاتا رہا۔ اکثر اس سے یہ کہا کرتا کہ اب مصر فتح کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ ملک گیری کا شوق اسے وقتاً فوقتاً ابھارتا رہا۔ خلیفۂ بغداد نے بھی اس کی ہمت افزائی کی۔ لیکن نورالدین نے اس مہم میں جلد بازی نہیں کی بلکہ مدت تک سوچتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ شیرکوہ مصر فتح کرنے پر تلا ہوا ہے تو اس نے ماہ ربیع الاول ۵۶۲ھ میں ایک بڑا لشکر جس میں شام کے متعدد امراء کے علاوہ دو ہزار چیدہ سوار بھی شامل تھے۔ شیرکوہ اور سلاح الدین کی ماتحتی میں مصر روانہ کیا۔ یہ دیکھتے ہی پھر شاور نے صلیبیوں کی مدد حاصل کی اور فوج کی تیاری کے لیے بہت سا روپیہ بھی بھیجا۔ یہ لوگ فلسطین سے روانہ ہوئے تاکہ شیرکوہ کو مصر فتح کرنے سے روکیں۔ شیرکوہ اس خوف سے کہ کہیں صلیبیوں سے راستے میں جھڑپ نہ ہو جائے ان کے مقبوضات کو دائیں جانب چھوڑتا ہوا اطفیح پہنچا جو دریائے نیل پر واقع ہے اور جہاں سے قاہرہ تقریباً چالیس میل رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد دریائے نیل عبور کر کے اس نے بلاد غربیہ پر قبضہ کر لیا۔ دریا عبور کرتے ہی اس نے دیکھا کہ املریک اپنی صلیبی فوج کے ہمراہ نیل کی مشرقی جانب اس کے سامنے پہنچ چکا ہے۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے دریائے نیل کی مختلف جانبوں پر سے گزرتی ہوئی قاہرہ کی طرف سرعت سے بڑھیں گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نیل پر شرط کھیل رہی ہیں۔ املریک نے اپنے خیمے فسطاط کے قریب لگائے۔ شیرکوہ بھی جیزہ میں ایک ایسے مقام پر ٹھیرا جو بالکل صلیبیوں کے خیمے کے روبرو تھا۔ ایک فوج دوسری فوج کی کارروائی کی منتظر رہی۔ اس اثنا میں املریک کو خود عاضد سے ملنے کا موقع مل گیا۔ وہ پہلے ہی سے شاور کی بد دیانتی اور دھوکے بازی سے واقف تھا۔ اس لیے اس نے خود خلیفہ سے باریاب ہو کر اپنا معاہدہ طے کر لیا جس کے شرائط یہ تھے کہ خلیفہ صلیبیوں کی مدد کے صلے میں دو لاکھ دینار اسی وقت ان کو دے۔ اور پھر اتنی ہی رقم کچھ مدت کے بعد ان کے لیے

فراہم کرے۔ اس موقع پر صلیبیوں کے سفیروں کی باریابی جو عاضد کے محل میں ہوئی اس کی مفصل کیفیت اسٹانلی لین پول نے لکھی ہے جس سے خلیفہ کے محل کی شان وشوکت اور اس کی ملاقات کے آداب پر روشنی پڑتی ہے۔

املریک کی عاضد کے محل میں باریابی

"نصرانی سفیروں کی باریابی حضرت اقدس میں جہاں بڑے پایے کے مسلمانوں سے بھی صرف چند ہی داخل ہو سکتے تھے ایک بے نظیر واقعہ تھا۔ لیکن املریک ہی کو ایسا موقع ملا کہ اس کو خود اپنے شرایط پیش کر سکنے کی اجازت حاصل ہو گئی۔ قیساریہ کا ہیو[1] اور جیوفری فلچر دی ٹمپلر[2] سفارت کے لیے منتخب کیے گئے۔ خود وزیر ان کو اپنے ساتھ مشرقی آداب ادا کرتے ہوئے محل میں لے گیا۔ پوشیدہ لمبے راستوں اور محفوظ دروازوں میں سے انھیں گزرنا پڑا جہاں قوی ہیکل حبشی سپاہیوں نے ننگی تلواروں سے ان کو سلامی دی۔ پھر وہ اوپر سے کھلی ہوئی ایک وسیع عمارت میں پہنچے جس کے اطراف سنگ مرمر کے ستونوں پر ٹکی ہوئی کمانیں تھیں۔ اس کی اندرونی چھتیں رنگ برنگ کے سنہری نقش ونگار سے جگمگا رہی تھیں۔ راستے پر پچی کاری کا فرش تھا۔ مسیحی امیروں کی نامانوس آنکھیں اس مذاق لطیف کو دیکھ کر جو کبھی ان کی نظروں سے گزرا نہ تھا تعجب سے کھل گئیں۔ انھیں سنگ مرمر کے فوارے۔ مختلف بولیاں بولنے والے اور حیرت انگیز رنگ برنگ کے پرندے نظر آئے جو مغربی دنیا کے لیے بالکل اجنبی چیزیں تھیں۔ ایک اور ہال میں پہلے سے بھی زیادہ نفیس اشیا دکھائی دیں۔ اقسام کے جانوروں کی تصویریں جنھیں کسی ماہر نقاش کا ہاتھ ہی اتار سکے یا

---

[1] Hugh of Caesarea

[2] Geoffrey Fulcher the Templar.

شاعر کا تخیل ایجاد کر سکے یا سونے والے کا خیال خواب میں اختراع کر سکے۔ واقعی یہ ایسی چیزیں تھیں جو مشرق اور جنوب کے ممالک ہی پیدا کر سکتے ہیں۔ مغرب نے انھیں نہ کبھی دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ آخر میں بہت سے چکروں کے بعد وہ سفیر تخت کے کمرے میں پہنچے۔ جہاں خادموں اور ان کے زرتار لباسوں سے ان کے مالک کی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی۔ تین دفعہ وزیر اپنی تلوار میان سے نکالے ہوئے خاکساری سے زمین پر اوندھا گر پڑا گویا وہ اپنے خدا سے التجا کرتا ہے۔ پھر فوری حرکت سے سونے اور جواہرات کے مرصع وزنی پردے ہٹائے گئے۔ اور سونے کے تخت پر شاہی لباس میں خلیفہ بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔[۱]

اس معاہدے کے بعد املریک نے دریائے نیل پر کشتیوں کا ایک پل بنوانے کی کوشش کی۔ مگر چونکہ دوسرے کنارے پر دشمن تھا یہ تجویز مفید معلوم نہ ہوئی۔ اس مقام سے کچھ آگے بڑھ کر اس نے اپنی فوج کو غربی کنارے پر اتارنے میں کامیابی حاصل کی۔ شیر کوہ غفلت میں رہا۔ بہت دیر کے بعد جب اسے یہ معلوم ہوا کہ دشمن اس کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ صعید کی طرف پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن املریک نے اسے موضع "بابان" پر جالیا۔ اسے اپنے جاسوسوں سے یہ خبر مل چکی تھی کہ صلیبی اور مصری تعداد میں بہت ہیں اس لیے اس نے اپنے سپہ سالاروں سے مشورہ کیا۔ سب نے متفق ہو کر کہا کہ اب لڑنے میں خیر نہیں ہے ہمیں نیل کو عبور کر کے اس کے مشرقی جانب چلا جانا چاہیے تاکہ ہم وہاں سے شام کی طرف لوٹ جائیں۔ کیونکہ اگر ہمیں اپنے موجودہ مقام پر شکست ہوئی تو ہمیں کوئی جگہ پناہ لینے کے لیے نہ مل سکے گی۔ مصری اور صلیبی ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے لیکن امیر برغش (شرف الدین) نے جو نور الدین کا ایک من چلا غلام تھا اِن

۱ـ S. Lane—Poole, p. 180 بحوالہ William of tyre.
Historia Rerium in Partibus Transmarinis Jestarum, Lib, XIX.
Cap 19,20

امرا کی رائے سے اختلاف کیا اور کہا کہ جو شخص قید اور قتل سے ڈرتا ہے اسے بادشاہ کی خدمت میں نہیں بلکہ اسے اپنی بیوی کے ساتھ گھر میں رہنا چاہیے۔ اگر ہم بلا جد وجہد کے ناکام واپس ہوں گے تو نور الدین ہماری زمینیں اور جائدادیں ضبط کرلے گا اور کہے گا کہ تم مسلمانوں کا مال تو خوشی سے لے لیتے ہو لیکن ضرورت کے وقت ان کے دشمنوں سے نہیں لڑتے۔ تم نے مصر کو کفار کے حوالے کر دیا۔ اور نور الدین کا یہ قول حق بجانب ہو گا۔ شیرکوہ نے یہ سن کر کہا "یہ رائے بہت درست ہے" اس کے بھتیجے صلاح الدین نے بھی اس کی تائید کی۔ پھر یکے بعد دیگرے دوسرے امیروں نے بھی اس پر اتفاق کیا۔

اس کے بعد شیرکوہ نے اپنی فوج مرتب کی اور صلیبیوں اور مصریوں پر حملہ کر کے حکمت عملی سے ان کو موضع البابان[1] پر شکست دی۔ تاریخ کا یہ واقعہ تعجب انگیز واقعات میں سے ہے کہ مختصر سے لشکر نے اتنی کثیر فوج پر فتح پائی۔ صلیبیوں اور مصریوں کو شکست دینے کے بعد شیرکوہ اسکندریہ کی جانب روانہ ہوا راستے میں جتنے شہر تھے سب پر قبضہ کر لیا اور اپنے بھتیجے صلاح الدین کو ان پر عامل مقرر کر کے خود صعید کی طرف بڑھا اور اسے اپنے زیر حکومت کر لیا۔

جو مصری اور صلیبی بابان کی لڑائی میں پسپا ہو گئے تھے وہ قاہرہ واپس ہو گئے اور از سر نو اپنا لشکر تیار کر کے اسکندریہ کو واپس لینے کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان لوگوں سے لڑنے کے لیے صلاح الدین نے شیرکوہ سے مدد طلب کی۔ شیرکوہ صعید سے ان کی مدد کے لیے روانہ ہوا لیکن شاور نے بعض ترکوں کو جو اس کے ساتھ تھے پھوڑ دیا تھا۔ لہذا جب صلیبیوں اور مصریوں نے صلح کی تجویز پیش کی تو اسے منظور کر لینی پڑی اور اسکندریہ سے اپنا قبضہ اٹھا لینا

[1] - ابن الاثیر ۱۱/۱۳۴ موضع البابان منیہ سے جنوب کی طرف دس میل دور ہے۔

پڑا۔ ۵۶۲ھ ماہ ذی قعدہ میں وہ دمشق واپس ہو گیا۔

صلیبی قاہرہ میں ۵۶۴ھ

شیر کوہ کے دمشق واپس ہونے کے بعد صلیبیوں اور مصریوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ صلیبیوں کا کچھ لشکر قاہرہ میں ٹھیرے اور شہر کے دروازوں پران کے سپاہی متعین کیے جائیں تاکہ نورالدین پھر شہر پر حملہ نہ کر سکے۔ اور ہر سال مصر کے محاصل سے ایک لاکھ دینار انھیں دیے جائیں۔ لیکن صلیبیوں کا لشکر بجائے اس کے کہ قاہرہ کی حفاظت کرتا خود اہل قاہرہ پر آفت ڈھانے لگا جس کی وجہ سے مصری گھبرا گئے۔ بلکہ اس لشکر کے سرداروں نے اپنے بادشاہ "مری" کو مصر پر حملہ کرنے کی ترغیب بھی دلائی[1] یہ کہلا بھیجا کہ مصری حکومت بہت کمزور ہو گئی ہے۔ مصر پر بہت آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ بادشاہ نے پہلے تو بہت پس و پیش کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ مصری اسے مصر پر حکومت کرنے نہ دیں گے۔ اپنی مدد کے لیے نورالدین کو ضرور بلائیں گے اور جب نورالدین کے قبضے میں مصر آجائے گا تو اسے بڑی قوت حاصل ہو جائے گی اور وہ ان کا پیچھا کر کے شام سے انھیں نکال دیگا۔ اسی فکر میں صلیبیوں کے بادشاہ نے کئی دن گزارے مگر آخر کار وہ راضی ہو گیا اور ایک فوج روانہ کی جس نے غرہ صفر ۵۶۵ھ کو بلبیس پر قبضہ کر لیا اور اپنی عادت کے مطابق قتل غارتگری اور لوٹ مار سے شہر کو برباد کر دیا۔ اس اثنا میں مصر کے چند امیروں نے جو شاور کے مخالف تھے صلیبیوں سے مراسلت کی تھی اور انھیں مدد دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا اس سے صلیبیوں کو مزید اطمینان ہو گیا۔ بلبیس سے آگے بڑھکر ۱۰ صفر کو انھوں نے قاہرہ کا محاصرہ کر لیا۔

---

[1] ابن خلدون ۱/۲۸ تاریخوں میں اس مقام پر کچھ اختلاف ہے۔ بعضوں نے لکھا ہے کہ صلیبیوں نے فتح پائی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ شیر کوہ کو کامیابی ہوئی۔

[2] ابن الاثیر ۱۱/۱۵۰

اہل قاہرہ کو صلیبیوں کے ان مظالم کی خبر پہنچ چکی تھی جو انھوں نے بلبیس پر ڈھائے تھے۔ اس لیے انھوں نے اپنے شہر میں ان کو داخل نہ ہونے دیا اگر صلیبی بلبیس میں اپنے نیک برتاؤ کی اچھی مثال قایم کرتے تو وہ آسانی سے قاہرہ میں بھی داخل ہو جاتے[۱] اور مصر میں بجائے ایوبی حکومت کے صلیبی حکومت قایم ہوجاتی مگر صلیبیوں نے اپنی تمام لڑائیوں میں اپنے آپ کو خونخوار۔ ظالم۔ حریص اور بدعہد ثابت کیا۔

شاور نے جب یہ دیکھا کہ صلیبی فسطاط کے قریب پہنچ چکے ہیں اور قاہرہ پر جلد حملہ کرنے والے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ فسطاط میں آگ لگا دی جائے تاکہ ان کو اس شہر میں پناہ نہ مل سکے اور وہاں کے باشندوں کو یہ ہدایت دی کہ وہ سب قاہرہ میں منتقل ہو جائیں۔ تقریباً ۵۴ دن تک فسطاط جلتا رہا۔ اس بربادی کے نشانات ابھی تک قاہرہ کے جنوبی جانب اینٹوں کے ڈھیروں میں پائے جاتے ہیں۔ باوجود اس مزاحمت کے صلیبیوں نے ہمت نہ ہاری۔ محاصرے کو برابر جاری رکھا۔ اہل قاہرہ پر سختیاں گزرنے لگیں۔ شاور نے اپنی فطرت کے مطابق پھر صلیبیوں سے حیلہ سازی شروع کی اور ان کے بادشاہ کو یہ کہلا بھیجا کہ "میرے اور تمھارے درمیان تو قدیم دوستی ہے۔ مجھے صرف عاضد اور نورالدین کا خوف ہے کہ کہیں وہ آپس میں اتفاق کرکے تمھارا مقابلہ نہ کریں۔ مصری بھی میرے مخالف ہو گئے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ بھی عاضد کے ساتھ مل کر نورالدین کو مدد کے لیے بلا بھیجیں اور مصر اس کے حوالے کر دیں۔ بہتر ہے کہ ہم آپس میں صلح کرلیں میں تمھیں دس لاکھ دینار دوں گا۔" شاور کا یہ طرز عمل خود غرضی پر مبنی تھا۔ اسے یہ خوف تھا کہ نورالدین اگر مصر میں پہنچ گیا تو اس کی وزارت باقی نہیں رہے گی۔[۲] صلیبیوں نے دیکھا کہ

---

[۱] جرجی زیدان $\frac{1}{265}$ ۔ [۲] ابن خلدون کے بعض روایتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شاور بھی نورالدین کو رد کے لیے بلانے کی تجویز میں شریک تھا۔ (ابن الاثیر $\frac{11}{5}$)

پہلے تو مصر فتح کرنا مشکل ہے اور اگر فتح بھی کر لیا تو پھر نور الدین ان سے لڑنے کے لیے نکل پڑے گا۔ اب دس لاکھ دینار انھیں ملتے ہیں۔ صلیبیوں کا بادشاہ بڑا لالچی تھا۔ اس کا یہ منشا تھا کہ یہ رقم حاصل کر کے پھر نور الدین کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائے۔ اس لیے اس نے شاور سے صلح کر لی اور اپنے لشکر کو مصر سے واپس ہو جانے کا حکم دیا۔ شاور نے ایک لاکھ دینار اسی وقت اُسے دیدیے اور باقی رقم ادا کرنے کا وعدہ کیا گو اس رقم کی فراہمی میں اس نے بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ کیونکہ فسطاط کے باشندے تو اپنا مال و متاع جل جانے سے پہلے ہی سے مفلس ہو گئے تھے۔ قاہرہ کی اکثر آبادی لشکریوں اور ان کے غلاموں کی تھی اس لیے ان سے بھی کچھ روپیہ اکٹھا نہ کیا جا سکا۔

مصر پر شیرکوہ کا تسلط اور شاور کا قتل ۵۶۴ھ

جس زمانے میں صلیبی قاہرہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور شاور ان سے صلح کے متعلق گفت و شنید کر رہا تھا عاضد بغیر شاور کے مشورے کے نور الدین سے مراسلت شروع کر چکا تھا اور اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر وہ ان کی مدد کرے تو اسے بلاد مصر کا ایک ثلث حصہ دیا جائے گا اور اس کے لشکر کو قاہرہ میں ٹھیرنے کی اجازت دی جائے گی۔ بلکہ عاضد نے تو اپنے خط کے ساتھ اپنے محل کی عورتوں کے بال بھی روانہ کیے جو اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب محل کی عورتوں کی آبرو بھی خطرے میں ہے اور نور الدین سے اس کی فریاد کی جاتی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی نور الدین کو کچھ تو صلیبیوں کی بدعہدی پر غصہ آیا اور کچھ تو مسلمانوں کی حالت زار پر غیرت آئی۔ وہ خود مصر روانہ ہو جاتا لیکن عراق کے معاملات نے اسے ایسا مصروف کر رکھا تھا کہ اسے موقع نہ ملا۔ اس دفعہ اس نے ایک بڑے پیمانے پر لشکر کی تیاری کی۔ اپنے مخصوص رسالے سے دو ہزار سپاہی چنے اور چھ ہزار بہادر ترکی سپاہیوں کی ایک فوج مرتب کی۔ اس عظیم الشان لشکر کا سپہ سالار اپنے سپہ سالار شیرکوہ کو بنایا اور اس کے ساتھ شام کے چند

با اثر امرا بھی بھیجے جن میں شیرکوہ کا بھتیجا صلاح الدین یوسف بن ایوب بھی شامل تھا۔ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ صلاح الدین نے اس مہم میں بہ رضا و رغبت حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ یہ مہم کچھ عرصے کے بعد اس کے خاندان ایوبی کی حکومت کا مقدمہ ثابت ہوئی۔ بہر حال نورالدین نے لشکر کو کامیاب بنانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ موضع "راس الما" تک جو دمشق سے ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے وہ خود فوج کی نگرانی کرتا رہا۔ دو لاکھ دینار اس کے مصارف کے لیے شیرکوہ کو دیے گئے اور ہر سپاہی کو روانگی کے وقت بیس دینار انعام دیا گیا۔

۱۵ ماہ ربیع الاول ۵۶۴ھ کو یہ مہم "راس الما" سے مصر روانہ ہوئی۔ بظاہر تو اس کا مقصد یہ تھا کہ صلیبیوں کے پنجے سے مصر کو آزادی دلائے لیکن نتیجہ خاندان ایوبی کا قیام تھا۔ شیرکوہ کی پہلی دو مہمیں اتنی کامیاب ثابت نہ ہوئیں لیکن ان سے جو تجربے ہوئے وہ ایسے اہم تھے جن کی وجہ سے یہ آخری مہم بارآور ہوئی۔ اس لشکر نوری کو قاہرہ میں داخل ہونے میں زیادہ معرکہ آرائی نہیں کرنی پڑی۔ صلیبیوں کا بادشاہ قاہرہ کے سامنے شاور سے اپنی باقی رقم وصول کرنے کے انتظار میں ٹھہرا ہی ہوا تھا کہ لشکر نوری اس صلیبی فوج کے دستے سے بچکر جو اُس کے مقابلے کے لیے روانہ ہوا تھا مصریوں سے مل گیا۔[۱] صلیبیوں کے لشکر کو بغیر کسی فائدے کے واپس جانا پڑا اور لشکر نوری مصریوں کو آزادی دلانے والوں کی حیثیت سے ۷ جمادی الاخریٰ ۵۶۴ھ کو مصر میں داخل ہو گیا۔ عاضد نے شکریہ کے طور پر شیرکوہ کو خلعت سے سرفراز کیا جسے پہنکر وہ اپنی فوج کے سامنے آیا۔ مصریوں نے بھی خوشی کے مظاہرے کیے۔ لشکر نوری کے سپاہیوں کو انعامات اور تحفے دیے

---

[۱] ابن خلدون مورخ ابن الطویر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ بھی روایت ہے کہ شیرکوہ کیساتھ صلیبی لڑے۔ لیکن اس نے اُن کو شکست دی اور انکی چھاؤنی لوٹ لی (ابن خلدون ج۴)

گئے۔ تمام شہروں میں یہ خوشخبری بھیجی گئی۔ جوں جوں قاہرہ میں شیرکوہ کا اعزاز بڑھتا گیا شاور کے حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ وہ اپنی ناراضی کا اظہار کھلم کھلا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ایک طرف تو لشکر نوری کی کثرت تھی۔ دوسری طرف خود عاضد شیرکوہ کا طرفدار تھا۔ مگر معاہدے کی شرائط کی تکمیل میں وہ جان کر دیر کرنے لگا۔ روزانہ شیرکوہ کے سلام کے لیے جایا کرتا اور اس سے وعدے کیا کرتا۔ پھر اس نے یہ عزم کر لیا کہ کسی دن شیرکوہ کو دعوت دیکر اسے قتل کرا دے لیکن اس کے بیٹے معروف بہ "کامل" نے اس کو اس فعل سے باز رکھا اور کہا کہ اگر ہم اس معاملے میں ذرا بھی قدم آگے بڑھائیں گے تو شیرکوہ ہمیں قتل کر دے گا شاور نے کہا "اگر ہم ایسا نہ کریں تو ہم خود ایک دن قتل کر دیے جائیں گے" اس کے بیٹے نے جواب دیا "آپ سچ کہتے ہیں اس حالت میں ہمارا قتل بہتر ہے کہ ہم اور ہمارے شہر کے لوگ مسلمان ہوں بمقابلہ اس کے کہ ہم اس حالت میں قتل کیے جائیں کہ ہمارے شہر کافروں کے قبضے میں آجائیں کیونکہ شیرکوہ کو اگر ہم مار ڈالیں گے تو پھر صلیبیوں کو کوئی روک نہیں سکے گا۔ وہ فوراً مصر پر قبضہ کر لیں گے۔ پھر اگر عاضد نے نورالدین سے مدد بھی مانگی تو نورالدین ایک سپاہی بھی نہیں بھیجے گا۔ یہ سُن کر وہ اپنے ارادے سے باز آیا۔

جب لشکر نوری نے دیکھا کہ شاور بد عہدی پر تلا ہوا ہے اور اپنے معاہدے کو پورا کرنے میں دیر کر رہا ہے تو صلاح الدین اور اس کے ساتھیوں نے اس کے قتل پر اتفاق کیا۔ شیرکوہ نے ان کو اس فعل سے روکا مگر انھوں نے نہ مانا۔ عاضد نے بھی مخفی طور پر ان کی تائید کی۔ آخرکار ایک دن موقع پا کر انھوں نے ۱۵ جمادی الآخری سنہ ۵۶۴ھ کو اسے قتل کر ہی دیا[1] اور اس کا سر عاضد کے پاس روانہ کیا۔ عاضد بہت خوش ہوا۔ اس کے بعد عاضد نے شیرکوہ کو اپنا وزیر بنایا اور "الملک المنصور" کا لقب دیا۔

---

[1] ۱۸ ربیع الآخر (ابن خلکان ۱/۲۲۰)۔

شیرکوہ نے بھی وفاداری کی قسم کھائی۔ تمام امور سلطنت اس نے اپنے ہاتھ میں لیے۔ اہل فسطاط کو اپنے شہر کی طرف بھیجا تاکہ وہ اسے جاکر آباد کریں اور ان کے پہلے عمل کو پسند نہیں کیا۔ سفیر جلیس ابن عبد القوی کو جو داعی الدعاۃ و قاضی القضاۃ کہلاتا تھا اپنے مذہبی عہدہ پر برقرار رکھا۔ اب شیرکوہ کا مصر میں کوئی حریف باقی نہ رہا۔

شیرکوہ کا انتقال ۵۶۴ھ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین کی وزارت ۵۶۵ھ

لیکن شیرکوہ زیادہ عرصے تک حکومت کا لطف نہ اٹھا سکا۔ چند ماہ کے بعد ہی ۲۲ر جمادی الاخری سنہ ۵۶۴ھ کو اسے داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔ وہ بڑا دانشمند حاکم تھا۔ اس کی دانشمندی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ اس نے اپنے انتقال کے وقت اپنے ساتھیوں کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ ہرگز قاہرہ نہ چھوڑیں اور اتفاق سے کام کریں۔ مگر اس کے بعد اس کے ساتھیوں نے وزارت کے لیے جھگڑا شروع کیا۔ ہر ایک نے شیرکوہ کی جگہ لینے کی دوڑ دھوپ کی۔ خوش قسمتی سے عاضد صلاح الدین کی طرف مائل ہوگیا کیونکہ وہ اپنے ہم چشم امیروں میں سب سے چھوٹا تھا۔ اس لیے عاضد نے اسے وزیر منتخب کیا تاکہ وہ اسے اپنے قابو میں رکھ سکے بلکہ کچھ دنوں بعد اس کے لشکر کو اپنی طرف مایل کرکے اسے مصر سے نکالدے۔ صلاح الدین نے اپنی ہوشیاری اور فیاضی سے مصریوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ جو امرا اس کے مخالف ہوگئے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ اس کے زیر اثر آگئے۔ نورالدین سے بھی اس نے اپنے تعلقات خوشگوار رکھے۔ اپنے آپ کو نورالدین کا نائب ہی لکھتا رہا۔ نورالدین اپنے خطوں میں اسے "امیر اسفہسلار" سے مخاطب کرتا تھا۔ اس کے بعد عاضد کی حکومت بالکل کمزور ہوگئی اور صلاح الدین ہی مصر کا حقیقی حاکم رہا۔ "دارالمعرفۃ"[۵۷] کو برخاست کرکے اس کی جگہ مدرسہ شافعیہ قایم

[۵۷] "دارالمعرفۃ" شاید "دارالعلم" یا "دارالحکمۃ" کا دوسرا نام ہو جو شیعی عقاید کی اشاعت کے لیے قایم کیا گیا تھا۔ کتاب الخطط میں تو "دارالمعونۃ" ہے (مقریزی ج ۲ ص ۱۷۵)۔

کیا۔ اسی طرح "دار الغزل" کو مدرسہ مالکیہ میں تبدیل کر دیا۔ شیعی قاضی معزول کر دیے۔ قاہرہ میں شافعی قاضی مقرر کیا[1] اس واقعے کے بعد گو عاضد تقریباً ڈیڑھ سال زندہ رہا مگر حکومت میں اس کا کوئی اثر باقی نہ تھا۔

صلاح الدین کے خلاف بغاوت اور عمارہ یمنی

جب صلاح الدین کی حکومت مصر میں مضبوط ہو گئی تو مصر کے شیعہ اس سے ناراض ہوئے۔ ان میں سے بعض اعلیٰ عہدہ دار مثلاً قاضی القضاۃ فاضل بن کامل۔ کاتب عبد الصمد۔ شاعر عمارہ یمنی (زبیدی) وغیرہ نے آپس میں اتفاق کیا کہ صلیبیوں سے مراسلت کی جائے اور ان کے ذریعے سے صلاح الدین اور اس کے لشکر کو مصر سے نکال دیا جائے۔ اس مہم کے لیے انھوں نے قصر کے ایک حبشی شیعی خادم کا انتخاب کیا جس کا نام نجاح اور لقب مؤتمن الدولہ تھا[2] اس شخص نے عاضد کی پرورش کی تھی اور اپنی بیٹی بھی اس سے بیاہ دی تھی۔ اسی کے ہاتھ میں قصر کا تمام کاروبار تھا اور یہی قصر کے خادموں کا صدر تھا۔ شیعوں کی تحریک پر اس نے صلیبیوں کو ایک خط لکھا مگر یہ خط راستے ہی میں پکڑا گیا۔ صلاح الدین نے اس خط کی تحقیقات تو کی مگر اس کے متعلق زیادہ کارروائی نہ کی کہ مبادا اہل قصر علانیہ طور پر اس کے مخالف ہو جائیں۔ مؤتمن الخلافہ کو خط کے فاش ہونے کا پتا لگ گیا۔ وہ کچھ دنوں مارے خوف کے باہر نہ نکلا۔ لیکن ایک روز جب وہ سیر کے لیے نکلا تو صلاح الدین نے اسے اپنے سپاہیوں کو بھیجکر مروا ڈالا۔ اس واقعے سے مصر کے دوسرے حبشیوں کا قومی جذبہ بھڑک اٹھا۔ تقریباً پچاس ہزار حبشی صلاح الدین کے لشکر سے لڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔ بین القصرین میں بڑی گھمسان کی

[1] ابن خلدون ۴/۷۹ اس قاضی کا نام صدر الدین عبد الملک بن درباس ہے (مقریزی ۲/۱۷۵)

[2] جوہر (مؤتمن الدولہ) مقریزی ۳/۴

لڑائی ہوئی۔ فریقین کے آدمی مارے گئے۔ صلاح الدین نے ان کا پیچھا کرکے انھیں زبردست شکست دی۔ ان میں سے جو حبشی بچ گئے تھے وہ جیزہ کی طرف بھاگے مگر وہاں بھی انھیں نجات نہیں ملی۔ صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے ان کو نہ چھوڑا۔ سوائے چند بھاگنے والے حبشیوں کے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا۔ جن شیعوں نے صلیبیوں کو مصر بلانے کی کارروائی کی تھی ان میں عاضد شامل نہ تھا۔ نہ اسے ان کی سازش کی اطلاع تھی اس لیے وہ بچ گیا۔ ورنہ صلاح الدین اسے بھی قتل کر دیتا۔[۱]

عاضد کا انتقال۔ دولت فاطمیہ کا خاتمہ اور اس کے اسباب۔ عباسیوں کا خطبہ مصر میں

جس دن نور الدین کو اپنے لشکر کی کامیابی کی خوشخبری ملی اسی دن سے اس کا یہ اصرار شروع ہوا کہ مصر میں بنو فاطمہ کا خطبہ موقوف کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ بنو عباس کا خطبہ رائج کیا جائے۔ لیکن صلاح الدین اس حکم کی تعمیل میں تاخیر کرتا رہا۔ بظاہر تو وہ یہ عذر کرتا تھا کہ کہیں اہل مصر پھر اس کے مخالف نہ ہو جائیں اور شیرکوہ کی تمام کوشش رائگاں ثابت نہ ہو۔ لیکن حقیقت میں اسے یہ خوف تھا کہ کہیں نور الدین مصر نہ پہنچ جائے اور اس کی حکومت نہ چھین لے۔ وہ چاہتا تھا کہ خلیفہ عاضد کی طرف سے مصر میں خود حکومت کرے اور اگر نور الدین آبھی جائے تو عاضد کو ساتھ لیکر اس سے مقابلہ کرے۔[۲] مگر جب نور الدین کا اصرار بڑھنے لگا تو اس نے اپنے ہمراہیوں سے مشورہ کیا۔ یہ تصفیہ ہوا کہ نور الدین کے حکم کی پابندی کی جانی چاہیے۔ مگر کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ منبر پہ چڑھ کر بنو عباس کا خطبہ پڑھے۔ اتفاق سے عجم کا ایک عالم فقیہ خبوشانی

۱۔ ابن الاثیر ۱۱/۱۵۵۔ ۲۔ ابن الاثیر ۱۱/۱۶۵ صلاح الدین کا جو خیال تھا وہی ٹھیک نکلا۔ اس کے اور نور الدین کے درمیان مخالفت پیدا ہو گئی (ابن الاثیر ۱۱/۱۶۶)۔
۳۔ نیسابور کے قریب خبوشان ایک چھوٹا سا شہر ہے (معجم البلدان ۳/۴۴۸)۔

جسے امیر عالم کہا کرتے تھے مصر آیا ہوا تھا۔ اس نے ماہ محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کو خطیب سے پہلے منبر پر جاکر بنو عباس کا خطبہ پڑھ دیا۔ حاضرین مسجد میں سے کسی نے کوئی مخالف آواز بلند نہ کی۔ صلاح الدین نے دوسرے جمعہ کو مصر اور قاہرہ کے خطیبوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجدوں میں بنو فاطمہ کے خطبے کی بجائے بنو عباس کا خطبہ پڑھیں۔ اس زمانے میں عاضد سخت بیمار ہو گیا تھا اور بستر سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ صلاح الدین نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے ایسی نازک حالت میں اپنے خاندان کے خاتمے کی اطلاع دی جائے۔ وہ بدنصیب بیہوشی میں عاشورہ کے دن ۵۶۷ھ میں دنیا سے چل بسا اور اسے خبر تک نہ ہوئی کہ اس کے خاندان کی حکومت کا نقش ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہے۔

دولت فاطمیہ کے زوال کا بڑا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پچھلے حکمران بنو عباس کے پچھلے حکمرانوں کی طرح عیش پسند اور آرام طلب ہو گئے۔ حکومت ان کی کم سنی اور اس کے بعد ان کی غفلت کی وجہ سے وزرا کے ہاتھوں میں چلی گئی[1]۔ جب تک یہ بلاد مغرب میں رہے ان کی سرگرمی برابر رہی۔ مصر سا زرخیز ملک ہاتھ آنے کے بعد ان کی دولت و ثروت بہت بڑھ گئی۔ شام بھی ان کے زیر حکومت آگیا۔ عراق کے شہروں میں بھی ان کا اثر نمایاں ہونے لگا۔ اب یہ حکمران اس وسیع ملک کی حفاظت کرنے کی بجائے اپنا جاہ و جلال بڑھانے میں مصروف ہوئے۔ عالیشان محلوں میں رہنے لگے۔ وزیروں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ ان کا اقتدار اتنا بڑھ گیا کہ انھوں نے اپنے لیے "ملک" کا لقب اختیار کیا۔ خلافت برائے نام رہ گئی۔

اس رسمی سبب کے علاوہ دولت فاطمیہ کے زوال کے اور اسباب بھی ہیں جن میں اول لشکر کی کمزوری ہے۔ اس کی مختلف جماعتیں،

---

[1] پچھلے حکمرانوں میں اکثر کم سن تھے، جب وہ مسند امامت پر آئے۔

آپس میں لڑنے لگیں چہ جائیکہ وہ بیرونی حملوں کو روکتیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں[1]۔ مستنصر کے زمانے میں گو حکومت نے کچھ ترقی کی اور سال بھر تک بغداد میں فاطمیین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا لیکن ملک کی اندرونی حالت اطمینان بخش نہ تھی۔ یازوری کی وفات کے بعد جو سنہ ۴۵۰ھ میں ہوئی تقریباً چالیس وزرا ایکے بعد دیگرے وزارت کے عہدے پر آئے۔ مستنصر کی ماں کے اثر سے فوج میں کثرت سے حبشی بھر گئے۔ ترکوں اور حبشیوں میں کئی معرکے ہوئے۔ فوج کا شیرازہ بکھر گیا۔ ترکی فوجوں نے خود اپنے امام مستنصر کے خلاف بغاوت کردی۔ اس سے سلجوقی ترکوں نے جو مذہبی مخالفت کے باعث فاطمیین کے سخت دشمن تھے خوب فائدہ اٹھایا اور سنہ ۴۶۱ھ سے ان کا پیچھا کرکے بیت المقدس اور دمشق پر قبضہ کرلیا۔ پھر کبھی دمشق فاطمیین کے قبضے میں نہ آسکا۔ مستنصر کے آخری عہد میں شام کے اکثر شہر بنو فاطمہ کی حکومت سے نکل گئے۔ اس موقع پر اگر سلجوقیوں کو کافی مدد بغداد سے پہنچتی تو دولت فاطمیہ اپنے اصلی خاتمے سے سو سال پہلے ہی ختم ہو جاتی[2]۔ بدر جمالی کے حسن انتظام سے کچھ عرصے تک فوج کی حالت درست رہی۔ لیکن مختلف عنصروں کے شامل ہو جانے سے[3] اس میں وہ قوت نہ آسکی جو بیرونی حملوں کا مقابلہ کر سکتی۔

سنہ ۴۴۴ھ میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعی مذہب کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہ دیا[1]۔ اس کے تیس سال بعد سنہ ۴۷۳ھ میں صلیحی کے انتقال سے بلادِ عرب میں فاطمی حکومت کا نشان تک نہ رہا۔

حاکم کی مذہبی سختیوں سے بھی زوال سلطنت کو مدد ملی۔ اس کے پوتے مستنصر کے بعد اسماعیلیہ فرقے میں دو جماعتیں ہو گئیں جس سے حکومت کی کمزوری اور بڑھی۔ آخرکار نزاریوں نے مستعلوی جماعت کے

---

[1] فصل ۱۸ (دولت فاطمیہ کے لشکر کی تاریخ)۔ [2] فصل ۱۸ (بلاد شام کی مضطرب حالت)۔ [3] ابن میسر صفحہ ۶۔

خلیفہ آمر کو قتل کر ڈالا۔ آمر کے بعد جو امام مستور (طیبؑ) کے چار نائب گزرے ان کے عہد میں تو اسماعیلی فرقے کا اتحاد نام کو بھی نہ رہا۔ ایک زمانہ ایسا آیا کہ وزیر ابو علی کتیفات نے حکومت کے اسماعیلی مذہب کو بدل کر اثنا عشری مذہب کا اعلان کر دیا۔ یہاں تک کہ "امام منتظر" کے نام کے سکے بھی جاری کر دیے[1]۔ کچھ دنوں تک تو لوگ اس انتظار میں رہے کہ آمر کی ایک بیوی کے یہاں جو اس وقت حاملہ تھی فرزند پیدا ہوگا لیکن امید کے خلاف لڑکی ہوئی اور خود حافظ جو پہلے ہی سے اعلان کر رہا تھا کہ میں پیدا ہونے والے امام کا نائب ہوں خلیفہ بن گیا۔ اس مذہبی اصول کے ٹوٹ جانے سے بہت سے اسماعیلیوں کے خیالات ایسے بدلے کہ وہ دوسرے مذہبوں کی طرف مایل ہو گئے۔

دولت فاطمیہ کے زوال کا سب سے آخری اور اہم سبب صلیبی لڑائیاں ہیں۔ اس موقع پر حکومت کو چاہیے تھا کہ دوسری ہمعصر اسلامی حکومتوں خاص کر بغداد کے حکمراں سلجوقیوں سے اتحاد پیدا کر کے نصاریٰ کا مقابلہ کرتی مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ اپنی غرض کے لیے ان سے مل گئی۔[2] نتیجہ یہ نکلا کہ وہ خود عاضد کے عہد میں صفحۂ ہستی سے مٹ گئی۔

بنو فاطمہ کے قصر اور کتب خانہ کا انجام

عاضد کی آنکھ بند ہوتے ہی صلاح الدین نے قصر فاطمی پر قبضہ کر کے اس کی نگرانی پر امیر بہاؤ الدین قراقوش کو مقرر کیا۔ خلفا کے جتنے رشتہ دار اس میں رہتے تھے ان سب کو قید کر لیا۔ مردوں کو عورتوں سے ملنے جلنے کی ممانعت کر دی تا کہ پھر کوئی فاطمی خلیفہ پیدا ہو کر خلافت کا دعویٰ نہ کر سکے۔ قصر کے جو اہرات اور سب قیمتی چیزیں باہر نکالی گئیں۔ ان چیزوں کی حیرت انگیز تفصیل ایک الگ فصل میں بیان کی گئی ہے[3]۔ کتب خانہ فاطمیہ کی نایاب اور بیش قیمت کتابیں قاضی عبدالرحیم

---

[1] فصل ۲۱ (احمد کی وزارت کا نتیجہ)۔ [2] فصل ۲۲ (صلیبی قاہرہ میں)۔ [3] فصل (۳۰)

کے سپرد کی گئیں۔ ان میں سے بہت سی تو مذہبی تعصب کے سبب تلف کر دی گئیں یہاں تک کہ بعض کتابوں کی جلدوں سے جوتیاں بنائی گئیں۔ یہ اس وجہ سے کہ ان میں اسمٰعیلی عقیدے درج تھے[1] بہرحال صلاح الدین کے ترکی لشکر نے جس جہالت۔ تعصب اور بے دردی سے قصر فاطمی کے ذخیروں کو برباد کیا وہ نہایت افسوس ناک واقعہ ہے۔ ان چیزوں میں ایک نایاب طبل بھی تھا جس کا ذکر حافظ کے عہد میں گزر چکا ہے۔ کتبخانے کی کیفیت بھی ایک علٰحدہ فصل میں ملے گی[2]

دولت مصر کے زوال کے بعد فاطمیین کی دعوت کا سلسلہ

عاضد کے بعد ۵۶۹ھ میں چند اسمٰعیلیوں نے مصر میں اس کے بیٹے داؤد بن عاضد کی بیعت کی۔ یہ خبر سنتے ہی صلاح الدین نے ان اسمٰعیلیوں کو مروا ڈالا اور داؤد کو زندگی بھر قید میں رکھا۔ کچھ عرصے کے بعد عاضد کا پوتا محمد بن عبد اللہ بن عاضد نے شہر فاس (مغرب) میں مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ اسے بھی سولی پر چڑھایا گیا۔

ہم نے مستنصر کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ کس طرح اس کے بڑے بیٹے نزار کے داعی حسن بن صباح نے مصر سے نکل کر "الموت" کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ اس کی دعوت بھی آہستہ آہستہ حکومت کا رنگ اختیار کرتی ہوئی تقریباً ڈیڑھ سو سال تک عراق میں جاری رہی۔ آخر تاتار ۶۵۵ھ میں ہولاگو نے بنو عباس کی حکومت کے ساتھ اس حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ہز ہائنس آغا خاں جو آج کل فرقہ نزاریہ کے امام ہیں ان کا یہ دعوی ہے کہ وہ نزار کی نسل سے اس زمانے میں امام ہیں۔ اس فرقے کی تاریخ کے لیے ایک جداگانہ فصل خاص کی گئی ہے[3]

یمن میں جو فاطمیین کے داعی تھے انھوں نے ظہور کے آخری

---

[1] مقریزی ۲/۲۵۵۔ [2] فصل ۲۹۔ [3] فصل ۳۱۔

امام آمر کی وفات کے بعد اس کے بیٹے "طیب" کے نام سے اپنی دعوت جاری رکھی۔ اس کے تفصیلی واقعات آیندہ فصل میں لکھے جائیں گے۔[1] حاکم کے عہد میں جو "فرقہ دروزیہ" کا آغاز ہوا اس کا مفصل بیان ایک الگ فصل میں ملے گا۔[2]

---

[1] - فصل (۲۵)
[2] - فصل (۳۱)

فاطمین مصر کے دینار

(۱) دینار معز - مصر سنہ ۳۵۹ھ

(۵) دینار مستنصر - مصر سنہ ۴۳۹ھ

(۲) دینار عزیز - مصر سنہ ۳۶۶ھ

(۶) دینار مستعلی - طرابلس سنہ ۴۹۵ھ

(۳) دینار حاکم - مصر سنہ ۴۰۶ھ

(۷) دینار امام منتظر - قاہرہ سنہ ۵۲۶ھ

(۴) دینار ظاہر - مصر سنہ ۴۱۵ھ

(۸) دینار عاضد - قاہرہ سنہ ۵۶۴ھ

پریس جامعہ عثمانیہ

مقابل صفحہ (۳۵۴)

فصل (۲۵)

دولت فاطمیہ کی مستعلوی دعوت کا مصر سے یمن میں منتقل ہونا۔

اسماعیلی طیبی دعوت کی یمن میں منتقلی

دنیا کی حکومتوں کے دستور کے موافق دولت فاطمیہ کا زوال بھی آپس کی خانہ جنگیوں سے ہوا۔ مستنصر کے دو بیٹوں نزار اور مستعلی کے درمیان امامت کے لیے جو جھگڑا ہوا اس کی کیفیت گزر چکی ہے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے امام برحق ہونے کا مدعی تھا۔ مصر میں نزاری اور مستعلوی یہ دو جماعتیں ایک دوسرے کی بیخ کنی کی کوشش کرنے لگیں۔ آخر کار نزاریوں نے آمر کو قتل کر ڈالا۔ ان لوگوں کی قوت اتنی بڑھ گئی کہ مستعلوی دعوت کے حدود (ارکان) ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ انھیں اپنے کم سن امام طیب کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے روپوش ہو جانا پڑا[1]۔ اس وقت سے مستعلوی دعوت کے ارکان کا سیاسی اقتدار بالکل جاتا رہا۔ وہ ظاہری تخت و تاج سے محروم ہو گئے۔ اب صرف

[1] ۔ فصل ۲۱ (امام طیب کا مستور کیا جانا)۔

ان کا مذہبی اثر باقی رہا جیسے انھوں نے یمن میں ترقی دی۔ گویا اب ان کے ائمہ کے ظہور کا زمانہ ختم ہو گیا اور پھر ستر کا دور شروع ہوا جسطرح مہدی کے ظہور کے قبل تھا۔ اس لیے اب ان کی تنظیم کو اسماعیلی نزاری دعوت کے مقابلے میں اسماعیلی طیبی دعوت کہنا بجا ہو گا تاکہ آیندہ کے واقعات سمجھنے میں غلط فہمی نہ ہو۔

یوں تو خلیفہ ظاہر کے زمانے سے دولت فاطمیہ میں کمزوری نمایاں ہو گئی تھی۔ اس کے بعد مستنصر نے اپنے آخری زمانے میں یہ محسوس کر لیا کہ اس کا بڑا بیٹا نزار اس کے چھوٹے بیٹے مستعلی کا مقابلہ کرے گا اور اب دولت فاطمیہ دیرپا نہ رہ سکے گی۔ اس لیے اس نے اپنی دعوت کو یمن میں اس غرض سے منتقل کرنے کی تمہید کی کہ اگر دولت فاطمیہ کا سیاسی اقتدار مصر سے زایل بھی ہو جائے تو کم سے کم اس کا مذہبی اثر کسی اور مقام پر ہی باقی رہے۔ اس کے لیے یمن منتخب کیا گیا۔

یمن کے انتخاب کا سبب

اس انتخاب کا پہلا سبب یہ ہے کہ اسماعیلیوں کے نزدیک ایک حدیث شریف کے لحاظ سے یمن بہت مبارک اور مقدس علاقہ سمجھا جاتا ہے[1] دوسرا سبب یہ ہے کہ یمن میں شیعی مذہب کی تحریک قدیم زمانے سے جاری رہی ہے۔ عبداللہ بن سبا جس نے اسلام کی ابتدا میں مذہب اہل بیت کی تبلیغ میں بہت کچھ حصہ لیا صنعا (یمن) کا باشندہ تھا۔ بسر بن ارطاط نے جب یمن فتح کیا تو تمام یمن والوں نے اس کی اطاعت کی لیکن ہمدان اور حمیر کے قبیلوں نے بنو امیہ کی حکومت تسلیم نہیں کی۔ یہ قبیلے جبل شبام کو اپنی پناہ گاہ بنا کر دوسرے قبیلوں سے الگ تھلگ رہے۔

طیبی دعوت سے پہلے یمن میں اسماعیلی دعوت

تیسرا سبب یمن کو منتخب کرنے کا یہ ہے کہ فاطمیین کے ظہور کا آغاز اسی علاقے سے

[1] فصل ۱۸ (یمن اور حجاز کی فتح)

ہوا۔ امام حسین (مستور) نے اپنے داعی ابو القاسم حسن بن فرح بن حوشب کو ۲۶۸ھ میں عدن لاعہ بھیجا۔ اس سے پہلے یمن میں جو اسماعیلی داعی تھا اس کا نام احمد بن خلیع تھا۔ داعی ابو القاسم اسی کے گھر میں ٹھہرا اور اسی کی بیٹی سے شادی بھی کر لی۔ یہی وہ شخص ہے جس کے بھتیجے کو داعی ابو القاسم نے تبلیغ کے لیے سندھ روانہ کیا۔ بہرحال لگاتار دو سال کی ان تھک کوششوں کے بعد اس داعی نے ۲۷۰ھ میں بنو موسی (افراد قبیلہ ہمدان) کی مدد سے صنعا فتح کیا اور بنی یعفر کو وہاں سے نکال باہر کیا۔ اس لیے یہ داعی منصور الیمن کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس نے کئی اور داعی تیار کیے جن میں مشہور ابو عبد اللہ حسین بن محمد بن زکریا ہے جو شیعی کے لقب سے مشہور رہے اور جس نے بلاد مغرب فتح کر کے امام مہدی کو ظاہر کیا۔ داعی ابو الحسن (منصور الیمن) کا ایک بیٹا یا پوتا جعفر تھا جس نے اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا۔ یہ بلاد مغرب کی طرف چلا گیا اور علوم باطنیہ میں اتنی ترقی کی کہ یہ امام مہدی کا "باب الابواب" بن گیا۔ یہ رتبہ امام کے رتبے کے بعد اور دعوت کے تمام رتبوں سے اعلی اور افضل سمجھا جاتا ہے۔

ابو القاسم حسن بن فرح بن حوشب کے بعد اسماعیلی دعوت کا سلسلہ یمن میں جاری رہا۔ فاطمیین مصر ہمیشہ اس علاقے میں اپنے داعی بھیجتے رہے ہے۔ داعی ادریس نے اپنی تاریخ "نزہتہ الافکار" میں جس سلسلے سے ان کے نام بتائے ہیں اسی سلسلے سے وہ یہاں درج کیے جاتے ہیں [1]

(۱) داعی عبد اللہ بن عباس جو منصور الیمن کے زمانے میں مغرب بھیجا گیا۔ جہاں اس نے دعوت کی اشاعت میں بڑی کامیابی حاصل کی۔ اس کے بعد وہ یمن واپس ہوا اور منصور الیمن کے انتقال کے بعد اس کا

[1] ۔ داعی ادریس نے ان داعیوں کے نہ سنین وفات بتائے اور نہ ان کی کارگزاریوں کی تدتیں۔

جانشین ہوا (۲) داعی یوسف بن ابی الطفل (۳) داعی عبداللہ بن بشیر القبطی جسے خلیفہ عزیز نے داعی مقرر کیا (۴) داعی محمد بن احمد بن العباس جس کا تعلق شاور سے تھا (۵) داعی ہارون بن محمد قداحی جسے خلیفہ حاکم نے دعوت کا صدر بنایا (۶) داعی یوسف بن احمد الحمیری۔ باشندہ جبل شبام (۷) داعی سلیمان بن عبداللہ الرواحی جو خلیفہ مستنصر کے عہد میں یمن کا داعی تھا۔

صلیحی خاندان کی ابتدا

داعی سلیمان بن عبداللہ الرواحی نے علی بن محمد صلیحی کو اسماعیلی دعوت کی تعلیم دی۔ اس نے ایسی ترقی کی کہ آہستہ آہستہ یمن کے اکثر شہر فتح کر لیے اور اپنے استاد سلیمان کا جانشین بنا۔ اس کے فتوحات کی تفصیل گزر چکی ہے۔[۱]

احمد (مکرم) بن علی بن محمد صلیحی

مکۂ معظمہ کو روانہ ہوتے وقت صلیحی نے اپنے بیٹے احمد کو صنعا میں چھوڑ دیا تھا۔ یہ لڑکا اس کے قتل کے بعد اس کا جانشین بنا۔ اس کی ماں اسما بنت شہاب نے اسے خفیہ طور پر اطلاع دی کہ اس کا باپ صلیحی قتل ہو گیا ہے اور وہ خود گرفتار کر لی گئی ہے۔ یہ سنتے ہی احمد نے فوجیں جمع کیں اور اپنی ماں کو چھڑانے اور شہر زبید کو واپس لینے میں کامیاب ہوا۔ صنعا پر عمران بن فضل کو والی مقرر کر کے احمد خود اپنے مستقر جبلہ کو چلا گیا۔ اس مقام کو مستقر بنانے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ یہاں سے تمام شہروں کی نگرانی اچھی طرح ہو سکتی تھی۔[۲] چونکہ زبید کی لڑائی میں اس نے سردی کھائی تھی اس لیے یہ فالج کی شکایت میں مبتلا ہو گیا اور ملکی معاملات سے سبکدوش ہو کر ۴۷۷ھ میں موضع تعکر میں وفات پائی۔

سیدہ حرہ ملکہ اروی بنت احمد بن محمد بن قاسم صلیحی

بیماری کے زمانے میں احمد نے ملک کی حکومت اپنی بیوی کو جو سیدہ حرہ ملکہ کے نام سے

---

[۱] ۔ فصل ۱۸ (حجاز۔ یمن اور عراق میں بنو فاطمہ کی حکومت)

[۲] ۔ عیون الاخبار ۷/۱۹۳ ۔ معجم البلدان ۲/۲۷ اس کا بانی علی بن محمد صلیحی کا بھائی عبداللہ تھا۔

مشہور رہے سو تپ دی۔ یہ بڑی عالمہ۔ فاضلہ اور عاقلہ تھی۔ پردے میں بیٹھ کر بڑے بڑے داعیوں کو درس دیتی تھی۔ نہایت دلیر۔ عالی ہمت اور حوصلہ مند تھی۔ زہد و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہونے کے علاوہ سیاسی امور میں بھی اسے کافی دستگاہ تھی۔ انہی اوصاف کے باعث خلیفہ آمر نے اسے حجت کا اہم عہدہ دیا[1]۔ اور یمن کے ضلع کے علاوہ ہند اور سندھ کی دعوت کا انتظام بھی اس کے سپرد کیا[2]۔ اپنے شوہر کے انتقال تک اسی نے حکومت کا کام انجام دیا۔ اس کی وفات کے بعد مستنصر نے اس کے چھوٹے بیٹے علی کو جو عبد المستنصر کہلاتا تھا اس کی جگہ دی۔ اس کی کم سنی کی وجہ سے امیر سبا بن احمد صلیحی اس کا ولی مقرر کیا گیا۔ اب سیدہ اور سبا دونوں مل کر حکومت کے فرایض انجام دینے لگے۔ عبد المستنصر نے زیادہ عمر نہ پائی۔ چند سال بعد اپنی ماں سیدہ کی زندگی ہی میں وہ دنیا سے چل بسا۔ سعید (احول) کا بھائی جیش جو ہندوستان بھاگ گیا تھا واپس ہوا اور کچھ فوج جمع کر کے سیدہ کا مقابلہ کیا۔ ۵ ذی الحجہ ۴۸۷ھ میں ایک لڑائی ہوئی جس میں جیش نے کامیابی حاصل کی اور زبید اسماعیلیوں کے ہاتھ سے پھر نکل گیا[3]۔

امیر سبا بن احمد صلیحی اور سلطان عامر بن سلیمان رواحی

امیر سبا بن احمد صلیحی اور علی بن محمد صلیحی کے استاد سلیمان بن عبد اللہ کے بیٹے عامر کے درمیان ایسی ان بن ہوئی جو بڑھتے بڑھتے آخر میں دولت صلیحیہ کی تباہی کا باعث ہو گئی۔ اس موقع پر خلیفہ

---

[1] - عیون الاخبار ۷/۲۱۰ ۔ [2] - سندھ گو ہندوستان ہی کا ایک علاقہ ہے لیکن اسماعیلیوں کے نزدیک اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ ممکن ہے اس کا سبب یہ ہو کہ ہندوستان میں سندھ پہلا علاقہ ہے جسے مسلمانوں نے فتح کیا اور سندھ میں قدیم زمانے سے اسماعیلی دعوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔

[3] - عیون الاخبار ۷/۲۱۱ ۔

مستنصر نے اپنی عقلمندی سے یمنی دعوت کو بچانے کے لیے خاندان صلیحی کے امیروں کو ۸۹ھ میں کئی خطوط لکھے جن کی وجہ سے سبا بن احمد اور عامر بن سلیمان مل گئے[1] ۴۹۱ھ میں امیر سبا کا انتقال ہوا۔ اس کے ایک سال بعد سلطان عامر نے بھی وفات پائی۔ اس لیے سیدہ نے مفضل بن ابی البرکات کو اپنا مددگار بنایا جس نے بڑی دیانت داری سے دعوت کی خدمت انجام دی۔ اس کے انتقال کے بعد جو ۵۰۴ھ میں ہوا سیدہ نے خود حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ خلیفہ آمر نے اپنے عہد میں علی بن نجیب الدولہ کو مصر سے کچھ فوج دے کر سیدہ کی مدد کے لیے یمن بھیجا۔ اس نے اسماعیلی علاقوں میں بغاوتوں کو فرو کر کے امن و امان قایم کیا۔ مگر کچھ دنوں بعد یہ خود سیدہ کا مخالف ہو گیا۔ اس لیے خلیفۂ آمر نے اسے مصر واپس بلا لیا۔

سیدہ کی وفاداری اور اس کا انتقال حافظ (عبد المجید) کا رسوخ یمن میں

سیدہ اپنے شوہر احمد کے بعد تقریباً ۵۰ سال تک یمن کے بعض شہروں پر حکمران رہی۔ ۵۳۱ھ میں اس نے وفات پائی اور قریہ ذوجبلہ کی جامع مسجد میں جو خود اسی نے بنوائی تھی دفن کی گئی۔ اپنے انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے اس نے ایک وصیت نامہ لکھا جسے داعی ادریس نے بعینہٖ اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ اس وصیت نامے سے پتا چلتا ہے کہ سیدہ کے پاس بے شمار دولت تھی۔ زیورات اور جواہرات کی فہرست تقریباً دس صفحوں پر مشتمل ہے۔ اس وصیت پر عمل کرنے کے لیے سیدہ نے سلطان احمد بن ابو حسین صلیحی کا انتخاب کیا۔ اسے خدا اور رسول کا واسطہ دیکر یہ تاکید کی کہ میں نے جتنا مال و اسباب اپنے وصیت نامے میں درج کیا ہے وہ سب امام کے باب کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کر دیا جائے۔

---

[1] عیون الاخبار ۷ / ۲۱۶-۲۲۸

سیدہ کو اپنی زندگی میں بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بڑی محنت و جانفشانی سے اس نے طیبی دعوت کی خدمت انجام دی۔ اس کے انتقال سے چند سال پہلے حافظ نے اس سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی اور اُسے اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ امام طیب کی دعوت کو چھوڑ کر اس کی امامت تسلیم کرلے۔ لیکن سیدہ نے وفاداری سے کام لیا اور حافظ کے خط کا یہ جواب لکھا:-

"میں احمد کی بیٹی ہوں۔ کل تک تو اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین لکھتا رہا اور آج امیر المومنین لکھتا ہے"[1]

گو سیدہ اور اس کے چند مددگار ثابت قدم رہے لیکن حافظ کے داعی قاضی رشید احمد بن ابراہیم بن زبیر غسانی کو یمن میں بڑی کامیابی ہوئی۔ اکثر یمنی سلاطین طیبی دعوت کو چھوڑ کر حافظ کا کلمہ پڑھنے لگے۔ سلطان سبا بن ابی السعود الزرعی الجشمی نے بھی اس کی طرفداری کا اعلان کردیا گو اس سے پہلے وہ طیبی دعوت میں شریک تھا۔ اس کے بعد طیبی دعوت سیاسی میدان میں نہ آسکی۔ صرف اس کا مذہبی اثر باقی رہا جو ابھی تک موجود ہے۔

داعی خطاب بن حسن ہمدانی سیدہ نے اپنے سوتیلے بھائی خطاب کو داعی البلاغ مقرر کیا تھا۔ اس نے طیبی دعوت کی اشاعت میں بڑا حصہ لیا۔ یہاں کہ اس نے خلیفہ آمر کے نام کا سکہ بھی یمن میں جاری کردیا۔ تقریباً چودہ سال تک صلیحیوں کی مدد سے یہ اپنے بھائی سلیمان بن حسن کا مقابلہ کرتا رہا جو حافظ کی طرف ہوگیا تھا۔ آخر میں سلیمان پر غالب آیا اور اسے موضع حریث میں قتل کردیا۔ لیکن سلیمان کے بیٹوں نے اپنے باپ کے انتقام میں خطاب کو

[1] حافظ اپنے ابتدائی زمانے میں اپنے آپ کو ولی عہد المسلمین لکھا کرتا تھا۔ جب اسے استقلال نصیب ہوا تو خلافت کا دعوی شروع کیا اور اپنے آپ کو امیر المومنین لکھنے لگا (عیون الاخبار ۷ ۔ ۴۴)

۵۳۲ھ میں مار ڈالا۔ یہ دونوں بھائی اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔[۱]

صلیحی خاندان کا خاتمہ۔ طیبی دعوت کے سیاسی اقتدار کا زوال

سیدہ کی زندگی تک تو طیبی دعوت کا کچھ سیاسی اقتدار یمن میں باقی رہا۔ پھر اس دعوت کی سیاسی قوت جاتی رہی گو بعض داعیوں کی ائمہ زیدیہ سے کچھ لڑائیاں ہوئیں اور چند قلعے بھی فتح کیے۔ لیکن مستقل طور پر ان کے قبضے میں یمن کا کوئی شہر نہ رہا۔ صلیحی خاندان جس کی بنیاد مستنصر کے زمانے میں پڑی اس کا خاتمہ سیدہ ہی پر ہوا۔ اس کے بعد دعوت طیبیہ میں جو داعی گزرے ان کی کوششیں صرف مذہبی دائرے تک محدود رہیں۔ یہاں سے اسماعیلیوں میں دعاۃ مطلقین کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

دعاۃ مطلقین

اسماعیلیوں کے دعوتی نظام میں چند داعی ایسے ہوئے جو اہل سیف کہلائے۔ ان کے ہاتھ میں ملک کی حکومت آئی۔ اور یہ سیاسی امور انجام دیتے رہے۔ بعض داعی اہل قلم ہوئے جنھوں نے امور مذہبی کے صدر ہونے کی حیثیت سے شرعی خدمتیں انجام دیں۔ بلحاظ مصلحت کبھی ایک ہی داعی سیف و قلم کا مالک ہوا اور سیاسی و مذہبی دونوں فرایض انجام دیتا رہا۔ ایسے داعیوں میں مستنصر کا وزیر بدر الجمالی[۲]۔ داعی صلیحی اور سیدہ زیادہ مشہور ہیں[۳]۔
پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مستنصر نے یہ محسوس کر کے کہ اب دولت فاطمیہ کے زوال کا زمانہ قریب آگیا ہے اور دور ستر کی ابتدا کے آثار نمودار ہو چکے ہیں ایک شخص مسمی لمک بن مالک حماوی کو یمن کی دعوت کے لیے

۱۔ عیون الاخبار $\frac{7}{365}$
۲۔ فصل ۱۸ (بدر الجمالی کا مصر میں ورود)۔
۳۔ مزید تفصیل فصل (۲۵) میں ملے گی۔

آمادہ کیا۔ یہ وہی شخص ہے جسے صلیحی نے قاصد بنا کر یمن سے بھیجا تھا کہ وہ مستنصر سے اس کے مصر آنے کی اجازت حاصل کرے لیکن مستنصر نے اُسے اپنے پاس روک لیا اور اسے اپنے مشہور داعی ہبۃ اللہ بن موسیٰ معروف بہ موید شیرازی کے سپرد کیا جو اس زمانے میں فارس سے آکر مصر میں ٹھیرا تھا۔ موید شیرازی نے اسے کئی سال تک مذہبی تعلیم دی[1]۔ جب وہ فارغ التحصیل ہو گیا تو مستنصر نے اسے داعی البلاغ کے رتبے پر سرفراز کر کے ۴۷۳ھ میں یمن روانہ کیا[2] تاکہ وہ دور ستر کی تمہید کرلے۔ یہ داعی اہل قلم سے تھا۔ یمن کے علاوہ ہند اور سندھ کی دعوتوں کا کام بھی اسی کے تفویض کیا گیا۔ گویا یمن میں ضرورت کے لحاظ سے دو سلسلے جاری کیے گئے۔ ایک سلسلہ اہل سیف کا جو داعی صلیحی سے شروع ہو کر سیدہ اور خطاب پر ختم ہوا اور دوسرا سلسلہ اہل قلم کا جس کی ابتدا مستنصر کے زمانے میں داعی لمک بن مالک حمادی سے ہوئی۔ ۵۱۰ھ میں اس کے انتقال کے بعد سیدہ نے آمر کے حکم سے یحییٰ کو اس کا جانشین کیا۔ ۵۲۰ھ میں یحییٰ کے انتقال کے بعد پھر سیدہ نے آمر کی اجازت سے ذوئیب بن موسیٰ کو داعی مطلق بنایا جو دعاۃ مطلقین کا پہلا داعی ہے۔ تقریباً ۵۳۳ھ تک یعنی سیدہ کے بھائی خطاب کی وفات تک یمن میں دونوں سلسلے پہلو بہ پہلو جاری رہے ان کے داعی ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے۔ فاطمیین مصر کی جانب سے ان کا تقرر ہوتا تھا۔ داعی خطاب کے بعد جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے اہل سیف کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ یعنی یمن میں طیبی دعوت کی سیاسی قوت زائل ہو گئی۔ پھر اہل قلم کا سلسلہ شروع ہوا جن کی سرگرمیاں صرف مذہبی دائرے تک محدود رہیں۔ یہ لوگ دعاۃ مطلقین کہلاتے ہیں

پہلا داعی مطلق ذویب بن موسیٰ ۵۲۰-۵۴۶ھ	ذوئب دعاۃ مطلقین کا پہلا داعی ہے۔ اس کے عہد میں امام طیب مستور ہوئے جس

---

[1] ۔ اس اہم واقعے کا "السیرۃ المویدیہ" میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

[2] ۔ علی بن محمد صلیحی کے قتل کی خبر مستنصر کو پہنچی۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے لمک کو یمن روانہ کیا۔ (موسم بہار ۳/۴۶)

کے ستر کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔[لہ] یہ لوگ امام طیبؑ اور ان کے جانشینوں کی جو یکے بعد دیگرے قایم ہوتے رہیں گے نیابت کرتے ہیں۔ اسماعیلیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام طیبؑ گو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں لیکن انتقال کے وقت اپنے بیٹے کو اپنا خلیفہ بنا گئے ہوں گے۔ اور ان کے بیٹے نے اپنی وفات کے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین بنایا ہوگا۔ اسی طرح سے امامت کا عہدہ باپ کے بعد بیٹے میں منتقل ہوتا رہے گا۔ ان اماموں کا سلسلہ قایم القیمۃ تک کبھی منقطع نہ ہوگا۔ مہدی آخر زماں جو قیامت کے دن ظاہر ہوں گے وہ امام طیبؑ ہی کی نسل سے ہوں گے۔ ان اماموں کی نیابت دور ستر میں دعاۃ مطلقین کرتے ہیں۔

داعی ذویب کا قیام آمر کی اجازت سے عمل میں آیا تھا۔ لیکن اب چونکہ دور ستر شروع ہو گیا اور داعیوں کو اماموں کی نقل و حرکت کا کوئی پتا معلوم نہ رہا کہ وہ کہاں گئے اور اب کہاں ہوں گے اس لیے ذویب نے اپنے انتقال کے وقت اس زمانے کے امام مستور کے الہام سے اپنے مددگار ابراہیم بن حسین حامدی کو اپنا جانشین بنایا کیونکہ اسماعیلیوں کے دوسرے اصول میں سے ایک اصل یہ بھی ہے کہ جب امام ظاہر ہوتا ہے اس وقت داعی کو اپنا جانشین مقرر کرنے میں امام کی اجازت لینی پڑتی ہے لیکن جب امام مستور ہوتا ہے اس وقت وہ امام کے الہام کی مدد سے اپنا جانشین مقرر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے داعی مطلق کہتے ہیں۔ امور مذہبی میں اسے پورے اختیارات ہوتے ہیں۔ داعیوں میں بخلاف اماموں کے باپ کے بعد بیٹے ہی کا قایم مقام ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ کسی خاندانی اور ملکی خصوصیت کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۹۴۶ھ میں دعوت طیبیہ یمن سے ہندوستان میں منتقل ہوئی جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے۔

ابراہیم کے بعد یمن میں اکیس[۲۱] داعی ہوئے۔ گو یمن کا کوئی شہر

لہ۔ فصل ۲۱ (امام طیب کا ان کی طفولیت کے زمانے میں مستور کر دیا جانا)۔

مستقل طور پر ان کے قبضے میں نہیں رہا لیکن مذہبی مخالفت کی وجہ سے ان کے اور سلاطین یمن یعنی ائمہ زیدیہ میں اکثر معرکہ آرائیاں ہوا کرتی تھیں۔ اور یہ یمن کے بعض قلعوں مثلاً کوکبان ۔ افئدۃ ۔ ذمرمر اور شبام وغیرہ کو کچھ عرصے کے لیے مسخر کرلیتے تھے۔ زیدیوں کے مقابلے کے لیے انھیں بعض اوقات یمن کے قبیلوں یحییٰ ۔ ہمدان ۔ جشم اور خاندان رسولی کے سرداروں سے اتحاد کرنا پڑتا تھا۔ مذہبی نزاع کا یہ سلسلہ اب تک بھی جاری ہے۔

انیسواں داعی مطلق ادریس بن حسن (عماد الدین) ۸۳۲-۸۷۲ھ

یمن کے داعیوں میں سب سے مشہور انیسواں داعی ادریس بن حسن کئی کتابوں کا مصنف ہے۔ فن تاریخ میں عیون الاخبار نزھۃ الافکار اور روضۃ الاخبار نایاب اور مفید تصنیفیں ہیں۔ اسماعیلی اصول اور عقائد میں کتاب زہر المعانی جامعیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اور اسماعیلوں کے ہاں بہت مستند اور معتبر مانی جاتی ہے۔ اس داعی کے عہد کے چند واقعات مختصر طور پر بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کیونکہ ان سے یمن کے داعیوں اور ائمہ زیدیہ کے درمیان جو تعلقات تھے ان پر روشنی پڑتی ہے۔

۷۹۴ھ میں یہ داعی قلعہ شبام (حراز) میں پیدا ہوا۔ یہ وہی سال تھا جس میں اس کے باپ حسن نے قلعۂ شبام اور اس کے چچا مطلب نے قلعۂ بیت النعیم فتح کیا تھا۔ اس کا تعلق یمن کے اس قریشی قبیلے سے ہے جو بہت معزز مانا جاتا تھا۔ اس کے بزرگوں کا سلسلہ ولید بن عتبہ تک پہنچتا ہے۔ یہ داعی علی بن محمد بن ولید کی نسل میں ہے جو دعاۃ مطلقین کا پانچواں داعی "والد الجمیع" کہلاتا ہے۔

کم سنی ہی سے یہ بڑا دلیر تھا۔ شریح کی لڑائی میں اس نے بڑا کارنمایاں کیا۔ ۸۳۲ھ میں اسے داعی کا عہدہ ملا۔ تحتانی یمن کے غسانی حکام اور زیدیوں کے اماموں میں اکثر لڑائیاں ہوا کرتی تھیں۔ اسماعیلی عام طور پر غسانی حکام کی طرف ہو جاتے تھے داعی ادریس نے بھی ایسا ہی

کیا۔ اکثر زیدیوں کا مقابلہ کر کے ان قلعوں کو واپس لے لیا جو اسماعیلیوں کے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ چنانچہ سنہ ۸۴۲ھ میں اس کے بیٹے اسماعیل نے "قلعہ" فتح کرلیا۔ اسی سال اس کے بھائی علی نے "لولوا" اور "منیف" کو بھی فتح کرلیا۔ پھر اس کے چچیرے بھائی ادریس بن محمد (انف) نے محرثہ پر جو علاقے حقل میں ہے قبضہ کرلیا۔ حراز کے اکثر پہاڑی مقامات بھی اسماعیلیوں کے ہاتھ آ گئے۔ اکثر قلعوں کی انھوں نے مرمت کی خاص کر قلعہ افئدۃ کو بہت مستحکم بنا دیا۔

طیبی دعوت کو یمن سے ہندوستان میں منتقل کرنے کی تمہید

ادریس کو اپنے آخری زمانے میں یہ محسوس ہوا کہ اس کے تابعین میں عقیدت کا وہ جوش نہیں رہا جو اس سے پہلے کے لوگوں میں تھا۔ ان کی اطاعت اور فرمابرداری میں بڑا فرق پڑ گیا۔ کئی مرتبہ ان کی اس کمزوری کا ثبوت بھی اسے ملا۔ ایک دفعہ ہندوستان سے ایک ہندوستانی اس کی خدمت میں پہنچا۔ اس نو وارد شخص نے کئی سال یمن میں بڑے اجتہاد سے علوم دینیہ حاصل کیے۔ تقوی اور پرہیزگاری میں بھی یہ تمام اہل یمن سے بڑھ گیا دعوت کے قواعد کے موافق ادریس نے اسے مذہبی مراتب پر یکے بعد دیگرے ترقی دی اس بات کا بالکل خیال نہ کیا کہ یہ اپنا ہم وطن اور ہم قبیلہ نہیں ہے۔ یہ دیکھکر یمن والوں نے اپنی ناراضی کا اظہار کیا۔ ادریس نے انھیں بہت کچھ نصیحت کی کہ وہ اپنے طرز عمل کو بدلیں۔ اس نے ان سے کہا کہ "اے بھائیو۔ اسلام میں عربی اور عجمی کا کوئی امتیاز نہیں۔ جو علم سیکھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے ہم اسے ضرور ترقی دیتے ہیں خواہ وہ ہندوستانی ہو یا یمنی۔"

یمن والوں کی تو یہ کیفیت تھی۔ ان کے برخلاف ہندوستان کے اسماعیلی بہت مطیع اور فرمانبردار ثابت ہوئے۔ اور ادریس نے ان کی

اطاعت کا بھی امتحان لیا۔ ایک دفعہ اس نے ایک معمولی سقّے کو ہندوستان کی دعوت کا نائب بنایا۔ ہندوستان والوں نے اسے بدل و جان قبول کیا۔[1] ادریس کو یمنیوں کی حالت دیکھ کر بڑی تشویش ہوئی۔ اس کے رشتہ داروں اور مددگاروں میں جو پر خلوص اور وفادار تھے ان کا نقش وجود سنہ ۸۴۲ھ کی وبا نے صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا۔ ان واقعات سے ادریس کو بڑا رنج ہوا۔ اس زمانے کے موجودہ امام سے اسے تعزیت کا ایک خط ملا جو "رسالۃ الایضاح والتبیین" میں منقول ہے۔[2] اس کے بعد اب تک کسی قسم کی مکاتبت کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔[3] ہر داعی کا یہ دعویٰ ہے کہ مجھے وقتاً فوقتاً امام موجود کی تائید ہوا کرتی ہے جس کی مدد سے میں دعوت کے امور انجام دیتا ہوں۔

بہر حال یمن کے لوگوں کی مذہبی کمزوریاں دیکھ کر ادریس نے ان کا ایک جلسہ منعقد کیا اور ان کی غفلت پر اس طرح تنبیہ کی "اے لوگو! اب تم میں وہ ایمان باقی نہیں جو تمھارے اسلاف میں تھا تمھاری اطاعت برائے نام رہ گئی ہے میں دیکھتا ہوں کہ اب جلد ہندوستان طیبی دعوت کا مرکز بننے والا ہے۔ دیکھو ہندوستان کے لوگ کیسے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ خلوص ایمان اور جوش عقیدت میں وہ تم سے کتنے آگے ہیں"۔ اس کے بعد ادریس کی توجہ ہندوستان والوں کی طرف بہت زیادہ ہوگئی۔ ان کی تعلیم و تربیت کا اس نے خاص اہتمام کیا۔ اس کے قیاس کے موافق اس کے انتقال کے ۴۷ سال بعد جو ۸۷۲ھ میں ہوا حسب کیفیت ذیل ہندوستان میں دعوت منتقل ہوئی۔

---

[1] ۔ منتزع الاخبار صفحہ ۵۰۳ - ۵۰۷ بحوالہ رسالہ "بذر البدایۃ" ست رسائل للفاضل خوج بن ملک۔ [2] ۔ یہ رسالہ امام طیب کی نص کے ثبوت میں ہے (فہرست المجدوع ۲۰۷) [3] ۔ امام طیب کے ستر کا واقعہ ۵۲۴ھ میں ہوا۔ اس کی نسل سے جو امام اس زمانے میں موجود ہوں گے ان کا خط سنہ ۸۴۲ھ میں داعی ادریس کو ملا اس خط میں دس اماموں کے نام درج ہیں

۹۴۶ھ میں طیبی دعوت کی یمن سے ہندوستان میں منتقلی

ادریس کے بعد چار داعی اور ہوئے۔ چوتھے داعی محمد (عزّالدین) بن حسن بن ادریس نے جب دیکھا کہ اب یمن میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں جو داعی کے عہدے کے قابل ہو۔ تو اس نے اپنے ہندوستان کے نائب کو ایک خط لکھا کہ وہ چند ذہین شوقین اور ویانتدار لڑکوں کو یمن روانہ کرے۔ ان لڑکوں کو باضابطہ تعلیم دی گئی۔ ان میں ایک لڑکا سب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوا جو سیدھ پور (گجرات) کا باشندہ تھا اور جس کا نام یوسف بن سلیمان تھا۔ داعی محمد نے علامہ حسن بن نوح مصنف "کتاب الازھار" کو اس کا خاص استاد مقرر کیا۔ پھر خود اس داعی نے دعوت کی اعلیٰ تعلیم دے کر اپنے انتقال کے وقت اسے اپنا جانشین بنایا۔ یہ ہندوستان کا پہلا داعی مطلق ہے۔ اس سے پہلے ہندوستان کا صدر نائب احمد آباد میں رہا کرتا تھا لیکن اہل سنت کی مخالفت کی وجہ سے داعی یوسف نے وہاں سے کنارہ کشی کی اور سیدھ پور (گجرات) کو اپنا مستقر بنایا۔ اب یمن کی بجائے ہندوستان طیبی دعوت کا مرکز بن گیا۔

ہندوستان کے دعاۃ مطلقین

(۲۴) یوسف بن سلیمان ۹۴۶ - ۹۷۴ھ

جب تک یمن طیبی دعوت کا مرکز رہا۔ ہندوستان میں یمن کے داعیوں کی طرف سے نائب رہا کرتے تھے۔ یہ نیابت کا سلسلہ امام طیب کے ستر کے بعد داعی ذویب کے زمانے سے شروع ہوا۔ لیکن اسماعیلی دعوت بہت پہلے سے ہندوستان میں جاری ہو چکی تھی۔

ہندوستان میں اسماعیلی دعوت کی ابتداء

داعی ابوالقاسم حسن بن فرح بن حوشب نے جب تبلیغ کا کام شروع کیا تو دوسرے

اور مقامات کے علاوہ ہندوستان اور سندھ میں بھی اپنے داعی بھیجے[1]۔ سندھ میں احمد بن عبد اللہ بن خلیع کا بھتیجا ہیشم داعی بنا کر بھیجا گیا۔ گویا تقریباً سنہ ۲۷۰ھ سے ہندوستان میں اسماعیلی دعوت کی ابتدا کا پتا لگتا ہے۔ اس کے بعد خلیفہ معز نے اپنے زمانے سنہ ۳۴۱-۳۶۵ھ میں داعی جلم بن شیبان[2] کو دہلی کی طرف روانہ کیا۔ ہتنا پور کا راجہ اور وہاں کے اکثر باشندے اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے[3]۔ سنہ ۳۹۶ھ میں جب محمود غزنوی[4] نے ملتان فتح کیا تو اس شہر کا والی ایک اسماعیلی (قرمطی) تھا[5]۔ افسوس کہ ان واقعات کی مفصل کیفیت کسی موجودہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ البتہ مستنصر کے عہد یعنی سنہ ۴۲۷ھ اور سنہ ۴۸۷ھ کے درمیان سنہ ۴۶۰ھ میں تین داعی احمد۔ عبد اللہ اور نور محمد (نور الدین) ہندوستان بھیجے گئے[6]۔ انھوں نے کھمبات میں جو گجرات کی ایک مشہور بندرگاہ ہے قیام کیا اور مدت تک نہایت غور و فکر سے ہندوستان کے لوگوں کی حالت کا معائنہ کرتے رہے۔ داعی عبد اللہ کی تبلیغ کی پہلی کامیابی کے متعلق مختلف روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔

جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی کرامت سے ایک کسان کا سوکھا ہوا کنواں پانی سے بھر گیا۔ یہ دیکھ کر کسان اور اس کی بیوی دونوں مسلمان ہو گئے[7] اور دوسری یہ ہے کہ کھمبات کے ایک مندر میں ایک لوہے کا ہاتھی بغیر کسی سہارے کے ہوا میں لٹکا ہوا تھا عبد اللہ نے اسے زمین پر گرا دیا۔ یہ دیکھ کر پجاری توحید کا کلمہ پڑھنے لگے۔ اس کے بعد عبد اللہ پٹن چلا گیا جو اس زمانے میں گجرات کا

---

[1]۔ فصل (۵) (یمن میں اسماعیلی دعوت کی اشاعت)۔

[2]۔ جلم بن شیبان (عیون الاخبار ۶/۱۶)۔ [3]۔ موسم بہار ۳/۴۴ (رسائل خوجہ بن ملک)

[4]۔ فصل ۳۱ (قرامطہ کا زوال اور اس کے اسباب)۔ [5]۔ موسم بہار ۳/۳۱۸-۳۳۰

[6]۔ تقریباً (سنہ ۴۶۰ھ گلزار داودی)۔ [7]۔ ان کے نام کاکا اکیلا اور کاکی اکیلی ہیں (موسم بہار ۳/۳۳۱)

دارالحکومت تھا۔ اس کی تبلیغ سے یہاں کے ہندو بھی متاثر ہونے لگے۔ شہر کے راجہ سدھ راج جے سنگھ (بھارمل ۴۸۷-۵۲۸) کو بڑی تشویش ہوئی۔ اس نے ایک مسلح فوج کا دستہ عبداللہ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ مگر وہ اس کے پاس پھٹک نہ سکا۔ کیونکہ اسے ایک آگ کی دیوار نظر آئی جو عبداللہ کو گھیرے ہوئے تھی۔ پھر خود راجہ اس موقع پر پہنچا۔ عبداللہ کے حکم سے وہ دیوار پھٹی اور راجہ اس میں سے گزرا۔ متحیر ہو کر راجہ نے ایک اور معجزے کی خواہش کی۔ عبداللہ نے مندر کے ایک بت سے یہ کہلوایا کہ عرب کا مذہب سچا ہے۔ بت کا اقرار سن کر راجہ اور اس کے کچھ ساتھی مسلمان ہو گئے۔

تیسری روایت یہ ہے کہ جب عبداللہ پٹن پہنچا تو دیکھا کہ گجرات کے اکثر ہندو اسلام سے ناواقف ہیں۔ یہ لوگ ایک پجاری کے پیرو تھے جس کے وہ بہت معتقد تھے۔ ان میں تبلیغ شروع کرنا اور کھلم کھلا ان کا مقابلہ کرنا خطرناک تھا۔ اس لیے عبداللہ خود ہندو بن کر پجاری کے ماننے والوں کی جماعت میں شامل ہو گیا اور ان کی زبان سیکھنے کی کوشش کی۔ جب اسے ان کی زبان پر پورا قابو ہو گیا تو اس نے پجاری سے مباحثہ شروع کیا۔ آہستہ آہستہ پجاری کے خیالات بدلے اور وہ اپنے کئی ماننے والوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا۔ ان نومسلموں میں وزیر بھی شامل تھا جس کا نام تارمل تھا۔ جب راجہ بھارمل کو یہ خبر پہنچی کہ وزیر بھی اسلام سے متاثر ہو گیا ہے تو وہ وزیر سے ملنے آیا۔ اور وزیر کو نماز پڑھتے دیکھا۔ راجہ نے غصے میں آکر اس سے پوچھا "تو کیوں اس طرح اٹھ بیٹھ کرتا ہے" اس نے جواب دیا کہ یہاں ابھی ایک سانپ نظر آیا تھا۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد سچ مچ ایک سانپ دکھائی دیا۔ یہ دیکھ کر راجہ جے بھی مسلمان ہو گیا۔ گو اس نے عوام میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ اس کے دونوں لڑکے کمارا پالا اور اجا یا پالا (یعقوب[1]) اور اس کا جین مرشد ہما چارِیا یہ تینوں بھی

[1] یعقوب اس کا اسلامی نام تھا۔

اسلام سے مشرف ہوئے۔[۱] کہا جاتا ہے کہ راجہ بھارمل کے بیٹے یعقوب نے کفار کے غلبے کی وجہ سے اپنا اسلام سنبھالنے کے لیے حکومت سے سبکدوشی حاصل کی اور خفیہ طور پر تبلیغ شروع کی۔ اس کے بیٹے اسحاق نے بھی ایسا ہی کیا۔[۲] اس کی نسل میں بعض اشخاص یمن کے داعیوں کے نائب گزرے ہیں جو ہندوستان میں ان کیطرف سے نیابت کرتے تھے۔ پہلے دو داعیوں احمد اور عبداللہ اورنگاؤں کے کسان اور اس کی بیوی کی قبریں آج تک کھنبات میں اسماعیلیوں کی زیارت گاہ ہیں۔

داعی عبداللہ نے اپنے ساتھی نور محمد (نور الدین) کو دکن کیطرف روانہ کیا۔ اورنگ آباد کے اطراف میں اسے بڑی کامیابی ہوئی۔ اس کی قبر قریۂ ڈونڈگاؤں میں ہے جو اورنگ آباد سے چالیس میل پر واقع ہے۔ اس کا مزار "مزار مولائی صاحب" کے نام سے مشہور ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں یمن سے ایک اور داعی فخر الدین (باجی صاحب) روانہ کیا گیا۔[۳] اس نے بھی اسلام کی اشاعت میں بہت کوشش کی۔ سفر میں اسے بھیلوں نے شہید کیا۔ یہ موضع گلیاکوٹ میں مدفون ہے۔

بہر حال ہندوستان میں تقریباً ۴۶۷ھ سے اسماعیلی دعوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ روز بروز اسماعیلیوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ سنہ ۹۴۶ھ میں یمن سے ہندوستان میں یہ دعوت منتقل ہوئی اور شہر احمد آباد اس کا صدر مرکز قرار پایا۔ یہاں کے پہلے داعی کا نام یوسف بن سلیمان ہے۔ اس نے ۹۷۴ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد کئی داعی ہندوستان میں ہوئے اور ان کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

---

[۱] گلزار داؤدی صفحہ ۳۰-۳۳ (بحوالہ Ras mala 172 and 344 and Tod's Western India 184, 191.

[۲] موسم بہار ۳/۲۲۱ - [۳] موسم بہار ۳/۲۲۱

یہاں آنے کے بعد اسماعیلیوں کی سرگرمی صرف مذہبی دائرے تک محدود رہی۔ سیاسی معاملات میں انھوں نے کچھ حصہ نہیں لیا۔ یہ اپنے خاص کاروبار کی وجہ سے جو تجارت ہے "بھرے" کہلاتے ہیں۔ یہ گجراتی لفظ ہے جس کے معنی تاجر ہیں[۱]۔ ان کے داعیوں کے نام۔ ان کی تعداد اور ان کے خانگی واقعات کی تفصیل منتزع الاخبار[۲] موسم بہار[۳] اور گلزار داودی[۴] میں محفوظ ہے۔ ان میں بعض اوقات دعوت کی صدارت کے اختلافات کی وجہ سے مختلف فرقے داودیہ سلیمانیہ علیہ اور مہدی باغ والے وغیرہ پیدا ہوئے۔ یہ لوگ زیادہ تر گجرات میں رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی مادری زبان گجراتی ہے ہندوستان کے بڑے بڑے تجارتی شہروں بمبئی۔ کلکتہ۔ مدراس۔ کراچی اور سندھ کے بعض مقامات۔ احمد آباد۔ سورت۔ ناگپور (مہدی باغ والوں کا صدر مرکز) پنجاب وغیرہ میں تجارت کرتے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ کولمبو (سیلون) سیام۔ سنگاپور۔ رنگون۔ عراق اور افریقہ کے بعض شہروں ممباسہ۔ زنزبار اور دارالسلام میں بھی یہ لوگ پائے جاتے ہیں۔ مذکورۂ بالا شہروں میں جملہ اسماعیلیوں کی تعداد تقریباً سوا لاکھ ہوگی جس میں صرف داؤدی ایک لاکھ پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہوں گے۔ اس سے خوجوں (نزاریوں) اور دروزیوں کی تعداد جن کی مختصر تاریخ آیندہ آئے گی مستثنیٰ ہے۔ یمن میں اسماعیلی دعوت

۱۔ گجراتی زبان میں (Vehru) تجارت کو کہتے ہیں (گلزار داؤدی۔ صفحہ ۸)

Bombay Gazetteer, Vol. XIX Part II (1899) بھی ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ تصنیف شیخ قطب بھائی (یہ عربی میں ہے)۔

۳۔ تصنیف علامہ محمد علی (یہ گجراتی میں ہے)۔

۴۔ تصنیف میاں بھائی برہان پوری۔ بی۔ اے (یہ انگریزی میں ہے)۔

کی ابتدا کی کیفیت اسی فصل میں گزر چکی ہے۔ یہاں اسماعیلی شہر حراز وغیرہ میں تقریباً دس ہزار کی تعداد میں فی الحال موجود ہیں۔ اس میں بہت زیادہ حصہ سلیمانیوں کا ہے جن کی دعوت کا صدر مرکز اس زمانے میں یمن ہے۔

سندھ میں اسماعیلی

اسماعیلی سندھ کو ہندوستان سے ایک علیحدہ ملک شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دور ستر کے دعاۃ مطلقین تین جزیروں[1] یعنی یمن۔ ہند اور سندھ کے مالک ہیں۔ سندھ میں اسماعیلی تحریک کی ابتدا اسی فصل میں بیان کی جا چکی ہے۔ عمان اور بحرین کے اسماعیلی باشندوں کی آمد و رفت سندھ میں بڑھ جانے سے یہاں کے اکثر علاقوں میں اسماعیلی تحریک پھیل گئی تھی۔ خاص کر منصورہ میں یہ لوگ کثرت سے آباد ہو گئے تھے۔ چوتھی صدی کے نصف آخر میں جب محمود غزنوی ملتان پہنچا تو دیکھا کہ وہاں کا والی ایک قرمطی (اسماعیلی) ہے۔ محمود نے اسے معزول کر کے اپنا والی مقرر کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سومرا خاندان کے حکام بھی اسماعیلی تھے۔ ان کو تمام عجم ملاحدہ کہتے تھے[2]۔ چوتھی صدی کے بعد سندھ میں اسماعیلیوں کی سیاسی قوت جاتی رہی۔

ایران وغیرہ میں اسماعیلی دعوت

دوسری صدی کے نصف آخر میں اسحاق بن عباس فارسی رے کا داعی تھا۔ یہ داعی امام محمد (المکتوم ابن اسماعیل) کی بیوی فاطمہ کا ماموں تھا۔ اس نے امام مذکور کو پناہ دی اور خفیہ طور پر رے میں تبلیغ کرتا رہا۔ اس کے ایک مقتدر دوست منصور بن حوشب نے قلعہ نہاوند میں اسماعیلی مذہب کی اشاعت کی۔ اس قلعے کے اطراف

[1] یہاں جزیرہ بمعنی عام ہے۔ یعنی زمین کا ایک حصہ۔
[2] نور مبین۔ ۴۵۴ بحوالہ مسعود بن خرداذبہ اور ابن حوقل وغیرہ۔

میں امام محمد نے اپنے داعی ہرمز کو بھیجا۔ اس امام کے بعد ۱۸۳ھ اور ۲۶۸ھ کے درمیان جو تین ائمہ مستورین گزرے وہ اور ان کے داعی اپنی سیاحت کے دوران میں فرغانہ۔ دیلم۔ عسکر مکرم۔ نیشاپور۔ طبرستان خراسان۔ احسا اور قطیف وغیرہ میں اسماعیلی دعوت کی اشاعت میں مصروف رہے[1] اکثر شہروں میں انھیں کامیابی ہوئی۔[2]

خود عبداللہ بن میمون القداح جس کی طرف مہدی منسوب کیا جاتا ہے کرج (ایران) کا باشندہ تھا۔ اس کے بعد ظہور کے زمانے میں بھی جو بڑے بڑے داعی گزرے ان میں سے اکثر ایرانی تھے۔ ان میں سے مشہور احمد حمید الدین الکرمانی۔ المؤید الشیرازی۔ ابو یعقوب السجستانی۔ ابو حاتم الرازی۔ احمد بن ابراہیم النیساپوری ہیں۔ المؤید نے تو ابو کالیجار بویہی کو بھی اپنا مرید بنا لیا تھا۔[3]

مستنصر سے الگ ہو کر حسن بن صباح نے الموت کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال تک ائمہ نزاریہ کا یہ سیاسی سلسلہ ایران میں جاری رہا۔ الموت کی حکومت کے زوال کے بعد ۶۵۴ھ میں ایران کے دوسرے حصے میں نزاریوں کی امامت منتقل ہوئی۔ ۱۲۳۳ھ میں یہ امامت ہندوستان میں آئی۔[4]

آج کل نیشاپور کے دیہات کے علاوہ سار جام۔ جام۔ قین۔ تاکشقند۔ نہ اور برجند وغیرہ میں بھی اسماعیلی پائے جاتے ہیں۔ بدخشاں۔ روشان۔ شغنان۔ واخان میں یہ لوگ ملا کہلاتے ہیں۔ چین کی مملکت میں سری کول اور اس کے اطراف کے دیہات میں ان کی کچھ آبادی ہے۔ چترال۔ کنجوت یا ہنزہ اور ناگیر میں ان کی کافی تعداد ہے۔ ہر جگہ ان کی مذہبی کتابیں فارسی میں ہیں۔ لیکن یہ لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں یا عربی تو بالکل نہیں جانتے۔[5]

[1] فصل ۵۔ (ائمہ مستورین)۔ [2] ابن ندیم صفحہ ۲۵۶۔ [3] المسیرۃ المؤیدیہ۔ [4] علی محمد جان محمد چنارا۔ صفحہ ۳۶۳۔ ۲۶۰۔ [5] W. Ivanaw, A guide to Ismaili Lift.

فصل (۲۶)

فاطمیین کا خاص طرزِ حکومت اور اس کے امتیازات

(۱) شیعوں کے تمام فرقے "بادشاہوں کے خدائی حق" کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمؑ کو اللہ تعٰ ہی نے اپنا خلیفہ بنایا۔ بندوں کو یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ اپنے اجماع اور انتخاب سے کسی کو خلیفہ مقرر کر لیں۔ جس طرح اس نے آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اسی طرح اس نے آدم کو یہ حکم دیا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ اس بنا پر جس طرح آدم خدا کے خلیفہ کہلاتے ہیں اسی طرح ان کا قایم مقام بھی خدا کا خلیفہ کہلاتا ہے۔ خدا کی خلافت ہمیشہ روئے زمین پر باقی رہتی ہے۔ یہ سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ کسی امام کا اپنے جانشین کو مقرر کرنا شیعوں کی اصطلاح میں نص و توقیف کہا جاتا ہے۔ بغیر نص و توقیف کے کسی امام کا قیام جائز نہیں۔ اور بغیر خدا کے حکم کے نص و توقیف عمل میں نہیں آسکتی۔ مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام خدا کا قایم مقام ہوتا ہے جسے خدا نے اپنے حکم سے امام بنایا ہو۔ بندوں کی رائے اور اجماع

کو خدا کی خلافت میں کوئی دخل نہیں ہے۔
چونکہ فاطمیین شیعوں کی ایک شاخ تھے اس لیے وہ بھی یہی دعویٰ کرتے تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی خلافت عطا کی ہے۔ اس کی شرح وہ اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو اپنا رسول بناکر بھیجا اور اسی نے آپ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے انتقال سے پہلے حضرت علیؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کریں۔ حضرت علیؓ نے خدا کے حکم سے خلافت کی امانت ہماری طرف منتقل کی۔ لہذا ہم اللہ تعالیٰ کے خلفا[1] ہیں اور جس طرح آنحضرت صلعم مذہبی اور سیاسی دونوں حکومتوں کے مالک تھے اسی طرح ہم بھی دنیا میں مذہبی اور سیاسی حکمران ہیں۔
اسماعیلیوں کے عقیدے کے مطابق خدا کی حکومت کی ابتدا کب سے ہوئی اور پہلا خدا کا خلیفہ کون تھا۔ یہ سمجھنے کے لیے فصل (۳۲) بہت غور و خوض سے پڑھنا لازمی ہے۔ اس فصل میں بتایا گیا ہے کہ روئے زمین پر خدا کا پہلا خلیفہ قد صاحب جثہ ابداعیہ" ہے۔ اس نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند کو خدا کے حکم سے اپنا جانشین بنایا۔ اس خلافت کا سلسلہ اس کی نسل میں جاری رہا۔ ہزاروں بلکہ لاکھوں سال گزر گئے۔ اس اثنا میں کئی ادوار مثلاً دور کشف۔ دور فترت اور دور ستر قایم ہوئے جن کی تفصیل آیندہ آئے گی[2]۔ موجودہ زمانہ دور ستر کہلاتا ہے جسے شروع ہو کر تقریباً سات ہزار سال ہوئے۔ اس دور میں استقراری امامت کا سلسلہ حضرت رسول خدا صلعم تک پہنچا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس رتبے کے علاوہ زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے نبوت و رسالت کے شرف سے بھی بہرہ ور کیا جیسا کہ ہم آیندہ بیان کریں گے[3]۔ آپ نے اپنی خلافت کی امانت حضرت علیؓ کو مرحمت فرمائی۔ حضرت علیؓ نے

---

[1]۔ دولت فاطمیہ ہی پہلی دولت ہے جس نے بنو عباس کے مقابلے میں خلافت کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد دولت امویہ بہ اندلس نے اکثر مورخین نے انھیں خلفاء لکھا ہے (Adam mez 1 p. 2)

[2]۔ فصل ۳۲ (دور کشف و دور ستر)۔ [3]۔ فصل ۳۲ (دور ستر میں مستودعون یعنی انبیاء کا قیام)۔

یہ امانت حضرت امام حسنؑ کو عنایت کی۔ حضرت امام حسنؑ نے حضرت امام حسینؑ کی طرف یہ امانت منتقل کی۔ حضرت امام حسینؑ کی نسل سے یکے بعد دیگرے ائمہ ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ عبد اللہ (مہدی) تک پہنچا جن کا ظہور قیروان (مغرب) میں ۲۹۷ھ میں ہوا[1]۔

مہدی زمانۂ ظہور کا پہلا امام ہے اور آمر آخری امام ہے۔ اس امام کے قتل کے بعد اس کے بیٹے امام طیب کو خلافت ملی جسے اس کے داعیوں نے دشمنوں کے خوف سے چھپا دیا[2]۔ اس امام کی نسل میں قیامت تک امامت باقی رہے گی۔ اس کی نیابت ستر کے زمانے میں اس کے داعی کرتے ہیں جن کی مفصل تاریخ گزر چکی ہے[3]۔ اس امام سے دور ستر شروع ہوا جس کا سلسلہ قایم القیامہ کے ظہور تک رہیگا جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا۔ یہ دور دس ہزار سال تک جاری رہیگا۔ پھر دور فترت واقع ہوگا جس کی مدت تین ہزار سال ہے۔ اس کے بعد پھر دور ستر شروع ہوگا۔ جو تقریباً سات ہزار سال قایم رہے گا۔ ان ادوار کے سلسلے دنیا کے ختم تک باقی رہیں گے[4]۔ غرضکہ فاطمیین کی طرز حکومت کی سب سے بڑی خصوصیت خدا کی قایم مقامی پر مبنی ہے۔

(۲) دوسری خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنی رائے سے نہیں بلکہ خدا کے حکم سے اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ یہ حکم اسے الہام کے ذریعے پہنچتا ہے[5]۔

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ امام کے بعد اس کا خلیفہ اس کا بیٹا ہی ہوتا ہے۔ یعنی باپ کے بعد بیٹے ہی میں امامت منتقل ہوتی ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ بالغ ہو یا نابالغ۔ عزیز کے انتقال کے وقت اس کا بیٹا حاکم گیارھویں سال میں تھا۔ مستنصر کو جبیہ

---

[1] فصل ۹۔ [2] فصل ۲۱۔ [3] فصل ۲۵ (دعاۃ مطلقین)۔ [4] فصل ۳۲ (دور کشف و دور ستر)۔ [5] ارتفع الوحی بارتفاع محمد (اساس التاویل) الامر راجع الی الامام اسماعیل بامر اللہ ووحیہ واوحی اللہ الی اسماعیل السلام الامر الی ولدہ محمد (اسرار النطقاء ۲۲۵)۔

خلافت ملی تو اس کی عمر سات سال کی تھی۔ اسی طرح آمر پنج سالہ امام تھا۔ امام طیب کے مستور ہونے کے وقت اس کا سن ڈھائی برس کا تھا۔ نابالغ بیٹے کو امام بنانے کے موقع پر ایک دوسرا شخص اس کا ولی مقرر کیا جاتا ہے جو کفیل یا مستودع کہلاتا ہے[ا]۔ امامت کا وارث امام کے بیٹے کے سوا کوئی اور رشتہ دار نہیں ہو سکتا۔

(۴) چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امامت کا سلسلہ باپ کے بعد بیٹے میں دنیا کے ختم تک باقی رہے گا۔ ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ اسی کے وجود کی برکت سے زمین برقرار ہے۔ ورنہ وہ متزلزل ہو جائے۔

(۵) پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنی حکمرانی کے لیے ایک انجمن بناتا ہے جسے "دعوت" کہتے ہیں۔ اس کے کئی ارکان ہوتے ہیں۔ دعوت کی تنظیم اور اس کے ارکان کی تفصیل آگے آئے گی[۲]۔

(۶) چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ امام معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی خطا سرزد نہیں ہو سکتی۔

(۷) ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ امام مذہبی اور سیاسی دونوں حکومتوں کا مالک ہوتا ہے۔ زمین کے ہر حصے پر وہ حکومت کر سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔

[ا]۔ بعض کم سن اماموں کے اولیا کا ذکر اسماعیلی تاریخوں میں نہیں پایا جاتا۔ بعض اوقات وزرا جو ایسے زمانوں میں موجود تھے ان کے تغلب اور استبداد سے ملک کو بہت نقصان پہنچا۔ جیسا کہ حاکم اور آمر کے عہد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ امام مہدی کی کم سنی کی وجہ سے جو ولی (مستودع) مقرر کیا گیا تھا اس نے امام مہدی کو امامت سے محروم کرنے کی کوشش کی (فصل ۵۔ مہدی کی ولادت اور اس باب کو دیکھو) امام مستنصر کے بڑے بیٹے نزار اور چھوٹے بیٹے مستعلی دونوں نے اپنے منصوص ہونے کا دعویٰ کیا جس کا برا اثر دولت فاطمیہ پر پڑا۔ [۲]۔ فصل ۳۲۔

(۸) آٹھویں خصوصیت یہ ہے کہ امام کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی دشمنوں کے خوف سے مستور۔ جب مستور ہوتا ہے تو اس کی نیابت اس کے داعی کرتے ہیں جن پر ہمیشہ اس کی تائید نازل ہوتی رہتی ہے۔[۱]

(۹) نویں خصوصیت یہ ہے کہ امام اپنے پیروؤں کی جان و مال کا مالک ہوتا ہے۔ ان کے متعلق جس طرح وہ چاہتا ہے احکام نافذ کر سکتا ہے۔ اس کی خوشی خدا کی خوشی اور اس کی ناخوشی خدا کی ناخوشی ہے۔

(۱۰) دسویں خصوصیت یہ ہے کہ فاطمیین اپنے مذہبی اور سیاسی معاملات کو بہت چھپاتے تھے۔ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے اپنی کتاب "المجالس والمسائرات" میں لکھا ہے کہ مہدی کی طرف سے جو جو مراسلے ملکی انتظامات کے لیے جاری ہوتے تھے ان کے لیے مہدی نے ایک خاص تحریر ایجاد کی تھی۔ اس تحریر کا مطلب سوائے چند اسماعیلی داعیوں کے اور کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔[۲] خلفائے فاطمیین اپنے جانشینوں کے نام اکثر چھپایا کرتے اور ان پر نص بھی بہت خفیہ طور پر کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ خلیفہ کی موت کا اعلان اس کے انتقال کے تقریباً ایک سال بعد کیا گیا۔ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔[۳]

(۱۱) گیارھویں خصوصیت یہ ہے کہ قیامت کے دن قایم القیامہ ظاہر ہوں گے جو اس زمانے کی حکومتوں کو مغلوب کرکے اپنی حکومت قایم کریں گے کیونکہ امام کے سوا دوسرے حکام ظالم اور غاصب سمجھے جاتے ہیں۔ زمین کی حکومت کا حقیقی مالک امام ہے۔ جو اکیسویں امام نامی طیب کی نسل سے ظاہر ہوگا۔ اگلے اسماعیلیوں کے عقیدے کے مطابق قیامت کے دور کی ابتدا امام محمد بن اسماعیل سے ہوگئی جو سابع النطقا

---

[۱] فصل (۲۱) دور ستر کا آغاز۔ [۲] المجالس والمسائرات ۱/۳۵۔ اس تحریر کی مثال فصل (۳۲) کے صفحہ ۴۷۳ کے ذیل میں ملے گی۔ [۳] فصل ۱۵ (العزیز باللہ)

اور سابع الرسل کہے جاتے ہیں اور جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ظاہری شریعت کو معطل کر دیا[1] اس کے بعد جو ائمہ ہوئے وہ اس تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ چنانچہ مہدی نے اس میں بڑا حصہ لیا۔ مہدی کے بعد جو ائمہ گزرے وہ بھی اس مقصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اسی وجہ سے وہ سب امام محمد بن اسماعیل کے خلفا کہے جاتے ہیں۔ اب جو قایم القیامہ ظاہر ہوں گے وہ اس تحریک کو تمام دنیا میں شایع کریں گے[2]۔

ان خصوصیات کی کچھ اور تفصیل فصل (۳۵) "عقائد اسماعیلیہ" میں ملے گی۔

---

[1] دیکھو فصل ۲۳ (مصر کی دعا میں ظاہری شرائع کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت)۔

[2] الادوار سبعۃ اولہا دور آدم .... والدور السابع دور القائم محمد بن اسماعیل وخلفاءہ وسابعہم المہدی الذی بہ یختم الدنیا ویفتح الآخرۃ (کتاب الاولی والشواہد لجعفر بن منصور الیمن فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین لجعفر بن منصور الیمن)

فصل (۲۷)

خلفائے فاطمیین کی سیاست دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ

خلفائے فاطمیین کے ظہور کا اصلی مقصد اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت تھی۔ اس کے حاصل کرنے میں طبعی طور پر ان کا تصادم دوسرے اہل مذاہب سے ہو جاتا تھا۔ کبھی ان کو آزادی دی جاتی اور کبھی ان پر سختی کی جاتی تھی۔ اس موضوع سے متعلق اکثر واقعات اس تاریخ میں اپنے اپنے موقعوں پر گزر چکے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ چند اور واقعات کیساتھ لکھا جاتا ہے۔

فاطمیین کی سیاست اہل کتاب کے ساتھ

فاطمیین نے اہل کتاب کے ساتھ قابل تحسین سلوک کیا اور نہایت فراخ دلی اور رواداری سے کام لیا۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دولت فاطمیہ دوسرے دول اسلامیہ کے مقابلے میں اہل کتاب کے ساتھ زیادہ رواداری سے پیش آتی تھی[1]۔ اس کے

[1] S. L.—Poole, p. 119; pp. 169-170.

اسباب بیان کیے جا چکے ہیں[1]۔

معز اور عزیز دونوں یہود و نصاری پر بہت مہربان تھے۔ عزیز نے ایک نصرانیہ سے شادی بھی کر لی تھی۔ اور اس کے دونوں بھائیوں کو کنیسہ اغریقیہ کے بطریق مقرر کر کے ایک کو اسکندریہ میں اور دوسرے کو بیت المقدس میں رکھا تھا۔[2] کنیسہ قبطیہ کی طرف بھی اس کی توجہ تھی اور جماعت ملکیین جس کی پیروی اس کی بیوی کرتی تھی اس کی احسان مند تھی۔ ابو سیفین کا کنیسہ جو فسطاط کے باہر تھا برباد ہو گیا تھا۔ عزیز ہی نے افرایام نامی ایک بطریق کو اس کے از سر نو بنانے کی اجازت دی[3]۔ اہل کتاب کو بڑے بڑے ذمہ دار ملکی عہدے دیے۔ یہاں تک کہ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں نصرانی عیسیٰ بن نسطورس کو وزارت کا عہدہ دیا اور یہودی منشا کو شام کا والی بنایا۔ ان دونوں عہدہ داروں نے اپنے فرقوں کی طرفداری شروع کی اور ملکی عہدوں پر انھی کو مامور کرنے لگے۔ رعیت پر بے جا محاصل عائد کر کے بڑی دولت جمع کی جس کی وجہ سے مسلمانوں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ اس لیے عزیز نے ان دونوں کو اپنے عہدوں سے معزول کر دیا۔[4] پھر اس نے اپنی بیٹی (سیدۃ الملک) کی سفارش پر ابن نسطورس کو وزارت کے عہدے پر بحال کیا۔

معز اور عزیز کے زمانے میں جو امتناعی احکام نصاری کی اعیاد کے متعلق نافذ کیے گئے تھے وہ مذہبی تعصب پر مبنی نہ تھے بلکہ ان کے نافذ کرنے سے ان برائیوں کا روکنا مقصود تھا جس کے مرتکب ایسے موقعوں پر بدمعاش لوگ ہوا کرتے تھے[5]۔

---

[1] فصل ۱۴ (دولت فاطمیہ اور اہل کتاب) [2] یہ کنیسہ لیعاقبہ gacobihes کا مخالف ہے۔ [3] یحیٰی بن سعید الانطاکی۔ ص ۱۴۴۔ [4] ابو صالح۔ ص ۴۵۔

[5] فصل ۱۵ (عزیز کے پچھلے وزراء)۔ [6] ابن زولاق۔ مخطوطہ ۱۸۱۷۔ ورق ۴۸ (المکتبۃ الاھلیۃ۔ پاریس)

حاکم کی حکومت کے پہلے دس سال تک اہل کتاب کو اپنے مذہبی امور میں پوری آزادی حاصل تھی۔ بلکہ وہ ان حقوق سے فائدہ اٹھاتے رہے جو انھیں عزیز کے زمانے میں دیے گئے تھے۔ لیکن جتنا زمانہ گزرتا گیا ان پر سختیاں ہونے لگیں۔ لیکن یہ سختیاں کچھ انھیں سے مخصوص نہ تھیں بلکہ عام مصری بھی ان سے بچ نہ سکے۔ مستنصر کی ماں کے اثر سے یہودی ابوسعید تستری کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے[1] وزیر جرجرائی کی وفات کے بعد تستری "نظارہ خاصہ" پر مامور کیا گیا۔ شاعر رضی بن البوآب کے یہ شعر اس مقام پر نقل کے قابل ہیں:-

یہود ھذا الزمان قد بلغوا   غایۃ آمالھم وقد ملکوا
العز فیھم والمال عندھم   ومنھم المستشار والملک
یا اھل مصر انی نصحت لکم   تھودوا قد تھود الفلک[2]

آمر نے ایک نصرانی ابو نجاح کو اپنا مشیر و مددگار بنایا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسرے نصرانی بہرام کو وزارت کا عہدہ ملا۔ آمر جب کبھی شکار کے لیے نکلتا تو دیر "نہیا" کے راہبوں کو جو جیزہ کے قریب واقع ہے دس ہزار درہم انعام دیتا[3]

ابو صالح نصرانی کہتا ہے کہ فاطمیین کے عہد میں مصر کے کنیسوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی[4] سنہ ۵۵۹ھ میں کنیسوں کے محصول کی رقم دو ہزار نو سو تینتیس (۲۹۳۳) دینار تھی جو فاطمیین کے عطیات سے وصول ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ چار ہزار آٹھ سو چھبیس تھیلے غلے کے کنیسوں کو دیے جاتے تھے اور

---

[1] فصل ۸ (مستنصر کا ابتدائی زمانہ)۔ [2] السیوطی ۲/۱۱۶۔

[3] S. T. Arnold. p. 106،

[4] لفظ "Kibl" (Encyc of Islam : Mann, The Jews in Egypt and Palestine under the Fatimid Caliphs) دیکھو

نو سو پندرہ ایکڑ زمین ان پر وقف کر دی گئی تھی۔[۱]

فاطمیین کی سیاست عام مصریوں کے ساتھ جن میں اکثریت اہل سنت کی تھی

فاطمیین کی سیاست اہل سنت کے ساتھ ایک حالت پر قایم نہ رہ سکی۔ مہدی نے باغیوں کو قتل کرنے کے بعد مذہبی آزادی کا اعلان کیا اور احکام جاری کیے کہ کسی کو اسماعیلیت پر مجبور نہ کیا جائے۔ ہر شخص کو اپنے مذہب پر قایم رہنے کی آزادی حاصل ہے[۲] جوہر نے بھی مصر فتح کرنے کے بعد مصریوں کو پوری پوری مذہبی آزادی دی۔ مصر پہنچنے کے بعد معز نے مصر کے سابق قاضی ابو طاہر کو اپنے عہدہ پر برقرار رکھا۔ البتہ قاضی نعمان بن محمد کو جو خاص اسماعیلیوں کا قاضی تھا یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ابو طاہر کے ساتھ مشورے میں شریک رہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دولت فاطمیہ میں عہدہ داروں کو شیعی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا اور قاضیوں کو مذہب اہل بیت کے موافق احکام صادر کرنے کی تاکید کی جاتی۔ عہدوں اور منصبوں کے لالچ میں آکر اکثر سنی شیعہ بن گئے۔ اس طرح اکثر اہل کتاب مسلمان ہو گئے اور پھر انھوں نے شیعی مذہب اختیار کیا۔ چنانچہ یعقوب بن کلس وزیر ہونے سے پہلے یہودی تھا۔[۳] مورخ ابن میسر نے یہودی حسن بن سہل تستری اور نصرانی ابو منصور کی مثالیں پیش کی ہیں کہ ان دونوں نے حکومت حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔[۴]

عزیز نے ۳۷۲ھ میں تراویح کی نماز تمام مسجدوں میں ممنوع قرار دی

۱۔ S. Lane—Poole, p. 170.　۲۔ فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں)۔ ۳۔ ابن خلکان ۔ ابن عساکر مخطوطہ ۲۱۳/۷ ۔ ورقہ ۱۸ ۔
۴۔ ابن میسر صفحہ ۴۳ ۔ ابن منجب صفحہ ۵۴ ۔

بلاد شام میں اس سے کئی سال پہلے یہ حکم نافذ ہو چکا تھا۔ ابو القاسم واسطی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہی قید کر لیا گیا۔ ۳۸۱ھ میں ایک آدمی کو صرف اس لیے سزا دی گئی کہ اس کے پاس سے "کتاب الموطا" برآمد ہوئی۔ حاکم کے عہد میں تو یہ تعصب انتہا کو پہنچ گیا۔ بے شک اس نے اہل سنت کے خلاف نہایت سخت احکام نافذ کیے۔ لیکن خود ہی انھیں پھر منسوخ بھی کر دیا۔ "سب السلف" مٹوا دیا اور اہل سنت کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ بلکہ ان کو خوش کرنے کے لیے ایک مدرسہ فقہ مالکی کی تعلیم کے لیے کھولا۔[1] حاکم کی غیبت کے بعد ظاہر نے اہل سنت کو بہت آزادی دی۔ پھر مستنصر کے آخری عہد میں جب بدر الجمالی وزیر تھا واقعات کچھ بدل گئے۔ اذان میں حیّ علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کیا گیا۔ میت پر پانچ تکبیروں کا حکم نافذ کیا گیا۔[2] یہ سب باتیں عام مصریوں کی ناراضی کا باعث ہوئیں جو سنی مذہب رکھتے تھے۔

مصر میں مذہب اسماعیلی کا زوال

دولت فاطمیہ کے پچھلے زمانے میں مصر میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسماعیلی مذہب کمزور ہو گیا۔ حافظ کے وزیر ابو علی احمد بن افضل نے خطبے سے حافظ کا نام خارج کر کے اس کی جگہ "امام منتظر" کے لیے دعا شامل کی جو اثنا عشریوں کا عمل ہے[3] دوسرے شہروں کے خطیبوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی ایسا ہی کریں۔ یہی نہیں بلکہ ۵۲۵ھ میں چار قاضی بھی مقرر کیے دو شیعوں میں سے جن میں ایک اثنا عشری اور ایک اسماعیلی تھا اور دو سنیوں میں سے جن میں ایک شافعی اور دوسرا مالکی تھا۔ ہر ایک کو اپنے احکام جاری کرنے کے لیے کافی اختیارات دیے۔ اس انتظام سے عام شیعہ بہت برافروختہ ہوئے اور آخر کار ماہ محرم ۵۲۶ھ میں

---

[1] ۔ فصل ۱۶ (سب السلف اور اہل سنت کے ساتھ حاکم کا سلوک۔ احکام مذکورہ بالا کی منسوخی)۔ [2] ۔ ابو المحاسن $\frac{1}{۲۴۲}$ ۔ [3] ۔ فصل ۲۱ (احمد کی وزارت کا نتیجہ)

اُسے مروا ڈالا۔ پھر کچھ مدت کے لیے صلاح الدین کے مصر میں آنے تک اسماعیلیوں نے کچھ قوت حاصل کر لی اور ان کا عمل رہا۔

صلاح الدین کے مصر فتح کرنے کا حال بیان کیا جا چکا ہے ۵۶۶ھ میں اس نے مصر میں دو مدرسے قایم کیے۔ ایک فقہ شافعی کی اور دوسرا فقہ مالکی کی تعلیم کے لیے۔ اس نے اپنے قاضی القضاۃ صدر الدین عبد الملک بن درباس کی مدد سے تمام شیعی قاضیوں کو ان کے عہدوں سے برطرف کر دیا اور ان کی جگہ شافعی قاضیوں کو مقرر کیا کیونکہ وہ خود شافعی تھا۔ مصری آہستہ آہستہ اہل سنت کا مذہب اختیار کرنے لگے جس پر وہ دولت فاطمیہ سے پہلے تھے اور مذہب شیعی میں خواہ وہ اسماعیلی ہو یا اثنا عشری پستی پیدا ہونے لگی[1]۔ اب مصر میں شیعہ بہت کم ملیں گے۔ اسماعیلی تو وہاں سے ناپید ہو گئے۔ یہ لوگ سوائے ہندوستان۔ یمن۔ جبل لبنان (شام) اور اس کے اطراف اور ایران کے بعض دیہات کے اور کہیں نہیں پائے جاتے۔

---

[1] ابو شامہ $\frac{1}{191}$ ۔
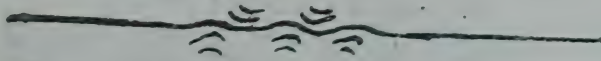
فصل (۲۸)

حکومت فاطمیہ کا نظم و نسق

قلقشندی نے اپنی کتاب صبح الاعشیٰ[1] میں نہایت تفصیل سے دولت فاطمیہ کے وظایف ارباب سیف و قلم بیان کیے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فاطمیین کی حکومت کا نظم و نسق بہت باقاعدہ اور منتظم تھا۔ ذیل میں ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔

برّی فوج

فوج کے تین حصے ہوتے تھے۔(۱) امرا جس میں پھر تین درجے ہوتے تھے۔(أ) امرا مطوقین جن کے گلوں میں سونے کے طوق ہوتے تھے جو انھیں خلعت کے ساتھ دیے جاتے تھے۔ (ب) نقرئی لٹھ (یا شمشیر) بردار جو خلیفہ کے ساتھ جلو میں گھوڑوں پر سوار رہتے تھے۔(ج) معمولی امرا (۲) خواص خلیفہ (یعنی خلیفہ کے باڈی گارڈ)[2] جن کے پھر تین درجے ہوتے تھے (أ) استاد یا خواجہ سرا جنھیں اعلیٰ

---

[1] صبح الاعشیٰ $\frac{۳}{۴۹۸-۴۸۲}$ قلقشندی (متوفی ۸۲۲ھ) مقریزی کا ہم عصر ہے۔ ان دونوں نے اصلی اسناد اور قدیم ترین حوالوں کے ساتھ حکومت فاطمیین کے نظم و نسق کی تفصیلوں۔ درباری تقریبوں اور شاندار سواریوں کے متعلق مفید معلومات فراہم کی ہیں۔

[2] قلقشندی کہتا ہے کہ یہ لوگ ہمارے زمانے میں خدام اور حواشی کہلاتے ہیں۔

منصبوں پر بھی فایز کیا جاتا تھا۔ ان کے سرداروں کو محنکین کہتے تھے کیونکہ یہ لوگ اپنی ٹھوڑیوں پر عمامے لپیٹ لیا کرتے تھے جیسا آج کل عرب اور مغاربہ لپیٹ لیتے ہیں۔ ان کو خلیفہ سے بہت تقرب حاصل تھا۔ ان کی تعداد ہزار سے زیادہ تھی۔ (ب) نوجوان محافظین۔ ان کی تعداد تقریباً پانچ سو تھی۔ (ج) عام نوجوان محافظین۔ جو پانچ ہزار سے زاید تھے یہ ممالیک کے مانند تھے۔ جب کبھی یہ طلب کیے جاتے تو فوراً ان کو حاضر ہونا پڑتا تھا۔ ان کی سکونت کے لیے متعدد حجرے مخصوص تھے جس کی وجہ سے یہ "صبیان الحجر" کہلاتے تھے۔ (۲) مختلف رجمنٹیں جنہیں کسی خلیفہ یا وزیر کے نام سے یا ان کی مخصوص قومیت کے ساتھ موسوم کیا جاتا تھا۔ جیسے رومیہ، ترکیہ۔ کردیہ۔ دیلمیہ۔ آمریہ۔ حافظیہ۔ جیوشیہ۔ افضلیہ۔ سودانیہ۔ ہر رجمنٹ کا ایک افسر ہوتا تھا جو اس پر نگرانی کرتا تھا۔

بیڑا بحری بیڑا جو اسکندریہ۔ دمیاط (مصر) عسقلان۔ عکہ۔ صور وغیرہ (سواحل شام) پر متعین تھا۔ کم سے کم پچھتر جہازوں۔ دس مسطحات اور دس صمالات پر مشتمل اور ایک امیر البحر کے ماتحت تھا۔

دارالخلافہ کے عہدہ دار عہدہ داروں کی دو قسمیں ہوتی تھیں۔ پہلی قسم میں وہ عہدہ دار شامل تھے جو خلیفہ سے راست تعلق رکھتے تھے یعنی دارالخلافہ کے عہدہ دار۔ ان کے چار طبقے ہوتے تھے۔

پہلا طبقہ اہل شمشیر کا تھا۔ جن کے پھر دو حصے ہوتے تھے۔ پہلا حصہ عام لشکر کے نو عہدہ داروں کا تھا۔ (۱) وزیر حکومت کا سب سے اعلیٰ عہدہ دار ہوتا تھا۔ وزرا کبھی اہل سیف سے ہوتے تھے اور کبھی اہل قلم سے[1]

---

[1] وزارت سے کم درجے کا عہدہ وساطت کہلاتا تھا۔ اس کے اختیارات وزارت سے کم تھے۔ خلافت فاطمیہ میں پہلا وزیر یعقوب بن کلس ہے جو عزیز کے زمانے میں تھا۔ ابن کلس کے بعد بھی حاکم کے زمانے تک جو شخص وزارت کے عہدہ پر فایز ہوتا تھا وہ صاحب وساطت

(۲) امیر الباب - جس کا عہدہ وزیر کے بعد تھا اور بعض اوقات وزیر اصغر یا ادنی کہلاتا تھا۔ (۳) سپہ سالار تمام فوج کا قائد اور قصر شاہی کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ (۴) مظلہ (چتر) بردار (۵) شمشیر بردار۔ (۶) بھالا بردار۔ (۷) ہتھیار بردار۔ ان کو رکابیہ (سائیس) کہتے تھے۔ ان کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی۔ بارہ ان کے افسر تھے۔ سواری کے موقع پر یہ خلیفہ کے گرد رہا کرتے تھے۔ (۸) والی قاہرہ کا رتبہ بہت بڑا تھا۔ سواری میں اس کی جگہ مخصوص تھی۔ (۹) والی مصر (فسطاط) جو والی قاہرہ سے کم درجہ رکھتا تھا۔ دوسرا حصہ استادوں (محنکین) یا خواجہ سراؤں کا جو نو مہتمموں پر مشتمل تھا۔ (۱) خلیفہ کے تاج کا مہتمم۔ (۲) خلیفہ کے دربار کا مہتمم (۳) فرامین کا مہتمم جو خلیفہ کے فرامین وزیر تک پہنچاتا تھا۔ (۴) مہتمم محلات (۵) مہتمم بیت المال (۶) مہتمم دفاتر۔ جو حکومت کے دفاتر کی نگرانی کرتا تھا۔ (۷) مہتمم دوات خلیفہ۔ ایک جواہرات سے مرصع سونے کی دوات، ہمیشہ گھوڑے کی زین پر خلیفہ کے ساتھ رہتی تھی۔ (۸) خلیفہ کے عزیزوں کا مہتمم۔ (۹) مہتمم باورچی خانہ[۱]۔ بعض خواجہ سرا غیر محنک ہوتے تھے جو خاندان حضرت ابو طالب رضؓ کے افراد کی نگرانی کرتے تھے۔ جو شخص طالبی ہونے کا جھوٹا دعوی کرتا وہ گرفتار کر لیا جاتا۔ بعض خواجہ سراؤں کے سپرد لشکر کی مختلف رجمنٹوں کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ اور سفارت کہا جاتا تھا۔ ظاہر کے زمانے سے پھر وزرا شروع ہوئے۔ یہ لوگ اہل قلم سے تھے۔ بدر الجمالی سے خلافت کے زوال تک جتنے وزیر ہوئے وہ سب اہل سیف تھے۔ وزیروں کا لباس ایک خاص وضع کا بہت قیمتی ہوتا تھا۔ سونے اور موتیوں کے بوتام ان کے لباس کی علامتوں میں شامل تھے۔ سونے کی دوات جو جواہرات سے مرصع ہوتی تھی ان کے ساتھ ان کی سواری کے زین پر لگی ہوئی رہتی تھی (قلقشندی ۲/۴۹۰۔ مقریزی ۲/۳۰۹)۔

[۱] ۔ وھی تسع وظائف۔ الاولی وظیفۃ (شد التاج) والثانیہ وظیفۃ (صاحب المجلس) والثالثۃ وظیفۃ (صاحب الرسالۃ) والرابعۃ وظیفۃ (زمام القصور) والخامسۃ وظیفۃ (صاحب بیت المال) والسادسۃ وظیفۃ (صاحب الدفتر) والسابعۃ وظیفۃ (حامل الدواۃ) والثامنۃ وظیفۃ (زم الاقارب) والتاسعۃ وظیفۃ (زم الرجال) (قلقشندی ۳/۴۸۲)

انتظام تھا۔ دوسرا طبقہ اہل قلم کا تھا جن میں تین شعبے ہوتے تھے۔ پہلا شعبہ ان چھ عہدہ داروں کا جو دینی خدمات انجام دیتے تھے۔ (۱) قاضی القضاۃ۔ سواری میں اس کے لیے بھورے رنگ کا خچر مخصوص تھا۔ جس کا زین چاندی کا ہوتا۔ زرتار خلعت اسے دیے جاتے تھے۔ یہ محکمہ قانون کا افسر اعلیٰ اور دارالضرب کا ناظم ہوتا تھا۔ اس کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ اس کا اجلاس جامع عتیق (جامع عمرو) میں ہر شنبہ و سہ شنبہ کے روز ایک بلند مقام پر ہوتا تھا سامنے چار وکیل بیٹھتے تھے اور بائیں اور دائیں جانب گواہ ہوتے تھے۔ پانچ حجاب (منتظمین) ضبط و قاعدہ قایم رکھتے تھے[1]۔ (۲) داعی الدعاۃ جس کا درجہ قاضی القضاۃ کے بعد تھا۔ یہ دارالعلم میں مذاہب اہل بیت پر لکچر دیتا تھا اور جو مستجیب (نو اسماعیلی) دعوت اسماعیلیہ میں داخل ہوتا اس سے عہد (معاہدہ) لیا کرتا تھا۔ (۳) محتسب۔ جو بازاروں اور سڑکوں پر مختار کل کی حیثیت سے نگرانی کرتا تھا۔ خرید و فروخت، اوزان اور پیمانوں حجر ہوں اور دغابازوں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ (۴) وکیل بیت المال جو بیت المال کا صدر ہوتا تھا۔ اس کے متعلق اور فرایض بھی تھے مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا۔ ان کا ازدواجی رشتہ قایم کرنا۔ سرکاری عمارتوں اور کشتیوں کا بنوانا۔ (۵) نائب امیر الباب یعنی صدر دربان کا مددگار۔ جس کے ذمے سفیروں کی نگرانی تھی۔ جب سفیر خلیفہ کے سامنے پیش کیا جاتا تو امیر الباب اس کا سیدھا ہاتھ اور نائب امیر الباب اس کا بایاں ہاتھ پکڑے رہتا تھا۔ (۶) قاری جو کلام مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ دوسرا شعبہ ان عہدہ داروں کا تھا جو دیوانی خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کے پھر تین حصے ہوتے تھے۔ پہلا حصہ وزارت کا (جب کہ وزیر اہل شمشیر سے نہ ہو) دوسرا حصہ دفتر انشاء کا جس کے دو صیغے ہوتے تھے۔ ایک معتمدی کا جس میں بڑے فصیح و بلیغ منشی مقرر کیے جاتے تھے۔ دوسرا صیغہ خلیفہ کے دو منشیوں کا جن میں سے

---

[1] مقریزی ۲/۲۴۶۔ دولت فاطمیہ میں انشاء رسائل کا خاص اہتمام تھا (قانون دیوان الرسائل لابن الصیرفی من رؤساء الکتاب فی الدولۃ الفاطمیہ)۔

ایک کا کام خلیفہ کے ساتھ اکثر رہنا اور اس کی ہدایات اور احکام کو قلم بند کرنا تھا۔ اور دوسرا ان کو صاف کرتا تھا۔ تیسرا حصہ دفتر فوج کا۔ چوتھا حصہ دفتر مال کا جو چودہ صیغوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ہر صیغہ مختلف فرایض انجام دیتا تھا۔ مثلاً ملک کا خراج جمع کرنا۔ عہدہ داروں اور اہلکاروں کی تنخواہیں اور رواتب دینا۔ وظیفے اور تحفے تقسیم کرنا وغیرہ۔ ان صیغوں میں ایک "صیغہ تحقیق" تھا جو باقی تیرہ صیغوں پر نظر رکھتا تھا اسے "راس الدواوین" کہتے تھے۔ تیسرا طبقہ۔ اہل صناعات کا جن میں اطباء کا درجہ سب سے بڑا تھا۔ خلیفہ کا ایک خاص طبیب ہوتا تھا جس کا اجلاس قصر کے قاعۃ الذہب (سنہری محل) کے قریب تھا۔ اس کے تین یا چار مددگار ہوتے تھے جنھیں معقول تنخواہیں ملتی تھیں۔ چوتھا بڑا طبقہ۔ شعرا کا تھا۔ ان میں چند اہل سنت تھے جو خلیفہ کی مدح میں غلو نہیں کرتے تھے۔ اور چند شیعہ تھے جو بہت غلو کرتے تھے۔

نواب اور ولاۃ یعنی ضلعوں کے عہدہ دار

دوسری قسم کے عہدہ دار نائب اور والی کہلاتے تھے اور ضلعوں پر مقرر کیے جاتے تھے۔ مملکت مصر چار ولایتوں پر منقسم تھی۔ (۱) ولایت قوص[1]۔ جو سب سے بڑی ولایت شمار کی جاتی تھی۔ (۲) ولایت شرقیہ (۳) ولایت غربیہ (۴) ولایت اسکندریہ۔

شام اور ایشیاء کوچک کے شہروں پر مقامی والی مامور تھے۔ ان کے تحت ضلعوں اور قصبوں کے حکام تھے۔ مقامی معاملات مقامی عہدہ داروں کے ہاتھ میں رکھے جاتے تھے اور فوجی دستوں اور مزدوروں کی بھرتی انھی سے متعلق تھی۔ موخر الذکر ضلع کی نہروں کی درستی اور تعمیر کے لیے رکھے جاتے تھے۔ چونکہ بڑی بڑی نہروں کا انتظام مقامی حکام سے ناممکن تھا اس لیے کئی مہتمم مقرر کیے جاتے تھے۔ جن کے تحت ماہروں کا ایک اسٹاف ہوتا تھا۔[2]

[1] صعید مصر کا بڑا قصبہ۔ یہ نام قبطی ہے (معجم البلدان ۴/۲۰۱)۔
[2] قلقشندی ۲/۴۸۲-۴۹۸۔ اسٹانلی لین پول اپنی تاریخ میں وسٹن فلٹ کی کتاب ب۔

فصل (۲۹)

دولت فاطمیہ اور علوم و فنون

قصر کا کتب خانہ (خزانۃ الکتب)

بنو فاطمہ کا علوم و فنون سے شغف ان کے کتب خانوں مدرسوں اور رصد گاہوں سے ظاہر ہے۔ مقریزی لکھتا ہے کہ "کتابوں کا ایسا ذخیرہ کسی بادشاہ کے ہاں نہ تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- Die geographic und Vermalting von Aegyptan کا حوالہ دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ "عرب مورخین کبھی اس قسم کی معلومات فراہم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے خیال میں تاریخ پڑھنے والا خود ان چیزوں سے واقف ہوتا ہے۔ عرب اور ترک حاکموں کے عہد کی بابت اس قسم کی تفصیلیں فراہم کرنا بے حد دشوار ہے۔ لیکن فاطمی عہد کی بابت ہمیں ان کے فوجی انتظامات اور ملکی نظم و نسق کے متعلق کافی معلومات ہیں اور جس حد تک بھی ہیں فائدے سے خالی نہیں ہیں۔" اس نظم و نسق کا خلاصہ بیان کرکے کہتا ہے۔ "یہ تمام نظم و نسق تحریر میں بہت بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن عملاً اس میں بہت سی بدانتظامیاں اور خرابیاں موجود تھیں مگر عرب مورخین اس کے شاہد ہیں کہ فلاحین کیساتھ فاطمیوں کا طرز عمل عمدہ اور پدرانہ تھا"

ممکن ہے کہ اس تنقید سے اشارہ اس امر کی طرف ہو کہ بعض وزیر اچھی طرح سے لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے۔ پوری تجویز لکھنے کی بجائے صرف "امتثل" یعنی میں فرمانبرداری کرتا ہوں لکھتے تھے (قلقشندی ۳/۴۹۲)

اس کتب خانے میں قراءت ۔ حدیث ۔ فقہ ۔ نحو ۔ حساب ۔ نجوم ۔ منطق اور فلسفہ وغیرہ یعنی جتنے علوم اس زمانے میں رایج تھے ۔ ان کی کتابیں لاکھوں کی تعداد میں موجود تھیں ۔ اکثر کتابوں کے متعدد نسخے فراہم کیے گئے تھے ۔ مسبحی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے عزیز سے خلیل کی " کتاب العین " کا ذکر کیا ۔ عزیز نے اپنے کتب خانے کے خزانچی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کتاب کے تیس (۳۰) سے زیادہ نسخے موجود ہیں جن میں ایک نسخہ خود خلیل کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ۔ کوئی شخص تاریخ طبری کا ایک نسخہ عزیز کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے اسے سو دینار میں خریدا ہے ۔ اس کتاب کے (باوجود اس کی ضخامت کے) بیس سے زیادہ نسخے کتب خانے میں پائے گئے، جن میں ایک نسخہ خود طبری کے قلم کا تھا ۔ اسی طرح کتاب الجمہرہ لابن درید کے (۱۰۰) سو نسخے موجود تھے ۔" مقریزی کتاب الذخائر میں لکھتا ہے کہ " قصر شاہی میں جو کتابوں کے خزانے تھے ان کی تعداد چالیس تھی جن میں اٹھارہ ہزار کتابیں صرف علوم قدیمہ کے متعلق تھیں ۔ مستنصر کے زمانہ[1] " شدت " میں جو کتابیں قصر سے برآمد ہوئیں ان میں صرف قرآن مجید کے دو ہزار چار سو نسخے نہایت خوشخط لکھے ہوئے تھے ۔ اور جن پر سونے اور چاندی کا کام تھا ۔ کئی صندوق ایسے قلموں سے بھرے ہوئے نکلے جو ابن مقلہ اور ابن بوّاب وغیرہ کے خطوط کے مطابق بنائے گئے تھے ۔ یہ تمام خزانوں کی کتابیں علاوہ ان کتابوں کے تھیں جو قاہرہ کے مدرسے (دارالعلم) میں موجود تھیں ۔ ان میں بھی مختلف فنون ۔ فقہ (حسب اعتقاد تمام مذاہب) نحو ۔ لغت ۔ حدیث ۔ تاریخ ۔ سیرت ۔ نجامت روحانیات ۔ وغیرہ کی کتابیں تھیں ۔ ان کتابوں کی کثرت اس واقعے سے ثابت ہوتی ہے کہ جب مستنصر کے زمانے میں ترکوں کے لشکر نے اسے لوٹا تو بہت سی کتابیں نیل میں ڈال دی گئیں ۔ بہت سی جلا دی گئیں ۔ اور بعض کتابوں کی جلدیں توڑ کر ان کی جوتیاں بنائی گئیں کیونکہ ان میں مشارقہ کا کلام مذہب کے مخالف تھا ۔ جو کتابیں بچ گئیں ان کے ڈھیر لگ گئے ۔ یہ مقام اب تک

[1] ۔ زمانہ مقریزی تک جس کی وفات کا سن ۸۴۵ھ ہے

و« تلال الکتب » (کتابوں کے ڈھیر) کے نام سے مشہور ہے۔ خود خلیفہ بارہا اس کتب خانے میں آتا اور مطالعے سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ بہر حال مقریزی نے متعدد واقعات اپنی کتاب میں درج کیے ہیں جن سے اس کتب خانے کی عظمت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ آخر میں یہ مورخ کہتا ہے کہ « یہ کتب خانہ دنیا کی عجیب ترین چیزوں میں تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس سے بڑا کوئی کتب خانہ نہ تھا۔ اس میں تقریباً چھ لاکھ ایک ہزار کتابیں تھیں[1]۔ »

مدرسہ (دار العلم یا دار الحکمۃ) ۳۹۵ھ میں قصر غربی (باب التبانین) کے قریب بحری جانب حاکم نے ایک مدرسہ کھولا جس کا نام « دار الحکمۃ یا دار العلم » رکھا۔ یہ مدرسہ وزیر افضل کے زمانے تک جاری رہا اس نے اسے مذہبی جھگڑوں کے خوف سے بند کر دیا اس کے بعد پھر آمر نے اسے جاری کیا۔ اس میں تعلیم کے لیے قاری، نحوی اہل لغت، خوشنویس، طبیب، منجم وغیرہ مقرر کیے گئے۔ اس کے لیے ایک عمارت تیار کی گئی جو طرح طرح کی آرائشوں سے آراستہ تھی۔ تمام دروازوں پر پردے لٹکائے گئے تھے۔ اس کی صفائی اور نگرانی کے لیے فراش اور چپراسی متعین تھے۔ طلبہ کے مطالعے کے لیے حاکم نے اپنے خزانۂ خاص سے مختلف علوم و فنون کی عمدہ اور خوشخط کتابیں جن کی نظیر کسی بادشاہ کے پاس نہ تھی اس میں منتقل کیں۔ مختلف قسم کے لوگ اس سے مستفید ہوتے تھے۔ ناظرین اور ناسخین کی سہولت کی خاطر اس میں روشنائی، دوات، قلم، کاغذ اور دیگر ضروری چیزیں فراہم کی گئی تھیں جن کے اخراجات کی تفصیل گزر چکی[2]۔ فسطاط کے بہت سے مکانات بھی مصارف کے لیے وقف کیے گئے تھے[3]۔ حاکم اس میں مناظروں کے جلسے کیا کرتا تھا اور جو

1۔ مقریزی ۲۵۳-۲۵۵/۲۔ عزیز کے زمانے میں ابو الحسن الشابشتی الکاتب متوفی ۳۹۰ھ کتب خانہ کا مہتمم تھا (جرجی زیدان ۲۲۰/۱)۔ ابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ ۲۶۸/۱

2۔ فصل ۲۱ (عہد حاکم کے رفاہ عام کے کام۔ ذیلی نوٹ ۱)۔

3۔ مقریزی ۳۳۴-۳۳۷/۲۔

علما ان میں شریک ہوتے تھے انھیں معقول انعاموں سے سرفراز کیا جاتا تھا۔

عہد فاطمیین کے مستند و مشہور علماء اور ان کی تصنیفیں

داعی حجۃ اللہ (المؤید) متوفی ۱۱۹۳ھ کے زمانے میں اسمٰعیل بن عبدالرسول ایک بڑا بلند پایہ عالم گزرا ہے جس نے اسماعیلیوں کے علماء اور ان کی تصنیفوں کی ایک منظم فن واری فہرست تیار کی ہے، جو "فہرست المجدوع" کے نام سے مشہور ہوئی[۱] اس میں صرف اسماعیلی علماء کا ذکر ہے۔ اس میں سے اور دوسری تاریخی کتابوں میں سے ہم یہاں چند مشہور اسماعیلی اور غیر اسماعیلی علماء کا تذکرہ ان کی تصانیف کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

ابو حاتم الرازی فاطمیین کے عہد میں جن علما کا تذکرہ تاریخوں میں ہے[۲] ان میں سب سے پہلا داعی ابو حاتم بن حمدان الرازی ہے۔ جس کی اہم اور مفید تصنیف کتاب الزینہ ہے جس میں کلام مجید اور حدیث شریف کے اکثر الفاظ کی شرح کی گئی ہے اور سند میں عرب کے اشعار پیش کیے گئے ہیں[۳]۔ دوسری تصنیف اعلام النبوۃ ہے جس میں مصنف نے

---

[۱] یہ فہرست اب تک نہیں چھپی۔ اس کا ایک نسخہ میرے پاس موجود ہے۔ اس کی مدد سے ایوانو Ivanow نے "A guide to Ismaili Literature" تیار کی ہے۔

[۲] اس کا نام عبدالرحمان الرازی اور سنانی ہے۔ یہ ویلم کا داعی تھا۔ (عہد قائم)

[۳] راقم الحروف اس کتاب کی تصحیح میں مصروف ہے۔ اگر ممکن ہو تو یہ شائع کی جائے گی۔

نبوت کے ثبوت میں دلایل پیش کیے ہیں اور ان اعتراضات کے جوابات دیے ہیں جو اس کے ہمعصر محمد بن زکریا رازی نے کیے تھے۔ تیسری تصنیف کتاب الاصلاح ہے اس میں داعی نسفی کی کتاب المحصول کے مسایل پر زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھی تصنیف ''الکتاب الجامع'' فقہ میں ہے۔ اس کتاب کا حوالہ ابن الندیم نے بھی دیا ہے[۱]۔

ابو یعقوب السجستانی ۳۶۰ھ داعی مذکور کا ہمعصر داعی ابو یعقوب سجستانی ہے۔ اس کی مشہور تصنیف کتاب الینابیع ہے۔ اس میں توحید۔ عقل۔ نفس۔ دوائر دیگر عقول خلقت عالم جسمانی بہشت دوزخ اور قیامت وغیرہ کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی دوسری تصنیف ''کتاب اثبات النبوات ہے جس میں نبوت کے ثبوت میں مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی دیگر تصنیفوں میں کتاب الافتخار۔ کتاب الموازین۔ تحفۃ المستجیب۔ سلم النجاۃ۔ سرائر المعاد و المعاش وغیرہ شامل ہیں۔ مورخ بیرونی نے اس داعی کی ایک اور کتاب ''کشف المحجوب'' کا ذکر کیا ہے جو اسماعیلیوں کے خانگی کتب خانوں میں نہیں پائی جاتی۔

جعفر بن منصور الیمن ۳۶۵ھ فن تاویل میں جن داعیوں کی کتابیں ہمارے زمانے میں موجود ہیں ان میں قدیم ترین داعی جعفر بن منصور الیمن[۲] ہے۔ یہ خلیفہ معز کا باب الابواب[۳] تھا جس کا رتبہ امام کے بعد شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی تمام کتابیں بہت مستند اور معتبر ہیں جن میں غلطی کا شبہہ بھی نہیں ہو سکتا ان میں سے مشہور الرضاع فی الباطن الفرائض و حدود الدین (کتاب الادلۃ والشواہد)۔ الشواہد والبیان

---

[۱]۔ ابن الندیم ۲۶۸۔

[۲]۔ جعفر بن ابی القاسم حسن بن فرح بن حوشب۔ حسن ''منصور الیمن'' کے لقب سے مشہور ہے (ملاحظہ ہو فصل (۵) مہدی کے ظہور کی تیاریاں)۔

[۳]۔ انجمن دعوت کا صدر۔

تاویل سورۃ النسا۔ کتاب الفترات والقرانات، اسرار النطقا اور سرائر النطقا ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابوں میں انبیا کے قصوں کی تاویل ہے جس کے ذریعے اسماعیلی دعوت کی تنظیم اور اس کے اصول پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب کتابیں اسماعیلیوں کے خزانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اس کی ایک اور کتاب "تاویل الزکوٰۃ" ہے جس کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ لائڈن میں موجود ہے[1]۔

قاضی القضاۃ نعمان بن محمد

۳۶۳ھ

فقہ۔ حدیث۔ تاریخ۔ تاویل۔ عقائد۔ مناظرہ وغیرہ میں جو بڑا مستند عالم گزرا ہے وہ قاضی القضاۃ داعی الدعاۃ ابوحنیفہ نعمان بن محمد ہے[2]۔ جس کے مفصل حالات داعی ادریس نے اپنی تاریخ میں لکھے ہیں[3]۔ یہ پہلے مالکی مذہب رکھتا تھا۔ پھر اسماعیلی مسلک اختیار کیا۔ اس نے چار خلفاء مہدی، قائم، منصور اور معز کا زمانہ دیکھا ہے اور تقریباً ایک سو چار سال کی عمر پا کر ۳۶۳ھ میں وفات پائی۔ قائم کے آخری زمانے میں وہ پہلے طرابلس کا اور پھر منصوریہ کا قاضی مقرر کیا گیا۔ ۳۶۲ھ میں جب وہ معز کے ساتھ مصر آیا تو اس وقت مصر کا قاضی ابوطاہر ذہلی (محمد بن احمد بن عبد اللہ) تھا۔ معز نے ابوطاہر کو معزول نہیں کیا۔ لیکن اسے ہدایت دی کہ مذہبی احکام میں وہ قاضی نعمان بن محمد سے مشورہ کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ معز نے نعمان کے بیٹے علی کو ابوطاہر ذہلی کا شریک مقرر کیا۔ نعمان بن محمد پہلا عالم ہے جس نے فقہ۔ حدیث اور تاریخ میں کتابیں لکھیں۔ اس سے پہلے کسی نے ان فنون میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اس کی تصنیفوں کی تعداد چوالیس بتائی جاتی ہے۔ جن میں تقریباً بائیس کتابیں فی الحال اسماعیلیوں کے خزانوں[4]۔ (خانگی کتبخانوں)

---

[1] Leiden Cod. 1971, (Geoji) ۔ [2] نعمان بن ابی عبد اللہ محمد بن منصور بن احمد بن حیون۔ [3] عیون الاخبار ۳۸ - ۵۰/۶ ۔

[4] اسماعیلی جو مذہبی کتابیں جمع کرتے ہیں ان کو "خزانہ" کہتے ہیں۔ یعنی اسماعیلی دعوت کی کتابوں کا خزانہ۔

میں موجود ہیں۔ ان میں دعائم الاسلام (فقہ) اساس التاویل اور تاویل الدعائم (تاویل) اختلاف اصول المذاہب (تنقید) شرح الاخبار اور افتتاح الدعوۃ (تاریخ) مشہور کتابیں ہیں۔ مسائل فقہ کو اس نے نہایت سلیس اور شستہ زبان میں نظم کیا ہے اس کتاب کا نام "الارجوزۃ المنتخبۃ" ہے۔ غرض کہ اس نے اپنی تمام عمر تصنیف و تالیف میں صرف کی۔ اس قاضی کے خاندان میں عہدۂ قضا ایک زمانے تک باقی رہا۔ اس کے بیٹے۔ پوتے۔ پروتے اس عہدہ پر مامور ہوتے رہے۔ عزیز نے ایک دفعہ کہا تھا کہ قضا کا عہدہ اس خاندان سے کبھی نہ نکالا جائے۔ نعمانی خاندان کا شجرہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) نعمان بن محمد ۳۶۳ھ وفات

- (۲) علی ۳۷۴ھ وفات
  - (۴) ابو عبداللہ حسین ۳۹۵ھ وفات
  - نعمان (صرف محکمہ مظالم پر مامور کیا گیا)
- (۳) ابو عبداللہ محمد ۳۸۹ھ وفات
  - (۵) عبدالعزیز ۴۰۱ھ وفات
    - (۶) قاسم ۴۱۸ھ (معزول)

ان میں علی بھی قاضی القضاۃ تھا۔ یعنی مصر کا قاضی ہونے کے علاوہ دوسرے ممالک شام۔ عراق۔ مغرب اور حرمین کا بھی قاضی مقرر کیا گیا۔ حسین، قاضی القضاۃ ہونے کے علاوہ داعی الدعاۃ بھی بنایا گیا۔ یہ اور عبدالعزیز دونوں خلیفہ حاکم کے ہاتھوں قتل کیے گئے۔ اس خاندان کے سب لوگ فقہ اہل بیت میں ممتاز قابلیت رکھتے تھے سوائے قاسم بن عبدالعزیز کے جو جاہل ہونے کے علاوہ بدسیرت بھی تھا۔ ان تمام

لے۔ السیرۃ المؤیدیۃ ۱۲۸-۱۲۹۔ اس تاریخ کے ۵۸۶ صفحہ کا ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے۔ 586

قاضیوں کے مفصل حالات ابن حجر عسقلانی نے لکھے ہیں۔[1]

ابن زولاق مصری ۳۸۷ھ ابن زولاق مصر کا باشندہ تھا جس کا شمار ممتاز مورخوں میں کیا جاتا ہے۔ اس کی ایک تصنیف خطط مصر پر ہے جس میں اس نے بہت استقصا سے کام لیا ہے۔ دوسری تصنیف "تاریخ قضاۃ مصر" ہے جو کندی (ابو عمر محمد بن یوسف) کی تاریخ "قضاۃ مصر" کا تکملہ ہے۔ افسوس کہ یہ دونوں تاریخیں ناپید ہیں۔ خاص دولت فاطمیہ کے متعلق اس کی ایک کتاب "سیرۃ المعز" بہت اہم ہے۔ لیکن اب یہ بھی نہیں ملتی۔ مقریزی نے اپنی تاریخ میں ان کا بار بار حوالہ دیا ہے۔[2]

یہودی طبیب موسیٰ بن العازار اور نصرانی طبیب سعید بن البطریق ۳۲۸ھ ان اطبا کے حالات معز کے عہد میں گزر چکے ہیں۔

یعقوب بن کلّس ۳۸۰ھ یہ عزیز کا وزیر اعظم جس طرح امور سیاسی میں ماہر تھا اسی طرح علوم مذہبی میں بھی اسے بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ اس نے فقہ۔ حدیث وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں مختصر المصنف (فقہ) اب بھی موجود ہے۔[3] اس کے لکچر سننے کے لیے ہر جمعہ کی رات کو قاضی۔ فقیہ۔ قاری۔ نحوی۔ محدث اور

---

[1] رفع الاصر عن قضاۃ مصر۔ [2] ابن خلکان $\frac{1}{۱۳۴}$ صرف اس کی ایک تصنیف "کتاب فضائل مصر واخبارھا وخواصھا" بہ شکل نسخہ مخطوطہ پیارس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا نمبر (۱۸۱۷) ہے۔ یاقوت نے بھی ابن زولاق کی تصنیفوں کی فہرست لکھی ہے۔ (ارشاد الاریب الی معرفتہ الادیب $\frac{۳}{۲}$) سیرۃ المعز کے لیے "مقدمہ" ملاحظہ فرمائیے۔

[3] اس کتاب کا نام "الرسالۃ الوزیریہ" بھی ہے۔ چالیس فقیہوں نے اس کی تالیف میں حصہ لیا ہے (ابن الصیرفی صفحہ ۹۱)۔

شاعر اس کے محل میں جمع ہوتے تھے[۱]۔ شاعر ابو رقعمق انطاکی نے اس کی بہت تعریف کی ہے۔ علی بن انجب معروف بہ ابن صیرفی نے اپنی کتاب "الاشارۃ الی من نال الوزارۃ" میں اس کا تذکرہ کیا ہے[۲]۔ اس کے حالات اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ ۳۸۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

المختار المسبّحی محمد بن ابی القاسم عبید اللہ ۴۲۰ھ

یہ فاضل عام طور پر اپنی نسبت "المسبّحی" سے مشہور ہے۔ اس کے ترجمے میں ابن خلکان نے جن کتابوں کے نام بتائے ہیں ان سے اس کی بے پناہ وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس زمانے کے اکثر علوم میں یہ ماہرانہ حیثیت رکھتا تھا۔ مصر ہی میں پیدا ہوا اور یہیں اس نے وفات پائی۔ اس کی غیر معمولی قابلیت کی بنا پر خلیفہ حاکم نے ابتدا میں اسے قیس اور البھنسا[۴] کی ولایت سپرد کی اور کچھ دنوں بعد اسے دیوان الترتیب کا عہدہ دیا۔ تقریباً تیس ضخیم کتابیں اس نے لکھیں جن میں مشہور "مصر کی تاریخ کبیر" ہے جو کئی ہزار صفحوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب اب ناپید ہے۔ اس فاضل جلیل القدر نے ظاہر کے عہد ۴۲۰ھ میں وفات پائی۔ اسے شعر و سخن کا بہت شوق تھا۔ ابن خلکان نے اس کے چند اشعار نقل کیے ہیں اور اس کی تصنیفوں کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس کا خطاب عز الملک تھا۔

ماہر ہیئت علی بن یونس ۳۹۹ھ

مصر کی تاریخ میں علی بن یونس مصری علم ہیئت میں اپنا مثل نہیں رکھتا تھا۔ چار جلدوں میں "زیج حاکمی"، جسے "زیج ابن یونس" بھی کہتے تھے اسی نے

---

[۱] - ان میں مشہور حسین بن عبد الرحیم (زلازلی) ہے جو کتاب الاسجاع کا مصنف ہے۔ (الفاطمیون فی مصر ۲۳۶)۔ [۲] - ابن صیرفی ۹۱ - [۳] - فصل ۱۵ (وزیر یعقوب بن کلّس)۔ [۴] - یہ مقامات "الصعید" کے اعمال میں ہیں۔

[۵] - ابن خلکان $\frac{1}{515}$ -

تیار کی۔ اس زیج میں بہت تحقیق اور تصحیح سے مسائل ہئیت بیان کیے گئے ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ میری نظر سے بہت سی زیجیں گزریں مگر اس کی سی مکمل زیج میں نے نہیں دیکھی۔ خلیفہ عزیز کے حکم سے اس کی ابتدا ہوئی اور خلیفہ حاکم کے زمانے میں تکمیل کو پہنچی۔ اس حکیم نے اپنی تمام عمر فن ہئیت کے مسایل کی تحقیق میں گزاری۔ راتوں کو جبل مقطم پر جا کر گھنٹوں تاروں کی رصد میں مصروف رہتا۔ فن ہئیت میں بے مثل ہونے کے علاوہ اسے دوسرے علوم سے بھی دلچسپی تھی۔ شعر و سخن کا اسے بہت شوق تھا۔ کبھی کبھی یہ خود بھی شعر کہا کرتا تھا۔ حاکم کے عہد ۳۹۹ھ میں اس نے وفات پائی[1]

ابو علی حسن بن الہیثم ۴۳۰ھ

ابو علی حسن بن الھیثم[2] فن طبیعیات کے مسلمان علما میں خاص درجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی مصر کا باشندہ تھا۔ ریاضی ہئیت فلسفہ اور طب وغیرہ میں اس نے ایک سو سے کم کتابیں نہیں لکھیں۔ جس خاص فن میں اس نے امتیاز حاصل کیا وہ طب ہے۔ اس نے جس کتاب کی وجہ سے شہرت پائی وہ اس کی خاص تصنیف "کتاب المناظر" ہے جو علم المناظر سے متعلق ہے۔ اس کتاب کا اصلی نسخہ ناپید ہے۔ مگر اس کا ترجمہ ۱۵۷۲ء[3] میں لاطینی زبان میں ہوا (اور کریمونا کے جرارڈ[4] نے شاید اس سے بھی پہلے کیا) جس سے قرون وسطیٰ میں علم المناظر کی ترقی میں بہت مدد ملی۔ قرون وسطیٰ کے تقریباً تمام مصنفوں نے حسن کی کتاب[4] کو اپنی تصنیفوں کا اصل اصول قرار دیا ہے۔ راجر بیکن اور جان کیپلر[5]

[1] ابن خلکان $\frac{1}{375}$ القفطی ۲۳۰-۲۳۱-

[2] Alhazen.

[3] Gerard of Cremona.

[4] Opticae thesaures

[5] Roger Bacon Leonardo. da Vinci and Johann Kepler

کمال الدین ابو الحسن الفارسی لکھتا ہے کہ اس نے ابن الہیثم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے استفادہ کیا ہے (تنقیح المناظر مطبوعہ دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد دکن)

کی تصنیفوں میں بھی کہیں کہیں اس کتاب کے اثر کی جھلک پائی جاتی ہے۔ ابن الہیثم نے اس تصنیف میں اقلیدس اور بطلیموس کے اس نظریے کی مخالفت کی ہے کہ آنکھ سے بصری شعاعیں نکل کر مرئی شئی کی طرف جاتی ہیں اور زاویۂ وقوع اور زاویہ انعکاس کو معلوم کرنے کے لیے اس نے تجربے بیان کیے ہیں۔ بعض تجربوں میں وہ مکبّر عدسات[1] کے نظری انکشاف کے بالکل قریب پہنچ جاتا ہے۔ جو اطالیہ میں اس کے تین صدیوں بعد کیا گیا۔[2]

احمد حمید الدین الکرمانی ۴۰۸ھ کے بعد[3]

فاطمیین کی طرف سے یہ داعی عراق عرب اور عراق عجم کی دعوت کا صدر مقرر کیا گیا تھا۔ اسی وجہ سے اسے حجۃ العراقین کہتے تھے۔ اس کا وطن کرمان تھا۔ حاکم کے عہد میں ہم نے بیان کیا ہے کہ حاکم نے علوم دینیہ کی تعلیم کے لیے "دار الحکمۃ" کھولا تھا۔ یہ مدرسہ چند سال بعد بند کر دیا گیا۔[4] غالباً اسی زمانے میں کرمانی مصر پہنچا۔ جب اس نے دیکھا کہ اسماعیلی دعوت کے نظم و نسق میں بڑا خلل واقع ہو گیا ہے[5] تو اس نے ایک رسالہ بنام "رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم بامر اللہ"[6] لکھا۔ اس کی اور داعی اختکین الضیف کی کوشش سے دعوت کی حالت سدھر گئی۔ اس کی انتیس تصنیفوں میں سے المصابیح فی اثبات الامامۃ

---

[1] Magnifying lenses - [2] Hitti. pp. 628 629.

[3] کرمانی کی ایک تصنیف "الرسالۃ الواعظۃ فی تردید الفرغانی" کا سن ۴۰۸ھ ہے۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ کرمانی کی وفات ۴۰۸ھ اور ۴۲۰ھ کے درمیان ہوئی ہو۔

[4] اعرض الحاکم عن اهل دعوتہ و اغلق عنهم الابواب و حرمتہ لیمتغنهم بذلک (عیون الاخبار $\frac{6}{290}$)۔ [5] فصل ۱۶ (حاکم کے رفاہ عام کے کام)۔

[6] اس رسالے میں یہ بتایا گیا ہے کہ انبیا کی کتابوں کی خوشخبریاں، حاکم ہی کے زمانے میں سچی ثابت ہوئیں۔ (ثلاث عشرہ رسالۃ)

کتاب الریاض ۔ الرسالۃ الوضیتہ فی معالم الدین ۔ تنبیہ الہادی والمستہدی ۔ الاقوال الذہبیۃ ۔ ثلاث عشرۃ رسالہ ۔ معاصم الہدیٰ مشہور ہیں ۔ اسی داعی کے زمانے میں فرقہ دروزیہ نکلا جس کے رہنماؤں نے یہ دعویٰ کیا کہ تنزیل اور تاویل دونوں "خرافات وقشور" ہیں جن سے نجات کا کوئی تعلق نہیں ۔ اللہ تعالےٰ نے حاکم میں حلول کیا ہے ۔ کرمانی نے ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی اور کئی رسالے ان کی تردیدیں لکھے ۔ لیکن اسے پوری کامیابی نہیں ہوئی ۔ اب تک شام کے شہروں میں دروزیہ کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے ۔ کرمانی کی سب سے آخری تصنیف "راحۃ العقل" نہایت اہم کتاب مانی جاتی ہے ۔ اس میں توحید ۔ عقل ۔ نفس ۔ رسالت وصایت ۔ امامت ۔ افلاک عشرۃ ۔ ارکان اربعہ ۔ طبیعت ۔ نفس نامیہ ۔ نفس حسّیہ ۔ نفس ناطقہ ۔ ادوار سبعہ ۔ بعث ۔ قیامت وغیرہ پر بحث ہی نہیں بلکہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسماعیلی دعوت کی صداقت پر آفاق اور انفس دونوں گواہی دیتے ہیں ۔ کرمانی خلیفۂ حاکم کا "باب الابواب" تھا جو اسماعیلی دعوت میں سب سے بڑا رتبہ ہے۔[1]

عمر بن علی الموصلی

حاکم کے عہد کی تصنیفوں میں "المنتخب فی علاج العین"[2] عمر بن علی کی بڑی اہم تصنیف ہے ۔ اس میں مصنف نے اپنے ہمعصر ابن عیسیٰ کی کتاب معروف بہ "تذکرہ" سے زیادہ جدت کی ہے مگر بعد میں موخر الذکر کتاب "عینیات"[3] پر ایک معیاری کتاب تسلیم کی گئی کیونکہ یہ ایک مکمل کتاب تھی ۔ عمر نے نرم موتیا کے لیے ایک عملیہ بیان کیا ہے جس میں موتیا کو ایک جوف دار نلی کے ذریعے جو اسی کا

---

[1] ۔ عیون الاخبار $\frac{6}{296-288}$

[2] ۔ کچھ حصہ اس کے مخطوطہ نسخے کا مکتبۂ اسکوریال میں Es-curial, Spain محفوظ ہے (Hitti, p. 629).

(۳) ۔ Ophthalmalogy.

اختراع ہے چوس کر باہر نکال لیا جاتا ہے۔

محمد بن سلامۃ بن جعفر القضاعی الفقیہ الشافعی ۴۵۴ھ

یہ شافعی فقیہ مستنصر کے عہد میں مصریوں کی طرف سے مصر کا قاضی تھا۔ روم کے حاکم کے پاس بھی یہ ایلچی کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ کچھ عرصے تک یہ وزیر علی بن احمد جرجرائی کا کاتب رہا۔ اس کی تصنیفوں میں کتاب الشہاب۔ کتاب مناقب الامام الشافعی۔ تواریخ الخلفاء اور کتاب خطط مصر مشہور ہیں۔ حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب تاریخ دمشق میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ۴۵۴ھ میں اس نے وفات پائی۔[1]

طاہر بن بابشاذ النحوی ۴۶۹ھ

ابن بابشاذ اصل میں دیلمی تھا، فن نحو میں یہ اپنے زمانے کا امام مانا جاتا تھا۔ اس فن میں اس کی متعدد تصنیفیں ہیں مثلاً المقدمہ المشہورۃ و شرحھا۔ شرح الجمل للزجاجی۔ شرح کتاب الاصول لابن السراج وغیرہ۔ اپنی گوشہ نشینی کے زمانے میں اس نے فن مذکور میں ایسی بڑی تالیف تیار کی جس کا اگر مبیضہ کیا جاتا تو تقریباً پندرہ مجلدات تک پہنچتا۔ اس کا نام اس کے بعد کے نحویوں نے "تعلیق الغرفہ" رکھا۔ یہ شخص مصر میں دیوان الانشا پر مامور کیا گیا۔ کوئی رسالہ یا خط جب تک یہ نہ دیکھ لیتا دفتر سے نہیں جاری ہو سکتا تھا۔ اس خدمت کی اسے مستنصر کے خزانے سے بڑی معقول تنخواہ ملتی تھی۔ ۴۶۹ھ میں اس نے وفات پائی اور قرافہ کبری میں دفن کیا گیا۔[2] اسی کی بیٹی قحط میں مستنصر کو روزآنہ دو روٹیاں بھیجا کرتی تھی۔[3]

ہبۃ اللہ بن موسیٰ الشیرازی (المؤید فی الدین) ۴۷۰ھ

اسماعیلی دعوت کا سلسلہ جس طرح بلادِ مغرب عراق اور شام میں جاری رہا اسی طرح

---

[1] ابن خلکان $\frac{1}{۶۲۴}$ - [2] ابن خلکان $\frac{1}{۲۳۵}$ -

[3] S. Lane-poole, p. 150.

ایران میں بھی اسماعیلی اپنی تبلیغ کرتے رہے۔ رَی میں ابو حاتم۔ سجستان میں ابو یعقوب۔ نیشاپور میں احمد بن ابراہیم (یا محمد)۔ کرمان میں احمد (حمید الدین) اور شیراز میں ہبتہ اللہ بن موسٰی بڑے بڑے داعی گزرے ہیں۔ مستنصر کے زمانے میں جو داعی دربارِ خلافت میں باریابی کے لیے ایران سے مصر آئے انہیں ہبتہ اللہ بن موسٰی جو "موید" کہلاتے ہیں اور ناصر خسرو بہت مشہور رہیں۔ داعی موید کی تبلیغ سے بہت سے ایرانی اسماعیلی بن گئے۔ جن میں ابو کالیجار بویہی بھی شامل تھا۔ اسماعیلیوں کی ترقی دیکھ کر بعض ایرانی موید کے خلاف ہو گئے اور ان کا پیچھا کیا۔ ۴۳۶ھ میں اسماعیلیوں کو بہت نقصان پہنچا اور ان کے کئی آدمی مارے گئے۔ موید شیرازی بغداد اور موصل کے راستے سے مصر پہنچے اور داعی حمید الدین کرمانی کے زیر تعلیم رہکر دعوت کے اونچے درجے طے کیے۔ بڑے انتظار کے بعد ۴۳۹ھ میں ۲۹ رشعبان کو اسے مستنصر کے دربار میں باریابی نصیب ہوئی مستنصر نے اسے "باب الابواب" کے رتبے سے سرفراز کیا جو اسماعیلی دعوت میں سب سے بڑا رتبہ ہے اور جسے "فصل الخطاب" کا شرف حاصل ہے۔ کچھ دنوں بعد مستنصر نے اسے لشکر کا سردار بنا کر بساسیری کی مدد کے لیے شام روانہ کیا۔[۱] موید کو جو مستنصر سے گہرا تعلق تھا اسے خود موید نے اس طرح بیان کیا ہے کہ "اگر میں حضرت رسول خدا صلعم کے زمانے میں ہوتا تو سلمان کے رتبے سے میرا رتبہ کم نہ ہوتا اور حضرت یہ فرماتے کہ تم اہل بیت سے ہو۔"

موید نے اسماعیلی دعوت کی بڑی خدمت انجام دی۔ وہ ہمیشہ مجلسیں منعقد کرتا اور کلام مجید کی تاویل مجلسوں میں بیان کرتا تھا۔ اس کے لکچر چھ جلدوں میں مرتب کیے گئے ہیں جو "مجالس الحکمتہ یا المجالس المویدیہ" کہلاتے ہیں ان میں قرآنی آیات اور چند فقہی احکام کی تاویل

---

[۱] ۔ السیرۃ المویدیہ ۱۴۸-۱۵۳۔

بیان کی گئی ہے۔ اس نے خود اپنی سیرت لکھی جو "السیرۃ المویدیہ"[1] کے نام سے مشہور ہے۔ امام آمر کے قتل کے بعد جب اسماعیلی دعوت مصر سے یمن میں منتقل ہوئی تو اس کی بنیاد اسی داعی نے ڈالی اور یہی لمک بن مالک کا استاد ہے۔ اس نے مستنصر کے حکم سے لمک کو تعلیم دے کر یمن روانہ کیا۔ جس کی کیفیت گزر چکی ہے[2]۔ اس کا ایک دیوان ہے جو اب تک نہیں چھپا۔

اسی داعی کے اور مشہور شاعر ابو العلا المعرّی کے درمیان جس نے گوشت کھانا ترک کر دیا تھا مسئلہ "اکل لحوم الحیوانات" پر مباحثہ ہوا۔ اس مضمون پر جانبین سے کئی رسالے نکلے جو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں شائع کیے گئے[3]۔

حکیم ناصر خسرو مغربی اسماعیلیوں میں مستعلوی جماعت کے ہاں ناصر خسرو غیر معروف ہے۔ اس لیے مستشرق ایوانو نے اسے مشرقی اسماعیلیوں یعنی نزاریوں کے داعیوں میں شریک کیا ہے اور بدخشانی اسکول میں سب سے قبل اس کا تذکرہ لکھا ہے[4]۔ حالانکہ ناصر خسرو کی تصنیفوں میں نزار کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ اس کے اسماعیلی ہونے کا ثبوت خود اس کی کتابیں ہیں خصوصاً "وجہ دین"، جو "تاویل الدعائم" قاضی نعمان بن محمد کی تصنیف

---

[1] - موید نے شیراز میں اسماعیلیوں پر سختیوں کی کیفیت۔ اپنا مصر کا سفر۔ مصر میں اسماعیلی دعوت کی افسوسناک حالت۔ شام کا سفر۔ حلب کی فتح۔ مصر کو واپسی۔ یہ سب واقعات تفصیل سے اس سیرت میں بیان کیے ہیں۔

[2] - فصل ۲۵ (دعاۃ مطلقین)

[3] - پروفیسر مارگولیت نے ان میں سے چند رسالے انگریزی ترجمے کے ساتھ شائع کیے ہیں (J. R. A. S., 1902, pp. 289-332.)

[4] - A guide to Ismaili Literature.

کے بالکل موافق ہے۔ بلکہ یہ کہ سکتے ہیں کہ اس کا فارسی ترجمہ ہے۔ مستنصر کو یہ خداوند زماں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے دربار میں متعدد رازی۔ خانی اور سلیمانی موجود ہیں۔

حکیم ناصر خسرو خراسان کی دعوت کا صدر تھا۔ اسی لیے اسے حجت خراسان کہتے تھے وہ خود اپنے آپ کو قبادیانی بتاتا ہے۔ اس کی پیدائش ۳۹۴ھ میں ہوئی اس کا ابتدائی زمانہ خوب تعیش میں گزرا۔ ایک خواب کی وجہ سے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوا اور اس وقت سے وہ زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اسے فلسفے کا بڑا شوق تھا۔ سقراط۔ افلاطون اور ارسطاطالیس کی کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ بلاد اسلامیہ کی سیاحت کرتا ہوا بتاریخ ۷ صفر ۴۳۹ھ مصر پہنچا[1] اور داعی موید شیرازی سے جس کا ذکر ابھی گزرا ہے باطنی علوم کی تعلیم پائی[2] دولت فاطمیہ کی شان و شوکت کا اس پر بڑا اثر پڑا۔ اس نے قاہرہ کی جو تصویر کھینچی ہے وہ گزر چکی ہے[3] مستنصر کے دربار میں باریابی کے لیے اسے بھی موید شیرازی کی طرح تقریباً ڈیڑھ سال انتظار کرنا پڑا[4] تقریباً تین سال ٹھیرنے کے بعد بتاریخ ۱۴ ذی الحجہ ۴۴۱ھ میں مصر سے واپس ہوا اور طویل سیاحت کے بعد خراسان پہنچا۔ اس کی مشہور کتابیں سفرنامہ روشنائی نامہ۔ سعادت نامہ۔ زاد المسافرین۔ وجہ دین[5] ۔ دیوان اشعار ہیں۔ اس نے تقریباً ۴۸۱ھ میں وفات پائی[6]

---

[1] سفرنامہ ۴۵۔ [2] ۔ دیوان صفحہ ۳۱۳-۳۱۴ (مطبوعہ طہران)۔ [3] ۔ فصل ۱۸ الف شہر قاہرہ کی تعریف)۔ [4] ۔ O Leary Arabic Thought, p. 161.

[5] ۔ یہ سب کتابیں کاویانی پریس (برلن) میں چھپ گئی ہیں اور اسماعیلی اصول و عقائد پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

[6] ۔ میرے عزیز دوست معتضد ولی الرحمان مرحوم مددگار پروفیسر جامعہ عثمانیہ

دولت فاطمیہ کے دیگر علما

اختصار کے لحاظ سے ہم نے صرف چند نہایت مشہور علما کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی علما ہیں جن کے نام۔ تصنیفیں مختصر سوانح عمریاں مستشرق ایوانو کی کتاب سے معلوم ہو سکتی ہیں[1]۔

(ج) دور فاطمی کے شعراء

فاطمیین کے دور میں شاعروں کی بڑی عزت اور قدر کیجاتی تھی۔ کوئی شاعر ان کے دربار سے محروم نہ جاتا۔ ان کی فیاضیوں سے شعرا مالا مال ہو کر واپس جاتے۔ بعض بغداد سے بیزار ہو کر مصر پہنچے۔ یہاں ان کی ایسی آو بھگت ہوئی کہ انھوں نے مصر کو اپنا وطن بنا لیا[2]۔ ان کی امیدوں سے کہیں زیادہ دولت ملی۔ بیش بہا انعاموں اور صلوں سے انھیں مائل کیا جاتا تھا کہ وہ فاطمی فتوحات اور اسماعیلی دعوت کے دو بہرے کارنامے بڑھا چڑھا کر عوام میں خوب نشر کریں۔ کیونکہ اس زمانے میں شعر ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے ایک ملک کی ہر خبر دوسرے ملک میں بہت سرعت کے ساتھ پہنچ جاتی تھی شعرا اخبار کے مدیروں کا کام دیتے تھے۔ حکمرانوں کے علاوہ رئیسوں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- حیدرآباد دکن نے ناصر خسرو کی نفسیات پر ایک مفصل اور مفید مضمون شائع کیا ہے۔ صاحب موصوف کی رائے ہے کہ "در اصل امپریکل سائیکالوجی" میں ناصر خسرو دوسرے مسلمان مفکروں سے بہت آگے ہے۔ Psychology of Nasiri Khusraw. p. 2.

[1] A guide to Ismaili Literature.

[2] عبد الوہاب بن نصر المالکی۔ ایسے اور شعرا کی مثالیں عماد الدین اصفہانی نے اپنی کتاب "خریدۃ القصر و جریدۃ العصر" میں درج کی ہیں (الفاطمیون فی مصر ۱۶۰-۱۶۳)۔

امیروں میں بھی شاعروں کی سرپرستی کا عام دستور تھا۔ چنانچہ جب وزیر یعقوب بن کلس نے وفات پائی تو تقریباً سو شعرا نے مرثیے کہے اور سب کو انعامات ملے[1]۔ وزیر افضل کے بھی اکثر شعرا ممنون تھے۔

معز کے دربار میں جو ابن ہانی کا رتبہ تھا۔ اس سے کونسا ادیب واقف نہیں[2]۔ خلیفہ آمر نے برکۃ الحبش پر ایک ایسا منظرہ بنوایا تھا جس میں متعدد طاقچے اور ہر طاقچے پر ایک شاعر کی تصویر مع نام اور وطن۔ اس کے ایک جانب کپڑے کے ایک چسپاں ٹکڑے پر شاعر کا کچھ کلام دوسری طرف ایک نفیس مطلا رف (خانہ یا کمان) تھی۔ جب خلیفہ داخل ہوا اور اس کے سامنے اشعار پڑھے گئے تو اس نے حکم دیا کہ ہر رف پر پچاس دینار کی ایک تھیلی رکھی جائے اور ہر شاعر اپنے ہاتھ سے اپنی تھیلی اٹھائے[3]۔ خلیفہ فایز کے ہاں شاعر عمارہ یمنی کی وقعت و منزلت اور عمارہ سے اس کے فیاضانہ سلوک پر تاریخ شاہد ہے[4]۔

مصر کے شعرا کی عہدواری فہرست ان کی سوانح عمریوں کے ساتھ پروفیسر حسن ابراہیم حسن نے لکھی ہے[5]۔ ان میں مشہور علی تونسی۔ ابن ہانی۔ الامیر تمیم بن خلیفہ معز۔ ابو حامد انطاکی۔ داعی مؤید شیرازی ناصر خسرو اور عمارۃ یمنی ہیں۔ مغرب کے شاعروں کا ذکر داعی ادریس نے کیا ہے[6]۔

ان شاعروں میں الامیر تمیم بن المعز مشہور رہے۔ مورخوں اور ادیبوں نے خاص طور پر اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ امام معز کا بیٹا تھا۔ ابو منصور ثعالبی نے اپنی کتاب یتیمۃ الدھر میں اور ابن خلکان نے اپنی

---

[1] - ابن خلکان $\frac{۲}{۴۴۳}$ ۔ [2] - فصل ۱۴ (معز کی روانگی مغرب سے مصر کو)۔ [3] - مقریزی $\frac{۱}{۳۷۹}$
[4] - النکت العصریہ فی اخبار الوزراء المصریہ ۳۲ - ۱۲۰ - [5] - الفاطمیون فی مصر ۱۵۲ - ۱۷۷ (بحوالہ اصفہانی - ثعالبی - ابن الجوزی وغیرہ) [6] - عیون الاخبار $\frac{۵}{۱۸۶}$ -

تاریخ میں اس کے چند اشعار نقل کیے ہیں۔ ابن خلکان کہتا ہے کہ یہ شاعر فاضل ۔ ماہر۔ لطیف اور ظریف تھا۔ اس کے سب شعر اچھے ہیں[1]۔ شراب گلاب ۔ نرجس ۔ نیلوفر ۔ مناظر قدرت وغیرہ کی تعریف سے اسے خاص دلچسپی تھی۔ ایک موقع پر کہتا ہے:۔

وقال فی صفۃ مجلس غنی باصناف العنبر والکافور والریاحین لمولانا العزیز باللہ علیہ السلام :۔

ومجلس قد حاز من حسنه	مثل الذی حاز من المجد
یضحک للتفاح نارنجه	ویغمز النرجس بالورد
والبس الاترج ما بینها	صفوۃ من عذب بالصد
وانتصب اللیمون من حوله	مثل انتصاب النهد للنهد
قابله وجه امام الهدی	فلاح فیه قمر السعد
وانه فحت عینا نه وسطه	بکل ممتد ومشتد
یتبعها الزهر جنینا کما	ناح القماری علی الزند
اذا اعتلی العنبر عنت له	رائحة الکافور والند
لا زالت الایام معمورۃ	منک ابا المنصور بالرشد

وقال وقد استهدی بعض حاشیته منه خمراً :۔

ابعثها من صرف راح توقف	کانها یاقوتة فی شنف
اداد ج فی قدح مستنظرف	یحلف من یشربها بالمصحف

بانها لو لم تفح لم تعرف[2]

---
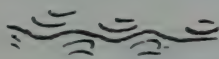
[1] ابن خلکان $\frac{1}{92}$ ۔ [2] دیوان الامیر تمیم المعز راقم الحروف اس دیوان کی تصحیح وتہذیب میں مصروف ہے۔

جامع ازہر ۔ ابتدائی زمانے کی صنعتی آرائش

مقابل صفحہ (۲۱۱)

پریس جامعہ عثمانیہ

(د) عہد فاطمی کی صنعت وحرفت اور معماری

"اگرچہ عہد فاطمی علم وحکمت کی ترقی کا موید نہ تھا پھر بھی وہ صنعت وحرفت اور معماری میں کافی ممتاز رہا۔ اعلیٰ مصنوعات' اور بلند پایہ عمارتیں اس عہد میں تیار ہوئیں پہلے خلفا معز اور عزیز کے زمانے میں جو آسودگی ملک کو نصیب ہوئی وہ فرعونی اور اسکندری عہد کی خوشحالی کا مقابلہ کرتی تھی۔ اس خوش حالی کے آثار صنعت وحرفت میں بھی نمودار ہوئے۔[۱]

فاطمیین کے عہد کی عمارتوں میں سب سے قدیم عمارت جامع ازہر جس کی بنیاد معز کے غلام جوہر نے ۳۵۹ھ میں ڈالی آج تک باقی ہے۔ اگرچہ اس میں بہت کچھ اضافے اور ترمیمیں ہوئیں لیکن اس کا بیچ کا حصہ اینٹوں کا بنا ہوا اصلی ہے۔ اس کی کمانیں نوکدار اور اس کا وزنی مینار چوکور ہے۔ عام طور پر اس میں ایرانی کاریگری کا اثر نمایاں ہے۔ دوسری قدیم ترین مسجد جامع حاکم ہے جسے حاکم کے باپ عزیز نے ۳۷۹ھ میں شروع کیا تھا اور جو حاکم کے زمانے (۴۰۳ھ) میں اختتام کو پہنچی۔ اس کے اور جامع ازہر کے نقشے میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس کا خشتی قبہ جو قبلے کی جانب واقع ہے ایک ہشت پہلو عمارت پر بنایا گیا ہے۔ چونکہ اس کا مینار مربع نہیں ہے اس لیے اس کے معمار غالباً شمالی عراق کے ہوں گے نہ کہ شامی۔ پہلی وہ عمارت جس میں اینٹوں کی بجائے پتھر کا زیادہ استعمال کیا گیا ہے جامع اقمر ہے جو عہد آمر ۵۱۹ھ میں بنی[۲] اس کی روکار غالباً آرمینی نصرانی معماری کی ایک مثال ہے۔ یہ پہلی مسجد ہے جس کی چھت مقرنس[۳] ہے جو پچھلی اسلامی عمارتوں کی ایک خصوصیت ہے۔ اس

۱۔ Hilti, p. 630 ۲۔ مقریزی ۴/۴۷ ۳۔ "سقف مقرنس" وہ چھت ہے جو سیڑھی کی شکل پر بنائی گئی ہو۔

ہیں اور صالح بن رزیک (متوفی ۵۵۶ھ) کی مسجد میں جلی کوفی خط کے کتبے اور نقشے ہیں جن میں فاطمی صنعت خاص شہرت رکھتی ہے[1]۔ ایسی عجیب صنعتوں مثلاً مقرنس چھتوں اور گہری محرابوں میں جن کے موجد فاطمی عہد کے معمار ہیں بنو ایوب اور ممالیک کے آیندہ زمانوں میں بہت کچھ ترقی ہوئی۔ اسی طرح پتھروں یا لکڑی کے تختوں پر جو کتبے ملتے ہیں وہ آیندہ صنعت کی شان و شوکت کے ابتدائی مدارج ہیں۔ قاہرہ کے ان عالی شان دروازوں میں جو فاطمی عمارتوں کی عظمت کا ثبوت دیتے ہیں تین دروازے (۱) باب زویلہ (۲) باب النصر[1] (۳) باب الفتوح اب بھی موجود ہیں۔ یہ عظیم الشان دروازے جیسے رہا کے معماروں نے بازنطینی وضع پر بنایا ہے فاطمیین کے بہت پائدار آثار ہیں۔

قاہرہ کے عربی عجائب خانے میں چند دروازوں کے تختے ہیں جن کی تاریخ فاطمی عہد سے شروع ہوتی ہے۔ ان پر مختلف جانوروں کی تصویریں کندہ ہیں۔ کہیں ہرنوں پر وحشی جانور حملہ کر رہے ہیں۔ کہیں خرگوشوں کو گدھ پکڑ رہے ہیں۔ کہیں جانوروں کے جوڑے ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہیں۔ یہ تصویریں ساسانی نمونوں سے لی گئی ہیں۔ یہی مشابہت عہد فاطمی کے پیتل اور کانسی کی مصنوعات میں بھی پائی جاتی ہے جن میں زیادہ تر آئینے۔ لوٹے۔ صراحیاں اور عود دان شامل ہیں۔ ان میں سب سے بہترین ایک پیتل کا عنقا ہے جو چالیس انچ اونچا ہے[3]۔ اسی طرح پارچہ بافی کی صنعت بھی تعریف کے قابل ہے جس کے نمونے صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں مغرب (یورپ) میں داخل ہوئے۔ کپڑا بننا مصر کی ایک قومی صنعت تھی۔

---

[1] باب النصر پر "لا الٰہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ۔ علی ولی اللہ" کوفی خط سے لکھا ہوا ہے۔ (مقریزی ۲/۲۱۱)۔ [2] E-dessa.

[3] یہ عنقا پیسا Pisa. کے عجائب خانے میں محفوظ ہے۔

آخری عہد فاطمی کا ایک کتبہ سنگ مرمر پر (بخط کوفی)۔

عہد فاطمی کی سنگ مرمر کی ایک لوح جس پر مچھلیوں اور کبوتروں کی صورتیں کندہ ہیں۔

مقابل صفحہ (۲۱۲)

عنقاء (مجسمهٔ برونز).

پروس جامعه عثمانیه مقابل صفحه (۳۱۲)
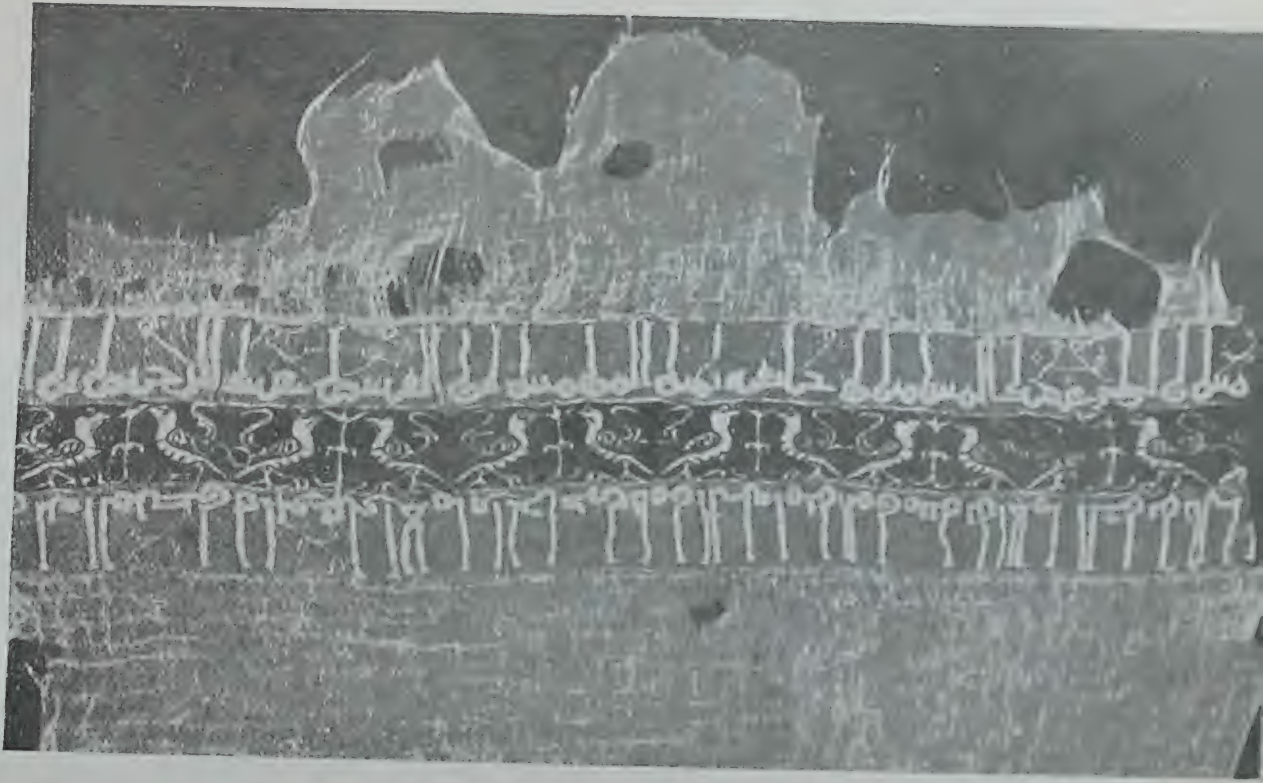
پارچۂ کتان سفید جس پر پرندوں کی صورتیں ایک دوسرے کے مقابل بنی ہوتی ہیں -

پارچۂ کتان جسکی سرخ زمین پر پیالوں کی صورتیں ہیں -

مقابل صفحہ (۲۱۳)

پروس جامعہ عثمانیہ

اس پر بھی ایرانی خاص کر ساسانی وضع کا اثر نمایاں تھا۔ فاطمی عہد کے کپڑوں میں جانوروں کی تصویریں رسمی وضعوں میں پائی جاتی ہیں[۱]۔ بعض مصری شہر مثلاً دابق۔ دمیاط اور تنیس قرون وسطیٰ میں پارچہ بافی کی صنعت کے لیے مشہور تھے۔ اسی وجہ سے جو کپڑے یہاں تیار ہوتے تھے وہ دبیقی دمیاطی اور تنیسی کہے جاتے تھے۔ انگریزی شاعر چاسر کے زمانے میں جو کپڑا فلسطین کے نام سے مشہور تھا وہ فسطاط سے آتا تھا جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔

مٹی کے برتنوں کی صنعت میں دوسری صنعتوں کی طرح ایرانی وضع کی پیروی کی جاتی تھی۔ اس میں بھی جانوروں کی تصویریں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ مقریزی نے فاطمی خزانوں کے ذکر میں مٹی اور مختلف دھاتوں کی مصنوعات کی تفصیل بیان کی ہے۔ ان برتنوں میں سفالی کام کے برتن بھی شامل ہیں[۲]۔ ناصر خسرو کہتا ہے کہ "مصری ایسے عمدہ اور شفاف مٹی کے برتن بناتے تھے کہ ان میں آدمی اپنا ہاتھ آر پار دیکھ سکتا تھا[۳]۔"

عہد اسلام میں جہاں تک تاریخ سے پتا چلتا ہے کتابوں کی سب سے پرانی جلدوں کے نمونے مصر سے نکلے جو آٹھویں یا نویں صدی عیسوی کے ہو سکتے ہیں۔ یہ اپنی آرایش اور کاریگری میں قدیم قبطی جلدوں سے مشابہ ہیں۔ اس مصری صنعت کے فروغ پانے کے بعد چمڑے پر ٹھپا لگانا اور نقش کرنا مسلمان کاریگروں کی عام صنعت بن گئی ہے[۴]۔

فاطمیین کی ثروت دیکھنے کے بعد جس کی کیفیت آیندہ بیان کی جائے گی اس بات کا اور زیادہ ثبوت ملتا ہے کہ عہد فاطمی میں صنعت و حرفت کا بازار بہت گرم تھا[۵]۔

۱۔ Conventionalized and heraldic poses

۲۔ مقریزی $\frac{۲}{۲۸۰-۲۵۳}$ ۔ ۳۔ فصل ۱۸ (صنعت و حرفت کی ترقی)

۴۔ Hitti. History of the Arabs, pp. 630-631. (بحوالۂ Krenkow. وغیرہ)

۵۔ فصل ۳۰۔

فصل (۳۰)

(ا) فاطمیین اور ان کے وزیروں کی ثروت

مقریزی نے معتبر مورخوں کے حوالے سے فاطمیین کی دولت و ثروت کے متعلق مختلف مقامات پر کئی صفحے لکھے ہیں جس سے ان کے تمول کا اندازہ کیا جا سکتا ہے مستنصر کے خزانوں کی تعریف و توصیف "الف لیلہ و لیلہ" کی ایک کہانی معلوم ہوتی ہے [۱]

مصر کی مشہور زرخیزی کی کیفیت اس تاریخ کے مقدمے میں بیان کی گئی ہے۔ معز جب بلاد مغرب سے اپنا پائے تخت منتقل کر کے مصر روانہ ہوا تو اس کے ساتھ ڈھیروں سونا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس نے دینار پگھلا کر ان کی چکیاں بنوائیں اور ان کو سواریوں پر لاد کر اپنے ساتھ مصر لے گیا [۲]

معز کی دو بیٹیوں کا بیش بہا ترکہ

معز کے مصر میں پہنچنے کے بعد فاطمیین کا تمول آئے دن بڑھتا گیا۔ اس کی ایک بیٹی عبدہ کا ۴۴۲ھ میں انتقال ہوا تو اس کے ترکے میں پانچ زمرد کی تھیلیاں اور مختلف قسم کے قیمتی جواہرات کے علاوہ چار سو صندوق جس

---

[۱] Lane.Poole.P.147

[۲] اتعاظ الحنفاء ۶۵ -
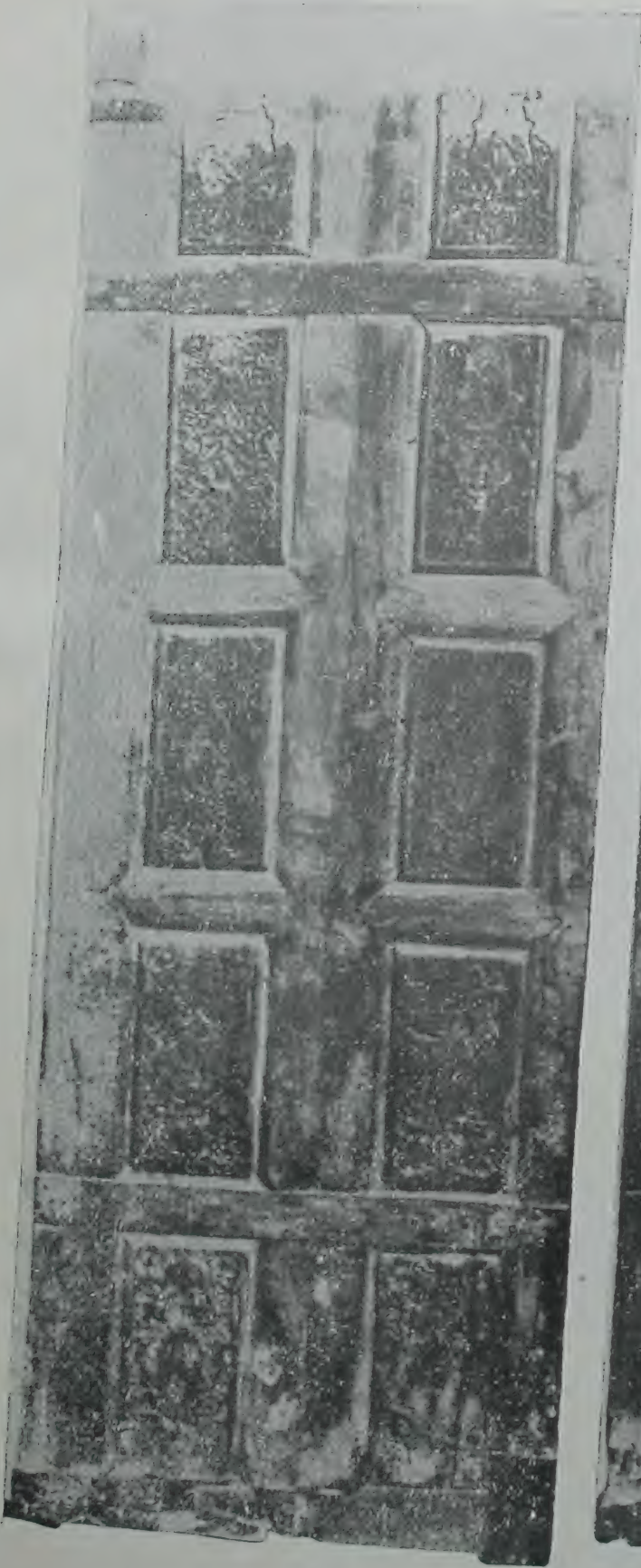
قلاؤن کے دروازے کے دو پٹ جو ابتدا میں غربی قصر فاطمین پر نصب تھے۔

مقابل صفحہ (۲۱۵)

میں خالص چاندی کے کام کے تین ہزار برتن تھے۔ تیس ہزار قطعے صقلی زردوزی اور کارچوبی کے۔ نوّے طشت اور نوے لوٹے خالص بلور کے۔ چار سو تلواریں جن پر سونے کا پانی چڑھا ہوا۔ سترہ مثقال کا ایک سرخ یاقوت غرضکہ یہ سب بیش بہا سرمایہ نکلا۔ مرحومہ کے حجروں اور صندوقوں پر مہر کرنے میں چالیس پاونڈ موم خرچ ہوتا تھا۔ اور اس کے مال واسباب پر لیبل لگانے کے لیے کاغذ کے تیس بستوں (دستون؟) کی ضرورت پڑتی تھی۔ معز کی دوسری لڑکی رشیدہ کا انتقال اسی سال ہوا۔ اس کے مال واسباب کی قیمت کا اندازہ ستائیس لاکھ دینار کے لگ بھگ کیا گیا۔ اس کے علاوہ بارہ ہزار رنگ برنگ کے کپڑے۔ کافور قیصری سے بھرے ہوئے سو صندوق۔ سر پر ڈالنے کے جواہر دوز کئی رومال برآمد ہوئے[1]

خود معز نے دنیا کا ایک نقشہ سونے اور مختلف رنگوں کا شہر تستر (ایران) میں بائیس ہزار دینار کی لاگت سے تیار کرایا۔ اس کی بیوی تعزیہ نے قرافہ میں ایک مسجد سنگ مرمر کے ستونوں کی بنوائی جس کی آرایش میں بڑی رقمیں صرف کی گئیں۔ چھت کی بہترین نازک نقاشی کی نفاست آپ اپنا جواب تھی۔

قصر شرقی (کبیر) میں سونے کا محل اور سونے کا تخت

قصر شرقی کی بنیاد قائد جوہر نے معز کے حکم سے ڈالی تھی[2] اس کی بڑی تعریف کی گئی ہے۔ یہ بستان کافوری سے متصل تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اس میں تقریباً چار ہزار قطعے تھے جن میں ہر قطعہ قصر

---

[1] مقریزی $\frac{2}{264}$۔ [2] عزیز نے اس کے مقابل ایک دوسرا محل بنایا تھا جو اس سے چھوٹا تھا۔ اس لیے اسے قصر غربی (صغیر) کہتے تھے۔ ان دو قصروں کے درمیان ایک بہت بڑا وسیع میدان تھا۔ جو "بین القصرین" کہا جاتا تھا۔ اس میں دس ہزار سپاہی پریڈ کر سکتے تھے۔

یا محل کہا جاتا تھا۔ ان محلات کے مجموعے کا نام قصر کبیر تھا۔ اس میں ایک سونے کا محل تھا جسے قصر الذہب کہتے تھے۔ اس کا دروازہ بھی سونے کا تھا۔ اس میں ایک شامیانے کے نیچے سونے کا تخت تھا جس پر خلفا جلوہ نما ہوتے تھے۔ تخت کے سونے کا وزن ایک لاکھ دس ہزار مثقال بتایا جاتا ہے۔ مستنصر کے زمانے میں اس کے سامنے کے ایک پردے میں ایک ہزار پانچسو ساٹھ مختلف رنگوں کے ہیرے جڑے گئے اور تقریباً تین لاکھ مثقال خالص سونا استعمال کیا گیا[1]۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا محل قصر زمرد تھا جس کے ستون سنگ مرمر کے تھے اور اس کے ایک عالیشان دالان میں خلیفہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو بیٹھتا تھا۔ اب ان محلات کا کوئی نشان باقی نہیں۔ ان کی جگہ سوق النحاسین اور خان الخلیلی دو بازار قایم ہو گئے ہیں۔

کعبے کا پردہ

معز نے خلافت عباسیہ کے پردے سے بہت بڑا ایک چوکور سرخ ریشمی پردہ (شمسیہ[2]) ایک سو چالیس بالشت لمبا تیار کرایا تھا۔ اس کے گرد سونے کے بارہ چاند اور ہر چاند میں سونے کا ایک ایک ترنج اور ہر ترنج میں کبوتر کے انڈے کے برابر پچاس پچاس موتی ٹانکے گئے تھے۔ اس کے علاوہ سرخ۔ پیلے اور نیلے رنگ کے جواہرات بھی لگائے گئے تھے۔ اس کے گرد زمردی حروف میں حج کی آیتیں لکھوائی گئی تھیں جن کے اطراف جواہر دوزی کی گئی تھی۔ یہ پردہ مشک سے بسا ہوا تھا اور قصر میں نمائش کیلئے رکھا گیا تھا[3]۔

عزیز کو جواہرات اور نادر چیزیں جمع کرنے کا شوق

عزیز کو جواہرات اور نوادر جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ان کے فراہم کرنے

ا۔ مقریزی $\frac{2}{217}$۔ ۲۔ مقریزی $\frac{2}{217}$ "شمسیہ" لکھا ہے جس سے مراد پردہ ہے (الفاطمیون فی مصر ۲۲۵ بحوالہ مستشرق Quatermere. جس نے اس پر کافی بحث کی ہے۔)
۳۔ مقریزی $\frac{2}{217}$۔

میں بڑی بڑی رقمیں صرف کی گئیں۔ ہتھنیاں۔ گینڈے اور دوسرے عجیب قسم کے جانور جو پہلے مصر میں نایاب تھے افریقہ کے دوسرے شہروں سے لائے گئے۔ سونے کا محل۔ شامیانے اور سونے کا تخت یہ سب چیزیں عزیز ہی کے زمانے کی ہیں۔ جامع حاکم جس کی بنیاد عزیز نے رکھی جامع قرافہ اور دوسرے محلات خاص کر قصر البحر جس کی شان میں ابن خلکان یہ کہتا ہے کہ اس کی نظیر نہ شرق میں پائی جاتی تھی نہ غرب میں[1]۔ عزیز کی ثروت کا پتا دیتے ہیں۔ عزیز ہی کے عہد سے فوج کے سواروں نے مراسم کے موقعوں پر سنہری زینوں کا استعمال شروع کیا۔[2]

حاکم اور اس کی بہن ست الملک کی ثروت

حاکم نے بھی اپنے ترکے میں بہت مال چھوڑا۔ اسے بھی اپنے بزرگوں کی طرح اپنی شان و شوکت دکھانے کا بڑا شوق تھا۔ جب اسے یہ خبر پہنچی کہ قیصر قسطنطنیہ کا ایلچی مصر آنے والا ہے تو اس نے قصر کی آرائش کا حکم دیا۔ قصر کی دیواریں ریشمی زرین کپڑوں سے آراستہ کی گئیں۔ تمام ایوان سونے سے جگمگانے لگا۔ ایوان کے آگے سونے کا ایک قطعہ "ورقہ" کی شکل کا جواہرات سے مرصع رکھا گیا۔ سورج کی شعاعیں جب اس پر گر کر منعکس ہوتیں تو ان کی روشنی سے اطراف کی چیزیں چمک اٹھتی تھیں۔ حاکم کی بہن کے محل سے آٹھ سو لونڈیاں۔ مسک سے بھرے ہوئے آٹھ مرتبان۔ بہت سے جواہرات جن میں ایک یاقوت آٹھ مثقال کا تھا نکلے اس کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار دینار تھی۔ یہ اپنے حلم اور کرم میں مشہور رہی تھی۔[3]

مستنصر اور آخری نائب عاضد کے خزانے

مستنصر کے خزانوں میں بڑی قیمتی اور نایاب چیزیں تھیں جن کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔[4]

---

[1] - ابن خلکان $\frac{2}{152}$ - [2] - مقریزی $\frac{2}{270}$ - [3] - مقریزی $\frac{1}{125}$ ابو المحاسن $\frac{2}{77}$ -
[4] - فصل ۱۸ (امام کے محل کی لوٹ)۔

آخری نائب عاضد کے انتقال کے بعد شاہی خزانے میں جتنا مال تھا اس کی کیفیت کسی تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن اس کا اندازہ مقریزی کے اس قول سے ہو سکتا ہے کہ ماہ ربیع الآخر ۵۶۷ھ میں جب دولت فاطمیہ کے مخصوص خزانے کھولے گئے تو درہم۔ دینار۔ گڑھی ہوئی اشیا جواہرات۔ پوشاک۔ اثاثہ۔ کپڑا اور طرح طرح کے ہتھیار۔ غرضکہ ایسا انمول سرمایا نکلا جس کی قیمت ملک اکاسرہ سے بھی زیادہ تھی اور جس کی حد بندی تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اس کا حساب وہی کر سکتا ہے جو آخرت میں خلق کا حساب کرے[1]

وزیر یعقوب بن کلس اور وزیر برجوان کے خزانے

یہ تو خلفا کے تمول کی کیفیت تھی۔ ان کے وزرا بھی بڑے مالدار تھے اور شاہانہ شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے تھے۔

یعقوب بن کلس کا کچھ ذکر گزر چکا ہے۔ اس نے اپنی ایک خانگی فوج تیار کی تھی جس کے افسر قائد کہے جاتے تھے۔ مختلف کاموں کے لیے کچہریاں کھولی تھیں۔ یہاں تک کہ اس کے بڑے شاندار محل میں بیماروں کے لیے ایک دواخانہ بھی تھا۔ اس کے دربان بھی خلیفہ کے دربانوں کی طرح ریشمی لباس پہنتے تھے۔ شہر رمضان میں فقیہوں اور مشہور لوگوں کے علاوہ غربا اور عوام بھی اس کے فیض سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ اس کا دبدبہ خلیفہ کے دبدبے سے کم نہ تھا۔ اس کی سالانہ تنخواہ ابن منجب صیرفی کے بیان کے مطابق ایک لاکھ دینار[2] یعنی پچاس ہزار گینی سے زیادہ تھی۔[3]

---

[1] مقریزی $\frac{1}{496}$ [2] الاشارۃ الی من نال الوزارۃ ۳۳۔ [3] لفظ دینار دیناریوس سے مشتق ہے۔ جو اصل میں ایک یونانی لاطینی لفظ ہے۔ یہ ایک سونے کا سکہ ہے جو ابتدا میں دس درہموں کے مساوی تھا۔ زمانوں کے اختلاف کی وجہ سے اس کی قیمت میں بھی اختلاف ہوتا گیا۔ خلیفہ اموی عبدالملک کے زمانے سے جس نے ۷۷ھ میں سکے کی اصلاح کی اس کی قیمت قریب قریب ایک ہی رہی ہے (لفظ دینار دائرۃ المعارف الاسلامیہ) اس زمانے

اس کے پاس چار ہزار غلام تھے۔ اعلیٰ درجے کے جواہرات اور دوسری نایاب چیزوں کی قیمت تقریباً نو لاکھ دینار تھی۔ انتقال کے وقت سولہ ہزار دینار تاجروں کا جو قرض اس کے ذمے تھا خلیفہ عزیز نے وہ سب بیت المال سے ادا کیا۔ ابن منجب صیرفی نے چالیس لاکھ دینار اس وزیر کی ثروت کا اندازہ لگایا ہے۔ یہ رقم ان دو لاکھ دیناروں کے علاوہ تھی جو اس نے اپنی لڑکی کی شادی کے لیے خاص کر دیے تھے۔ اس کے ساتھ ایک زمین کا قطعہ بھی تھا جس کی قیمت تین لاکھ دینار تھی۔ اس کی آٹھ سو لونڈیاں تھیں۔

برجوان کے انتقال کے بعد اس کے خزانوں میں ایک ہزار دیبقی شلواریں۔ ایک ہزار ریشمی کپڑے اور دوسری پوشاکیں۔ اثاثہ موسیقی کے آلات۔ کتابیں اور نادر چیزیں بکثرت نکلیں۔ اس وزیر کو گانے بجانے کا بڑا شوق تھا[1]

وزیر افضل کے خزانے فاطمیین کے آخری دور میں جب کہ حکمرانوں کا اقتدار گھٹ گیا اور وزرا حکومت پر چھا گئے تو ان کو دولت سمیٹنے کا اچھا موقع ملا۔ اس سلسلے میں ابن میسر نے حیرت انگیز واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ جب وزیر افضل کا انتقال ہوا اور اس کے خزانوں کا حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کے محل میں بے انتہا مال و اسباب ہے۔ خلیفہ آمر نے اس کے مال و اسباب کو اپنے محل میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ کئی منشی اس کام پر مقرر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- سے مختلف اسلامی ممالک میں یہ سکہ ڈھالا جاتا تھا۔ لین پول کہتا ہے کہ دینار وزن میں نصف گینی (انگریزی اشرفی) کے مساوی ہے۔ مقریزی کے مطابق وہ چھتیس درہم کے برابر ہے (الفاطمیون فی مصر ۲۲۸) بحوالہ : S. Lane-poole, coins and medals, p. 165-167 and the story of Cairo p 59

[1] مقریزی ۳/۴

کیے گئے۔ اور اس بیش بہا سامان کی منتقلی میں تقریباً دو مہینے لگے۔ خود خلیفہ اس کی نگرانی صبح و شام کرتا تھا۔
رقمیں اور نایاب قیمتی چیزیں جو افضل کے خزانوں سے برآمد ہوئیں ان کی تفصیل مورخوں نے لکھی ہے۔ طوالت کے خوف سے ہم حذف کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ساٹھ لاکھ دینار نقد کے علاوہ بیت الخاصہ۔ البیت۔ البرانی اور دارالملک میں سے تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ دینار نکلے۔ سونے جواہرات سے مرصع ایک خاص دوات قیمتی بارہ ہزار دینار۔ سونے اور چاندی کے ورق زربفتی۔ کارچوبی اور ریشمی عنابی کپڑے۔ چاندی سونے اور بلور کے طبق اور برتن۔ سونے کی ڈبیوں سے بھرے ہوئے صندوق۔ ریشمی مسندیں۔ ریشمی بچھونے۔ ریشمی پردے۔ چینی کے بڑے بڑے مرصع برتن۔ مسک۔ عنبر۔ کافور۔ عود اور عطر سے بھری ہوئی بوتلیں متعدد بڑے بڑے خزانے جن میں تنیس اور دمیاط کے بنے ہوئے کپڑے وغیرہ کی بڑی کثرت تھی۔ افضل کے محل کے دس قطعوں میں سے ہر قطعہ میں سونے کی دس دس کھونٹیاں تھیں جن میں ایک ایک کھونٹی دو سو مثقال کی اور ان کھونٹیوں پر مختلف رنگوں کے عمامے لٹکے رہتے تھے۔ اس کے محل میں آٹھ سو لونڈیاں اور پچاس بیویاں تھیں۔ ہر ایک کے لیے ایک ایوان مخصوص تھا۔ جس محل میں یہ شراب پیتا تھا اس میں آٹھ لڑکیوں کی مورتیں چار سفید کافوری اور چار سیاہ عنبری ایک دوسرے کے سامنے نصب کی گئی تھیں۔ ان کو نہایت عمدہ پوشاک پہنائی گئی تھی۔ اور انھیں قیمتی زیوروں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں بیش بہا جواہرات رکھے گئے تھے۔ جب وزیر افضل اپنے محل میں داخل ہوتا تو یہ مورتیں اس کی تعظیم کے لیے سر جھکا دیتیں اور جب اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تو پھر وہ سیدھی کھڑی ہو جاتیں۔ جب وہ شراب پینے کے لیے بیٹھتا تو اس کے سامنے جواہرات سے بھرے ہوئے سونے کے طبق رکھے جاتے۔ پھر اس کے حکم دینے پر ان جواہرات

کو خالی کر کے ان میں شراب بھر دی جاتی۔ وزیر مذکور کی ثروت کے متعلق ابن میسر کا یہ قول خود محافظ خزانہ کی روایت ہے جو یہ کہتا ہے کہ مجھے صرف اتنا ہی یاد رہ گیا۔ اس کے علاوہ افضل کے دوسرے خزانوں اور اس کے نائبوں کے قبضے میں جو سامان تھا اس کی کوئی حد نہ تھی۔ اس کے بعد ابن میسر لکھتا ہے کہ یہ وزیر عدل اور حسن سیرت سے موصوف تھا۔ کبھی کسی کی جائداد اس کے زمانے میں ضبط نہیں کی گئی[۱]۔

ان واقعات سے اکثر مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دولت فاطمیہ کے آخری حکمرانوں نے عیش پسندی اور فضول خرچی شروع کی اور یہی ان کے زوال کا منجملہ اور اسباب کے ایک سبب بنا۔ انھیں اپنی شان و شوکت کے مظاہروں کا بڑا شوق تھا جیسا کہ ہم ابھی بیان کریں گے[۲]

(ب) جمعہ۔ عیدین اور روز میمون (دعوتوں) میں فاطمیین کے شاندار مظاہرے

"فاطمیین کی خصوصیتوں میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ ساسانی بادشاہوں کی طرح اپنی شان و شوکت کے مظاہروں میں بڑا اہتمام کرتے تھے تاکہ رعایا پر ان کے جاہ و جلال کا اثر پڑے اور ان کے دلوں میں ان کی امامت کی عظمت گھر کر لے[۳]۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے

---

[۱] - ابن میسر ۵۸۔ [۲] - جو لوگ مشرقی لہو و لعب کے نمائشی جذبے سے واقف نہیں ان کے لیے فاطمیین کی ثروت کی تصدیق قریب قریب ناممکن ہے (S. Lane-poole, p. 122).

[۳] - یہ مظاہرے اکثر مواسم فاطمیہ میں ترتیب دیے جاتے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:- (۱) محرم کی پہلی رات (۲) محرم کی پہلی تاریخ (۳) یوم عاشورا (۴) حضرت رسول خدا صلعم

آپ کو تمام انسانوں سے اعلیٰ سمجھتے تھے اور بعض حقوق الٰہی سے نہیں بلکہ خدا کے اوصاف سے اپنی ذات کو موصوف کرتے تھے[۱] جیسا کہ ان کا سب سے بڑا درباری شاعر کہتا ہے:-[۲]

ماشئت لاما شاءت الاقدار فاحکم فانت الواحد القہار

"اگر ان کو اپنی رعایا کا خوف نہ ہوتا تو یہ خلفا اپنے عقیدوں کی حقیقت کو جن کی پیروی قصر کی خاص مجلسوں میں شریک ہونے والے کرتے تھے علانیہ عوام کے سامنے ظاہر کرتے اکثر ایسا ہوا ہے کہ بعض اماموں کی رائے کی مخالفت میں پبلک نے ایسے احتجاج کیے جو دھمکی کی حد تک پہنچ گئے۔ جیسا کہ حاکم کے عہد میں دروزیوں کے رہبر حسن فرغانی (اخرم) اور اسماعیل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- حضرت علیؓ۔ حضرت فاطمہؓ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ اور خلیفہ حاضر کی پیدائش کے دن (۵) رجب کی پہلی اور پندرھویں اور شعبان کی پہلی اور چودھویں راتیں (۶) ماہ رمضان کی پہلی اور تیئسویں راتیں۔ (۷) عید الفطر (۸) عید الاضحی (۹) عید الغدیر (۱۰) یوم فتح الخلیج (۱۱) یوم النیروز (۱۲) یوم الغطاس (۱۳) خمیس العدس (۱۴) ایام الرکوبات ان موقعوں پر لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا اور خلیفہ کی سواری بڑی دھوم سے نکلتی تھی۔ ان واقعات کو شاعر عمارۃ الیمنی نے اپنے ایک قصیدے میں بہت دلچسپ پیرایہ میں نظم کیا ہے۔

اس قصیدے کا مطلع یہ ہے:-

"رمیت یا دھو کف المجد بالشلل وجیدہ بعد حسن الحلي بالعطل"

یہ پورا قصیدہ اس تالیف کے آخر میں نقل کیا گیا ہے۔ مواسم کی تفصیل مقریزی $\frac{۲}{۳۸۸-۳۹۷}$ میں ملے گی

[۱]۔ اس کے لیے دیکھیے فصل ۱۴ (معز کا خط حسن قرمطی کے نام) اور فصل ۳۵ (اسماعیلی عقاید)

[۲]۔ ملاحظہ کیجئے میری شرح "تبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی" مقدمہ صفحہ ۷، ۵۔ اسی طرح حافظ کی تعریف میں الشریف ابن انس الدولہ کا قول ہے:-

"خشوعاً فان اللہ ہذا مقامہ وھمساً فہذا وجہہ وکلامہ
ہذا الذی فی کل وقت بردہ تحیاتہ من ربنا وسلامہ"

(مقریزی $\frac{۲}{۳۳۰}$)

درازی کے واقعات سے ظاہر ہے۔ لیکن ان حکمرانوں کو اپنی سیاست۔ فیاضی۔ اور شان و شوکت کے مظاہروں کے ذریعے اپنا مفاد حاصل کرنے کا عجیب ڈھب یاد تھا۔ چنانچہ شاعروں۔ قصر کے عہدہ داروں اور علما وغیرہ کو نفیس تحفے اور ہدیے دیتے۔ فقرا پر احسان کرتے اور مذہبی عیدوں اور عام تہواروں میں انھیں کھانا کھلاتے۔ یہ تمام باتیں لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لیے کی جاتی تھیں[۱]۔"

امام کے سامنے رعیت کا زمین بوس ہونا اور سجدہ کرنا

فاطمی دربار کے آداب کی پابندی بڑی سختی سے کی جاتی تھی۔ ان آداب کی تعلیم کے لیے ایک افسر متعین تھا۔ وزیر کے لیے ایک بڑا شرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ اسے رعایا کے سامنے امام کے قدم چومنے کا موقع ملے۔ قاضی القضاۃ کو بھی اسلامی شریعت کا حامی ہونے کی وجہ سے ایسا ہی کرنا پڑتا تھا۔ عام لوگوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب خطبے میں امام کا نام آئے یا امام راستے پر سے گزرے تو سب تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ عیدوں کے موقع پر امام اپنے محل میں ایسی جگہ جلوہ گر ہوتا کہ اگر اس کے سامنے کا دروازہ کھول دیا جائے تو تمام حاضرین کی نظر اس پر پڑ سکے۔ جب یہ دروازہ کھلتا تو لوگ دیکھتے کہ امام بڑی شان و شوکت سے بیٹھا ہوا ہے اور اس کے اطراف شمعیں اور چراغ روشن ہیں۔ امام پر نظر پڑتے ہی لوگ زمین بوسی کرتے۔ وہ اپنی آستین سے اشارہ کرتا اور لوگ اس کی آستین چومتے۔ داعی ناصر خسرو جسے مستنصر کے دربار میں باریاب ہونے کا موقع ملا لکھتا ہے کہ "رسم ایشاں آن بود کہ ہر کجا سلطان بمردم رسیدے او را سجدہ کردندے و صلوات دادندے[۲]" سجود کی رسم دولت فاطمیہ کے زمانے میں عام تھی۔ بلکہ

[۱]۔ الفاطمیون فی مصر ۲۶۷-۲۶۲۔ [۲]۔ ان لوگوں کی رسم یہ تھی کہ بادشاہ جہاں کہیں پہنچتا وہ اس کے سامنے سجدہ کرتے اور اس پر درود بھیجتے (سفرنامہ ۶۸)

معز کے داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد نے اس موضوع پر بحث کی ہے اور امام کے سامنے سجدے کو "غیر منکر" قرار دیا ہے[۱] امام حاکم نے اس رسم کو موقوف کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے سامنے کوئی سجدہ نہ کرے کیونکہ یہ رسم روم کی ہے۔ رومی اپنے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں[۲]

قصر الذہب میں امام کا شاندار دربار عام

قصر الذہب[۳] میں سونے کے تخت پر نہایت شان و شوکت سے امام رونق افروز ہوتا۔ دربار بھرنے کے بعد جب زرتار ریشمی پردے تخت کے اطراف سے اٹھا دیے جاتے تو بادشاہی عظمت کا عجیب منظر دکھائی دیتا۔ امام تخت پر بیٹھا ہوا۔ اس کے اطراف خوش الحان قاریوں کی جماعت کلام مجید کی آیتیں پڑھتی ہوئی۔ اس کے بعد ایک افسر آتا جسے حامل الدواۃ کہتے اور جواہرات سے مرصع دوات[۴] رکھتا۔ پھر "زمام القصر" بیت المال کا مہتمم۔ حجاب۔ امنا اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے۔ ان میں سے ایک امین جن لوگوں کو امام کے سامنے پیش کرنا ضروری سمجھتا پیش کرتا سب سے پہلے وزیر امام کی حضرت میں پیش کیا جاتا۔ وہ آگے بڑھتا اور امام کے ہاتھ پاؤں چوم کر آداب بجا لاتا۔ پھر وہ اپنی جگہ واپس ہوتا اور تھوڑی دیر تک وہیں کھڑا رہتا۔ اس کے بعد امام کی اجازت سے اس کے لیے ایک مسند تخت شاہی کی بائیں طرف بچھائی جاتی جس پر وہ بیٹھ جاتا۔ قاضی القضاۃ اس کے بعد آتا اور امام سے قریب ہو کر اپنے سیدھے ہاتھ سے تسلیم بجا لاتا اور تسبیح کے اشارے سے یہ کہتا کہ "السلام علیک یا امیر المومنین و رحمۃ اللہ و برکاتہ" اس قسم کی تسلیم اس کے مذہبی عہدے کے رفعت کی وجہ سے اسی کے لیے مخصوص تھی۔ پھر مختلف جماعتوں کے سردار

[۱] "علی انہ لو سجد ساجد لولی من اولیاء اللہ اعظاماً للہ لم یکن ذلک بمنکر" (کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمہ۔ صفحہ ۱۱۰-۱۱۲)۔ [۲] مقریزی ۲/۲۸۴

[۳] فصل ۳۰ (قصر کبیر شرقی)۔ [۴] مقریزی ۲/۳۱۹۔

یکے بعد دیگرے حسب ضرورت پیش کیے جاتے ۔ ایک امیر ایسی خدمت پر مامور تھا کہ وہ لوگوں کو قبل اس کے کہ وہ امام کے سامنے پیش کیے جائیں آداب دربار کی تعلیم دے[۱]

(ج) ممالک فاطمیہ کے محصولوں کی مختلف قسمیں

(۱) خراجی اور ہلالی (مکوس)

مقریزی کہتا ہے کہ ہمارے زمانے (یعنی نویں صدی) میں مصر کے محصولوں کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک خراجی محصول جو زمینوں کی پیداوار پر لیا جاتا ہے ۔ دوسرا ہلالی محصول جن کے مختلف طریقے رفتہ رفتہ ظالم حاکموں نے نکالے ہیں ۔ شریعت میں اس کا کوئی حوالہ نہیں ۔ مصر میں سب سے پہلا شخص جس نے ہلالی کے نئے نئے ذریعے پیدا کیے احمد بن محمد بن مدبر ہے جو ۲۵۰ھ میں خراج کا والی تھا ۔ اس نے گھاس پر جو محصول لگایا اس کا نام مراعی رکھا ۔ اور دریا سے نکلنے والی چیزوں پر جو محصول عاید کیا وہ مصاید کہلایا ۔ اس وقت سے مصر کی آمدنی کے دو ذریعے قرار پائے ۔ کبھی کبھی ہلالی کو مرافق اور معاون بھی کہتے تھے ۔ احمد بن طولون نے اس کی آمدنی کو جو ہر سال تقریباً ایک لاکھ دینار ہوتی تھی بالکل موقوف کر دیا ۔ دولت فاطمیہ کی کمزوری کے زمانے میں پھر اس قسم کا محصول شروع ہوا ۔ عام طور سے یہ مکوس کے نام سے مشہور تھا ۔ صلاح الدین نے اپنے عہد میں پھر اسے موقوف کر دیا[۲]

---

[۱] مقریزی $\frac{۲}{۲۱۸-۲۱۹}$ ۔ [۲] مکوس جمع ہے مکس کی ۔ یہ محصول ہر بائع سے اس کی بیع کے مطابق لیا جاتا تھا ۔ اس لفظ کے اصل معنی نقصان ہیں ۔ اس سے بائع کے نفع میں نقصان ہوتا تھا (مقریزی $\frac{۱}{۱۶۶-۱۶۹}$ سن خراجی (شمسی) اور سن ہلالی (قانون دیوان الرسائل لابن الصیرفی)

قاضی ابن قحال (متوفی سنہ ۴۸۳ھ)[له] نے حسب ذیل مصر کے صوبوں کا محصول بتایا ہے جو غالباً مستنصر کے عہد سے تعلق رکھتا ہے :

شمالی صوبے	دینار	جنوبی صوبے	دینار
(۱) الشرقیہ	۶۹۴،۱۲۱	(۱) الجیزیہ	۱۲۹،۶۴۱
(۲) المرتاحیہ	۷۰،۳۵۸	(۲) الاطفیحیہ	۳۹،۴۴۹
(۳) الدقلیہ	۵۳،۷۶۱	(۳) البوصیریہ	۳۹،۳۹۰
(۴) الابوانیہ	۴،۷۰۰	(۴) الفیومیۃ	۱۴۵،۱۶۲
(۵) جزیرہ القوصانیہ	۱۵۹،۶۶۴	(۵) البھنسائیہ	۲۳۴،۸۰۱
(۶) الغربیہ	۴۳۰،۹۵۵	(۶) الاشمونین وطحائی	۱۲۷،۶۷۶
(۷) السمنودیہ	۲۰۰،۶۵۷	(۷) السیوطیہ وغیرہ	۳۰۴،۸۳۴
(۸) المنوفیاتین	۱۴۰،۹۳۳	جملہ	۱۰،۲۰،۹۵۳
(۹) فوا (وغیرہ)	۶،۰۸۰		
(۱۰) النستراویہ	۱۴،۹۱۰		
(۱۱) روزبتہ (وغیرہ)	۳،۰۰۰		
(۱۲) جزیرۃ بنی نصر	۶۲،۵۰۸		
(۱۳) البحیرۃ	۱۳۹،۳۱۳		
(۱۴) حوف رمیس	۵۹،۰۸۰		
جملہ	۲۰،۴۰،۹۴۰		

شمالی اور جنوبی صوبوں کا جملہ محصول ۳۰،۶۰،۹۹۳ [ع]

له اسکندریہ - دمیاط - تینس - تفط اور نقادہ کے تقریباً (۶۰،۰۰۰) محاصل اس میزان سے خارج ہیں - (S.Poole.P.152 بحوالۂ ابوصالح الارمینی النصرانی)-

(۲) زکوٰۃ۔ خمس۔ فطرہ۔ نجویٰ۔ جزیہ وغیرہ

خراجی اور ہلالی (مکوس) کے علاوہ محاصل کی دوسری قسمیں زکات۔ خمس۔ فطرہ۔ نجویٰ۔ جزیہ وغیرہ ہیں۔ زکات اور فطرہ تو مشہور ہیں۔ خمس عام طور پر مال غنیمت یعنی لوٹ پر لیا جاتا ہے[1] فاطمیین مصر اپنے مریدوں سے نجویٰ لیتے تھے۔ یعنی مرید جب اسماعیلی دعوت میں داخل ہوتا یا داعی یا امام کی حضرت میں پیش ہوتا تو وہ ۱/۲ ۳ درہم نذرانہ پیش کرتا تھا۔ بعض متمول مرید ۲/۳ ۳۳ دینار دیتے تھے[2]۔ اہل کتاب سے جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کی شرح خلیفہ آمر کے زمانے میں ۱/۴ ۱ دینار تھی۔ حافظ کے عہد میں وزیر رضوان نے اس میں اضافہ کرکے ۲ دینار مقرر کیے[3]۔

ان اسباب کے علاوہ ممالک فاطمیہ کی آمدنی کا اور ایک سبب قاہرہ کا کرایہ ہوگا۔ ناصر خسرو کے سفر نامے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ کا تمام شہر خلیفہ کا ملک تھا۔ شہر کی دکانیں۔ ہوٹل۔ حمام اور جتنی پبلک عمارتیں تھیں ان سب کا کرایہ خلیفہ کی طرف سے وصول کیا جاتا تھا۔ دکانوں کا کرایہ دو دینار سے لے کر دس دینار تک تھا[4] اس آمدنی

---

[1] اس سے متعلق قاضی القضاۃ نعمن بن محمد کا قول غور کے قابل ہے:-
"وکل کسب کسبہ المرء فھو غنیمۃ فما کسب احدکم من کسب او افاد من فائدۃ فلیخرج خمسہ فی وقت وصولہ فلیرفعہ الی امامہ ثم ینظر الی ما بقی فی یدہ فیزکیہ لکل عام علی واجب الزکوۃ فیہ ولیس علیہ فیہ بعد ذلک خمس" (کتاب الہمۃ - ۶۲)۔ [2] فیجتمع من ذالک شیء کثیر و یتمیز مقدم النجوی فی "المحول" فیخرج لہ علی الرقعۃ خط الخلیفہ بارک اللہ فیک وفی مالک وولدک ودینک فیدخر ذلک ویتفاخر بہ (مقریزی ۲/۲۲۶)

[3] L.Poole.P.152.　　[4] سفر نامہ

سے شاہی خزانے میں لاکھوں دینار جمع ہوتے ہوں گے۔ فاطمیین کے تمول کے دوسرے اسباب میں یہ بھی ایک بڑا سبب ہوگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ناصر خسرو ۱۲۷-۱۳۲۔

ضمیمہ

فصل (۳۱)

اسماعیلی فرقے کی اہم شاخیں

دولت فاطمیہ کی ترقی اور زوال کی کیفیت تو معلوم ہو چکی - اس ضمیمے میں ہم ان فرقوں کی مفصل تاریخ لکھیں گے جو اسماعیلی فرقے سے نکلے اور جن کا اثر اس زمانے کی حکومتوں پر پڑا - ان میں قرامطہ - دروزیہ اور نزاریہ اہم فرقے ہیں -

(۱) قرامطہ

قرامطہ کی بنیاد اسماعیلی فرقے کی سب سے پہلی اور اہم شاخ قرامطہ ہے - یہ لفظ جمع کا صیغہ ہے - اس کا واحد قرمطی ہے جو قرمط کا اسم منسوب ہے - کہا جاتا ہے کہ قرمط لقب ہے حمدان بن اشعث کا جس نے اس فرقے کی بنیاد ڈالی - قرمط کے معنے عربی زبان میں نزدیک نزدیک قدم ڈال کر چلنے کے ہیں - یہ شخص چونکہ پستہ قد تھا اور پاس پاس پاؤں رکھ کر چلتا تھا اس لئے اسے قرمط کہنے لگے [1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرمط کی

[1] - اتعاظ الحنفاء - صفحہ ۱۰۱ -

اصل کرمیتہ ہے جو نبطی زبان کا ایک لفظ ہے جس کے معنی سرخ آنکھوں والے آدمی کے ہیں۔ چونکہ حمدان بن اشعث کی آنکھیں بہت سرخ تھیں اسلیئے عرب اس کو قرمطہ کہنے لگے[۱]

بعض مورخوں[۲] کو یہ دعوکا ہوا ہے کہ قرامطہ سے اسماعیلی نکلے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسماعیلیوں کی کئی شاخیں ہوئیں جن میں پہلی اہم شاخ قرامطہ ہے۔ کیونکہ اسماعیلی فرقے کی ابتدا اسماعیل بن جعفر صادق کی وفات کے بعد ہوئی جس کی تاریخ ۱۳۳ھ ہے اور قرامطہ احمد بن عبداللہ بن محمد بن اسماعیل متوفی ۲۴۲ھ کے بیٹے حسین کے عہد میں اسماعیلیوں سے علیحدہ ہوئے جیسا آیندہ اسی فصل میں معلوم ہوگا۔ ابن خلدون بھی یہی کہتا ہے کہ اسماعیلی فرقے کی بنیاد فاطمی خاندان کے ایک فرد نے ڈالی اور قرامطہ کی تحریک نہ کسی علوی نے کی نہ کسی طالبی نے۔ بلکہ اس کے محرک اسماعیلی فرقے کے چند داعی تھے جو مہدی کی طرف دعوت کرتے تھے حالانکہ اس مہدی کی تعیین میں خود ان داعیوں میں بڑا اختلاف تھا[۳]۔ ان دونوں فرقوں میں صرف صدارت کا فرق تھا۔ عقائد کے لحاظ سے دونوں متفق تھے[۴] لیکن چونکہ قرامطہ دولت فاطمیہ کے آغاز سے پچاس سال پہلے ظاہر ہوئے اور سیاسی میدان میں اترے اس لیے بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ قرامطہ سے اسماعیلی نکلے۔

ہم نے فصل پنجم میں بیان کیا ہے کہ سلمیہ (شام) ائمہ مستورین کا صدر مرکز تھا جہاں سے یہ لوگ اپنے داعی اسلامی ممالک میں بھیجا کرتے تھے۔ امام احمد بن عبداللہ متوفی ۲۴۲ھ[۵] (یا غیر اسماعیلی تاریخوں

۱۔ ابن الاثیر ۱۳۸/۸۔ ۲۔ مثلاً جمال الدین (علی بن ظافر) O. Leary, p. 33.
مقریزی کی ایک روایت (مقریزی ۲/۲۳۴)۔ ۳۔ ابن خلدون ۴/۸۴-۸۰
۴۔ مزید تفصیل کے ملاحظہ ہو (فصل ۱۴۔ معز کا خط حسن قرمطی کے نام)
۵۔ فصل ۵۔ (ائمہ مستورین)

کے مطابق عبداللہ بن میمون القداح یا احمد بن عبداللہ بن میمون القداح) نے اپنے ایک داعی حسین اہوازی کو عراق کی طرف روانہ کیا[1] کوفے کے ایک گاؤں میں اس داعی کی ملاقات ایک شخص سے ہوئی جس کا نام حمدان بن اشعث (قرمط) تھا۔ اس کے ساتھ ایک بیل بھی تھا جس پر یہ سامان لے جایا کرتا تھا۔ حسین نے حمدان سے پوچھا "قریہ قس بہرام کہاں ہے" حمدان نے کہا "میں بھی وہیں جا رہا ہوں" اگر تم چاہو تو میرے ساتھ چل سکتے ہو" کچھ دور تک دونوں چپ چاپ چلتے رہے پھر دونوں میں کچھ گفتگو ہوئی۔ اسماعیلی داعیوں کا عام دستور تھا کہ وہ اپنی گفتگو ہی میں اپنے مذہبی اصول اور عقائد کی طرف اشارہ کرتے جس سے سننے والے کو ایک قسم کی دلچسپی ہو جاتی۔ اس کی دوسری مثال حسن بن فرح بن حوشب کے واقعے میں بھی ملتی ہے۔ ہم یہاں حسین اور حمدان کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ترجمہ کرتے ہیں :-

حمدان۔ "میں دیکھتا ہوں کہ تم بڑی دور سے آرہے ہو اور تھکے ماندے نظر آتے ہو آؤ میرے اس بیل پر سوار ہو جاؤ"

حسین۔ "مجھے ایسا حکم نہیں دیا گیا"

حمدان۔ "گویا تم کسی حکم دینے والے کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہو"

حسین۔ "جی ہاں"

حمدان۔ "تمھیں کون حکم دیتا ہے"

حسین۔ "میرا، تمھارا، دنیا اور آخرت کا مالک"۔

حمدان۔ "(مبہوت ہو کر اور کچھ سوچ کر) بھلے آدمی ہم تمام بندوں کا مالک تو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے۔

حسین۔ "سچ ہے لیکن خدا اپنی حکومت جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے"

---

[1] - فہرست ابن ندیم ۲۶۵ - اتعاظ الحنفاء ۱۰۱ - مقریزی ۲/۲۳۴

حمدان۔ "جس گاؤں کا تم راستہ پوچھتے ہو وہاں جانے سے تمھارا کیا مقصد ہے۔"

حسین۔ "مجھے ایک مشک دی گئی ہے جس میں خدا کے علوم و اسرار کا کچھ حصہ ہے .... اور مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں اس گاؤں کے باشندوں کو اس علم سے سیراب کروں۔ ان کو دولت مند بناؤں۔ اُن کو نجات دلاؤں اور ان کو ان کے مالکوں کا مال واپس دلاؤں۔"

حمدان۔ "مجھے بھی اس علم کی جس سے خدا نے آپ کو مالا مال کیا ہے تھوڑی دولت عطا فرمائے اور مجھے بھی نجات دلائیے۔ خدا آپ کو نجات دلائے۔"

حسین۔ "اس طرح نہیں ہو سکتا میں تمھیں اپنا علم نہیں بتا سکتا جب تک کہ تم مجھ سے پکا عہد نہ کرو۔ جس طرح انبیاء اور مرسلین نے اللہ تعالیٰ سے۔"

جب حسین نے دیکھا کہ حمدان بہت اصرار کر رہا ہے تو وہیں راستے پر بیٹھ کر اس نے حمدان سے عہد لیا۔ اور پوچھا کہ تمھارا نام کیا ہے۔ حمدان نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ آپ میرے مکان پر چلیں اور وہیں ٹھہریں میں اپنے بھائیوں سے آپ کو ملاؤں گا تاکہ آپ ان سے بھی عہدی کا عہد لیں۔ پھر حسین حمدان کے ساتھ ہو گیا اور اپنی منزل مقصود کو پہنچکر بہت سے لوگوں کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ ایک عرصے تک وہ حمدان کے ساتھ رہا اور اپنی گزر بسر کے لیے خیاطی کا پیشہ اختیار کیا۔ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ اس کے ہاتھ کے کپڑے متبرک ہو جاتے ہیں۔ لوگ اس کے سیئے ہوئے کپڑوں سے برکت حاصل کرتے تھے۔

اس زمانے میں کوفے میں ایک عالم اور دولت مند رہتا تھا جس کا نام ابو عبداللہ محمد بن عمر بن شہاب (عدوی) تھا۔ اسے اپنے باغ کی نگرانی کے لیے ایک باغبان کی ضرورت ہوئی۔ لوگوں نے حسین کا

پتا بتایا۔ اس تاجر نے اسے اپنے باغ کی دیکھ بھال پر مقرر کیا اور حسین بڑی دیانت داری اور راست بازی سے یہ خدمت بجالایا۔ تاجر پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ وہ اور اس کے ساتھی حسین کا کلمہ پڑھنے لگے۔[1]

ابن الاثیر بھی اسی روایت کو مختصر طور پر بیان کرتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک دوسری یہ روایت اس نے بیان کی ہے: ۔

"شہر خوزستان سے ایک آدمی موضع "نہرین" آیا جو سواد کوفہ میں واقع ہے۔ اس شخص نے اپنی سادہ زندگی، محنت اور جفاکشی سے اپنے ہمسایوں پر اچھا اثر ڈالا۔ جب کوئی اس کے پاس آ بیٹھتا تو وہ اسے دین کی طرف توجہ دلاتا اور کہتا کہ دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں۔ میں ایک ایسے امام کی طرف دعوت کرتا ہوں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہے۔ آہستہ آہستہ لوگ اس کے مرید ہوتے گئے۔ یہ ہمیشہ ایک بقال کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز چند اشخاص بقال کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے کٹے ہوئے کھجوروں کی نگرانی کے لیے ایک نگہبان کی ضرورت ہے۔ بقال نے اپنے ساتھی خوزستانی کو پیش کیا اور اس کی دیانت داری کی بڑی تعریف کی۔ کھجور والوں نے اسے نگہبان مقرر کرلیا۔ اس نے بہت خوبی سے اپنی خدمت انجام دی۔ اس کی عادت تھی کہ نمازیں بہت پڑھتا اور روزے رکھتا۔ افطار کے وقت اپنے دوست بقال سے ایک رطل کھجور خرید کر اپنا روزہ کھولتا کھجوریں کھانے کے بعد ان کی گٹھلیاں بقال کو واپس کردیتا۔ جب کھجوروں کی نگرانی ختم ہو گئی تو کھجور والوں نے اس کو اس کی خدمت کا معاوضہ دیا۔ اس معاوضے میں سے اس نے گٹھلیوں کی قیمت وضع کرکے کھجوروں کی قیمت بقال کو ادا کردی۔ جب کھجور والوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے سمجھا کہ خوزستانی نے ان کے مال میں خیانت کی

[1] اتعاظ الحنفاء۔ ۱۰۱-۱۰۲۔ [2] طبری ۲۱۲۸-۲۱۳۰۔

ہے۔ وہ اسے مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ تو نے ہماری کھجوریں تو کھائیں ان کی گٹھلیاں بھی بیچ ڈالیں۔ بقال نے کھجور والوں سے کہا کہ تم اس بیچارے کو کیوں مارتے ہو۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اس نے تمہارے کھجوروں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ وہ میرے پاس سے افطار کے لیے خریدتا اور ان کی گٹھلیاں واپس کر دیتا تھا۔ اب اس نے ان کی قیمت وضع کر کے کھجوروں کی قیمت ادا کر دی۔ کھجور والوں نے اپنے فعل پر ندامت کی اور اس سے معافی چاہی۔

چند دنوں بعد وہ بیمار ہوا اور راستے ہی میں پڑا رہا۔ بقال نے اس کی سفارش ایک شخص سے کی جو سرخ آنکھوں والا تھا اور ایک بیل پر سامان لے جایا کرتا تھا۔ اسے لوگ کرمیتہ کہتے تھے۔ کیونکہ نبطی زبان میں کرمیتہ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں۔ یہ شخص خوزستانی کو اپنے مکان پر لے گیا اور اس کی تیمارداری کی صحت کے بعد خوزستانی نے تبلیغ شروع کی۔ اور اس گاؤں کے اکثر لوگوں سے مہدی کی بیعت لی۔ وہ ہر مرید سے ایک دینار وصول کرتا اور کہتا تھا کہ امام کے لیے یہ وصول کر رہا ہوں۔ پھر اس نے بارہ مددگار تیار کیے جو نقیب کہلاتے تھے۔ ان کو مختلف شہروں میں تبلیغ کے لیے بھیجا اور ان سے یہ کہا کہ تم عیسیٰ بن مریم کے حواریوں کے سے ہو۔ گاؤں والوں کو پچاس نمازوں کے ادا کرنے میں اتنا وقت صرف کرنا پڑتا تھا کہ انھیں مزدوری کے لیے بہت کم فرصت ملتی تھی۔ اس کا اثر ایک جاگیردار ھیصم کی جاگیروں پر پڑا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ فلاں داعی کی وجہ سے گاؤں میں مزدور نہیں ملتے۔ اس جاگیردار نے خوزستانی کو پکڑ کر اپنے گھر کے ایک کمرے میں بند کر دیا اور کمرے کی کنجی اپنے تکیے کے نیچے رکھ کر شراب پینے لگا۔ گھر کی ایک خادمہ کو خوزستانی پر ترس آیا۔ جب اس کا مالک سو گیا تو اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر خوزستانی کو بھگا دیا۔ پھر اس نے کمرے کو قفل لگا دیا اور کنجی تکیے کے نیچے رکھ دی۔ جب صبح ہوئی تو ھیصم

نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ دیکھتا کیا ہے کہ خوزستانی کا کہیں پتا نہیں۔ یہ خبر پھیلی کہ خوزستانی کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔ ان کا اعتقاد اور پختہ ہو گیا۔ چند دنوں بعد خوزستانی گاؤں کے کسی حصے میں نظر آیا۔ لوگوں نے اس سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ کوئی شخص مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ پھر وہ ڈر کے مارے بلاد شام کی طرف نکل گیا جسکے بعد اس کا کوئی پتا نہ لگا۔ اس کا اصلی نام کچھ اور ہو گا لیکن کرمیتہ کے ساتھ رہنے سے اس کا نام بھی کرمیتہ پڑ گیا۔ پھر اس میں تصحیف ہوئی اور کاف قاف سے بدل کر قرمطہ ہو گیا۔ یہ پوری روایت قرامطہ کے ایک داعی زکرویہ کے ساتھی کی طرف منسوب ہے[1]

قرامطہ کی سلمیہ میں رہنے والے اسماعیلیوں سے علیحدگی

بہر حال قرامطہ کا بانی خواہ وہ حمدان (قرمط) ہو یا ایک خوزستانی داعی، تقریباً پندرہ سال تک احمد بن عبداللہ (مستور) کی طرف سے کوفہ کے ضلعوں میں دعوت کرتا رہا۔ اور کوفہ اور سلمیہ کے درمیان برابر مراسلت جاری رہی۔ ۲۶۲ھ میں احمد نے وفات پائی۔ اس کے جانشین حسین نے حمدان کو ایک خط لکھا جس کا مضمون حمدان کی روایت کے مطابق پہلے خطوں کے مضمون سے مختلف تھا۔ اس لیے اس نے اپنے مددگار داعی عبدان کو حقیقت حال دریافت کرنے کے لیے سلمیہ روانہ کیا۔ عبدان جب سلمیہ پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ احمد کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کا جانشین اس کا بیٹا حسین ہوا ہے۔ عبدان نے حسین سے پوچھا "وہ حجت اور امام کون ہے جس کی طرف دعوت کیجا رہی ہے" حسین نے اس سے الٹا سوال کیا "تم بتاؤ وہ امام کون ہے" عبدان نے کہا "وہ امام محمد بن اسماعیل بن جعفر صاحب الزمان ہے"۔ حسین نے کہا کوئی امام سوائے میرے باپ کے نہیں ہے اور میں اس کا قایم مقام ہوں۔ یہ سن کر عبدان حمدان (قرمط) کے پاس آیا اور اسے سلمیہ کے واقعے

---

[1] ابن الاثیر ۷/۱۷۷-۱۷۹ زکرویہ کا ذکر آگے آئے گا۔

سے مطلع کیا۔ حمدان نے اپنے تمام مددگار داعیوں کو جمع کر کے ان کو سلمیہ کی دعوت سے علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ ان مددگاروں نے اپنی اپنی جگہوں پر تو اس حکم کی تعمیل کی لیکن دوسرے مقامات پر یہ کچھ نہ کر سکے۔ کیونکہ دعوت کوفہ کے تمام ضلعوں میں پھیل چکی تھی[1]

قرامطہ کی ترقی اور اس کے اسباب

سلمیہ کے سلسلے کو قطع کر کے حمدان نے ۲۶۴ھ[2] کے بعد اپنی ایک الگ دعوت جاری کی۔ اب گویا دعوت قرامطیہ کا آغاز ہوا۔ کوفہ سے عرب اور نبطی قبیلے کثرت سے اس دعوت میں داخل ہونے لگے۔ حمدان نے اپنی مدد کے لیے کئی مددگار داعیوں کو تیار کیا جن میں سب سے زیادہ ہوشیار اور عقل مند عبدان[3] تھا۔ ہر داعی اور اس کا مددگار اپنے فریضے کے موافق اپنے مقام کا دورہ کر کے دعوت کی نگرانی کرتے۔ آہستہ آہستہ حمدان کی قوت بڑھی اور اسے مال جمع کرنے کی حرص پیدا ہوئی۔ مختلف قسموں کے محاصل تھوڑی مدت کے بعد مریدوں پر لگائے گئے۔ اور ان کے نام فطرہ[1]۔ ہجرہ[2]۔ بلغہ[3]۔ خمس[4] اور الفہ[5] رکھے گئے۔ ہر ایک کی سند کلام مجید سے نکالی گئی۔ ان میں سے "الفہ" کی یہ شرح دلچسپ ہے۔ کہ تمام مریدوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنا مال منقولہ اور غیر منقولہ یہ سب صدر داعی کے خزانے میں جمع کرا دیں۔ کسی کے قبضے میں کوئی ملک نہ رہے۔ تاکہ مالی حیثیت سے ایک کو دوسرے پر کوئی فوقیت نہ ہو۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت کے موافق داعی کے خزانے سے رقم دی جائے۔ سب ایک ہی سی زندگی بسر کریں اور عیش سے بچیں اس طرز عمل کی تائید میں کلام مجید کی اس آیت کی تعلیم دی گئی۔ "واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً" لوگوں کو یہ سمجھایا گیا کہ ان کو اپنا مال اپنے پاس رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمام روئے زمین کے جلد مالک ہونے والے ہیں۔ یہ زمانہ ان کے امتحان و آزمائش

---

[1] اتعاظ الحنفاء صفحہ ۱۱۴۔ [2] ۲۶۴ھ (عیون الاخبار)۔ [3] قال سیدنا جعفر بن منصور الیمن ومن ھھنا الجھۃ صح قول اھل الدعوۃ ان الجھۃ علی خدمۃ المولی لعبدہ فی بذل الدعوۃ (الانوار اللطیفہ)۔

کا ہے تاکہ ان کے خلوص و ایمانداری کا اندازہ ہو سکے۔ انھیں صرف اس بات کی اجازت دیجئے کہ وہ ہتھیار خرید کر اپنے گھروں میں رکھیں۔ گاؤں والوں کی کمائی جمع کرنے کے لیے ایک معتبر داعی مقرر کیا گیا۔ اس رقم میں سے جو بھوکا ہو اسے کھانا کھلائے۔ جو ننگا ہو اسے کپڑا پہنائے اور جو کمزور اور اپاہج ہو اس کی مدد کرے۔ غرضکہ اس خوبی سے اس طریقے پر عمل کیا گیا کہ کوئی محتاج اور فقیر باقی نہ رہا۔ سب باشندے اپنے فرایض نہایت مستعدی سے ادا کرنے اور اطمینان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ یہانتک کہ غریب عورتیں اپنے تکلوں کی کمائی ہنسی خوشی دعوت کے خزانے میں جمع کراتی تھیں۔ اور کم سن بچے پرندوں کی حفاظت کی اجرت خوشی خوشی اس میں داخل کرتے تھے۔

جب حمدان نے دیکھا کہ اس کے پیرو ہر بات میں اس کی طاعت کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں تو اس نے اپنے داعیوں کو بتدریج فرقۂ ثنویہ کے مذہب کی تعلیم دینی شروع کی جس سے ان کا زہد و تقویٰ جسکی انھیں پہلے تعلیم دی گئی تھی بالکل جاتا رہا۔ اور وہ فسق و فجور میں پڑ گئے[1]۔ انھیں یہ سمجھایا گیا کہ ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد شریعت کے ظاہری اعمال اٹھ جاتے ہیں۔ اب نماز، روزے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ امام حق یعنی محمد بن اسماعیل بن جعفر (صادق) کی معرفت کافی ہے۔ یہی وہ مہدی ہیں جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے اور اپنا حق لیں گے۔ داعی جو بیعت لیتا ہے اُنھی کے لیے لیتا ہے۔ مال جو کچھ جمع کیا جا رہا ہے اُنھی کے لیے جمع کیا جا رہا ہے۔ وہ زندہ ہیں کبھی نہیں مرتے۔ وہی مقصود حقیقی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو خلقت ہلاک ہو جاتی اور ہدایت معدوم ہو جاتی۔ ایسے امام کی معرفت حاصل ہونے کے بعد پھر کسی گناہ سے بچنے اور کسی عذاب سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

---

[1] اس مقام پر عجیب و غریب واقعات بیان کیے گئے ہیں (ابن الاثیر ۷/۱۹۶)۔

ایسی تعلیم کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے۔ قرامطہ کی اخلاقی حالت بگڑی اور ایسی بگڑی کہ وہ ہر قسم کی بدکاری میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بھی ان سے کہا گیا کہ تمھارے مخالفین کا خون تمھارے لیے حلال ہے۔ جو لوگ تمھاری مخالفت نہ کریں لیکن تمھارے مذہب میں داخل نہ ہونا چاہیں ان سے بھی جزیہ وصول کیا جائے۔ ہتھیار جمع کرنے کی پہلے ہی سے ترغیب دلائی جا چکی تھی۔ انھوں نے ایسی خونریزی شروع کی کہ ہمسائے چیخ اٹھے۔ اتنی قوت انھیں حاصل ہو گئی کہ ۲۷۹ھ میں انھوں نے قریۂ مہماباد[1] میں ایک "دار ہجرت" بنایا اور اسے مضبوط فصیل سے محفوظ کر کے اس کے گرد خندق کھودی۔ اب والیان حکومت بھی ان سے گھبرانے لگے۔ یہاں سے ان کا سیاسی دور شروع ہوا[2]۔

اس حیرت انگیز ترقی کا سب سے بڑا سبب خلافت عباسیہ کی سیاسی کمزوری تھی۔ خلیفہ معتمد علی اللہ عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ خلافت کا کاروبار اس کے بھائی طلحہ (الموفق) کے سپرد تھا۔ سرحدوں کا انتظام اچھا نہ تھا۔ خارجیوں اور زنگیوں کی بن آئی اور انھوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کیا اور ایک مدت تک خلافت عباسیہ سے لڑتے رہے۔ ملک میں بد امنی پھیل گئی۔ کوفہ اور بصرہ میں جو بدوی عرب سپاہ کی حیثیت سے آکر بس گئے تھے انھوں نے چوری اور خوب لوٹ مار کی۔ اصلی نبطی کسان ان مظالم سے تنگ آکر باغی ہو گئے۔ بعض عرب کے ایسے قبیلے بھی ان کے ساتھ ہو گئے جنھیں خلیفہ نے اپنی دولت میں سے کچھ حصہ نہیں دیا تھا۔ ایسی تاریک فضا میں قرامطہ نے اپنی تبلیغ شروع کی اور اپنی ان تھک کوششوں سے عراق اور بحرین کے باشندوں کے دلوں کو موہ لیا۔ اور ان کو یہ امید دلائی کہ مہدی کے ظاہر ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ وہ انھیں

[1] قم اور اصفہان کے درمیان یہ ایک مشہور گاؤں ہے۔
[2] اتعاظ الحنفاء ۱۰۱۔ ۱۰۷۔

موجودہ مصیبتوں سے نجات دلائیں گے۔ مہدی کے ظہور کی خبروں کو ایسے پرآشوب زمانے میں شائع ہونے کا اچھا موقع ملا۔ مہدی کا انتظار قرامطہ کی سیاسی ترقی کے اسباب میں دوسرا بڑا سبب شمار کیا جاتا ہے۔

زکرویہ قرمطی کا فاطمی النسب ہونے کا دعوی کرنا اور بلاد شام میں اس کے تین بیٹوں کا ظاہر ہونا

ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح قرامطہ نے امام حسین بن احمد (مستور) کے بعد اپنا تعلق سلمیہ سے قطع ہی نہیں کیا بلکہ داعی عبدان نے اس دعوت سے توبہ بھی کرلی۔ اور کوفہ میں جو قرمطی دعوت کا صدر مرکز تھا اس کا اعلان کردیا۔ لیکن دوسرے اور شہروں میں یہ خبر پہنچ نہ سکی۔ وہاں کے داعی یہ سمجھتے تھے کہ ان کا تعلق سلمیہ سے جاری ہے۔ ان میں سے ایک داعی حمدان (قرمط) کے زمانے میں طالقان کی طرف چلا گیا تھا۔ اس داعی نے جب یہ دیکھا کہ کوفے کے قرامطہ نے خط و کتابت بند کردی ہے تو طالقان سے روانہ ہوا۔ اور قرمطہ کی تلاش کرتا ہوا عبدان کے پاس پہنچکر اس کے سکوت پر عتاب کرنے لگا۔ عبدان نے کہا کہ چونکہ سلمیۃ کے ائمہ نے امام محمد بن اسمٰعیل کے نام سے دعوت کرنا چھوڑ دیا ہے اس لیے اس نے ان سے تعلق قطع کرلیا ہے۔ اس کے بعد وہ دوسرے داعی زکرویہ بن مہرویہ سے ملا اور اسے پھر دعوت کا سلسلہ شروع کرنے کی ترغیب دی۔ اس نے کہا عبدان کی زندگی تک یہ ناممکن ہے۔ پھر اس نے یہ تجویز پیش کی کہ عبدان اگر کسی حیلے سے قتل کردیا جائے تو پھر دعوت کی جاسکتی ہے۔ اس رائے سے بعض دوسرے داعیوں نے بھی اتفاق کیا اور عبدان کو ۲۸۶ھ میں قتل کرڈالا۔ یہ دیکھ کر عبدان کے طرفدار داعی اور ان کے پیرو زکرویہ کے مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ یہاں سے قرامطہ میں تفرقہ پڑگیا اور وہ دو جماعتوں میں بٹ گئے۔ عبدان کی جماعت چونکہ زبردست تھی اس لیے زکرویہ کو ایک کنویں میں چھپ جانا

پڑا۔ دو سال یعنی ۲۸۸ھ تک یہ اور اس کے طرفدار ظاہر نہ ہو سکے[1]۔ اس اثنا میں عبدان کی جماعت کمزور ہو گئی اور اس کے افراد نے زکرویہ کی جستجو چھوڑ دی۔ بظاہر یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اعتقاد کی تبدیلی کے موافق تبلیغ کا کام چھوڑ دیا۔ لیکن زکرویہ نے خفیہ اپنا کام جاری رکھا اور رفتہ رفتہ اپنی قوت بڑھالی۔ خلیفہ عباسی معتضد نے ان کا زور توڑنے کے لیے لشکر بھیجا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں جن میں کثرت سے قرامطہ مارے گئے۔ اب زکرویہ نے ان شہروں کی طرف توجہ کی جو کوفے کے قریب تھے تاکہ ان کے باشندوں کو اپنے زیر اثر لائے مگر اس کوشش میں وہ ناکام ہوا۔ اس لیے اس نے ۲۸۹ھ میں اپنے تین بیٹوں یحییٰ حسین اور علی کو بلاد شام کی طرف بھیجا۔ اور انھیں یہ حکم دیا کہ وہ بنو کلب میں جا کر اپنا کام شروع کریں اور یہ دعویٰ کریں کہ وہ اسمٰعیل بن جعفر صادق کی نسل سے ہیں۔ یحییٰ کو اپنی تبلیغ میں بڑی کامیابی ہوئی۔ بہت سے شامی اس کے پیرو ہو گئے۔ وہ "شیخ" کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اور یہ دعویٰ کرنے لگا کہ وہ خود محمد بن عبداللہ بن محمد بن اسمٰعیل بن جعفر صادق ہے۔ بہرحال قرامطہ نے بلاد شام میں اپنا سکہ جما لیا۔ خلیفہ عباسی معتضد کے غلام "شبل" نے رصافہ کی جانب سے ان پر حملہ کیا۔ لڑائی میں شبل مارا گیا۔ قرامطہ نے رصافہ کی مسجد جلادی اور لوٹ مار شروع کر دی۔ اس کے بعد احمد بن محمد طائی نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کے رئیس ابو الفوارس کو گرفتار کر کے معتضد کے پاس بغداد بھیج دیا۔ معتضد نے اسے بڑے عذاب سے قتل کیا۔

قرامطہ کی دمشق پر چڑھائی ۲۹۰ھ اور صاحب الشامہ کا ظہور

پھر قرامطہ نے دمشق پر چڑھائی کی جہاں احمد بن طولون کا غلام طغج والی تھا۔ اس کے لیے مصر سے مدد

[1] ۔ اتعاظ الحنفاء ۔ صفحہ ۱۱۵ ۔ [2] ۔ ابن الاثیر $\frac{7}{202}$ ۔

آئی اور متعدد لڑائیاں لڑی گئیں۔ آخری لڑائی میں قرامطہ کو شکست ہوئی۔ یحییٰ اور اس کے بہت سے ساتھی مارے گئے۔ ان میں سے جو بچ نکلے انھوں نے یحییٰ کے بھائی حسین کو جس نے اپنا نام احمد رکھ لیا اپنا سردار بنایا۔ اس شخص کے منھ پر ایک دھبہ تھا اس لیے یہ صاحب الشامۃ کے لقب سے مشہور ہوگیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرایا کہ یہ دھبہ اسے خدا کی طرف سے شناخت کے لیے دیا گیا ہے۔ اور وہ خود مہدی امیرالمومنین ہے۔ اس سے اس کا چچیرا بھائی عیسیٰ بن مہدی آملا۔ جس نے اپنا نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن اسمٰعیل رکھ لیا۔ اور مدثر کا لقب اختیار کیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ کلام اللہ میں جو مدثر کا ذکر ہے اس سے مراد میری ہی ذات ہے۔ اکثر بدوی اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی مدد سے اس نے دمشق کا محاصرہ کیا۔ اہل دمشق کو کچھ مال دے کر اس سے صلح کرنی پڑی پھر وہ حمص۔ حماۃ۔ معرۃ النعمان۔ بعلبک کی طرف روانہ ہوا جہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ان مقامات کی تسخیر کے بعد اس نے سلمیہ کا قصد کیا۔ اور یہاں رہنے والے بہت سے بنو ہاشم کو تلوار کے گھاٹ اتارا۔

قرامطہ کے مقابلے کے لیے خود خلیفہ مکتفی کی روانگی ۲۹۰ھ

شام کے شہروں میں قرامطہ نے ایسے ہولناک فتنے اور فسادات برپا کیے کہ عباسی خلیفہ (مکتفی) نے اپنے سپہ سالار محمد بن سلیمان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ ان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور خود بھی رقہ تک اس کے ساتھ گیا۔ اس دفعہ قرامطہ کو بڑی شکست ہوئی۔ صاحب الشامہ (حسین مسمی بہ احمد) اور اس کے کئی ساتھی گرفتار ہوئے اور بڑے سخت عذاب سے قتل کیے گئے۔ غرض کہ ذکرویہ کے تینوں بیٹوں میں سے کسی کو بھی کامیابی نہیں ہوئی اور سب کے سب مارے گئے۔

حاجیوں کا قتل اور غارتگری

ہر شخص تعجب کرے گا کہ قرامطہ

کیسے ثابت قدم اور اپنی دھن کے پکے تھے۔ ایک مقام پر پسپا ہوتے، مار کھاتے، مارے جاتے لیکن دوسرے مقام پر پھر سر اٹھاتے۔ غرض کہ انھوں نے اپنے مقصد کی تکمیل میں اپنی جانوں تک دینے میں دریغ نہ کیا۔ ہر وقت مہدی کی امید میں رہتے اور اس کا انتظار کرتے۔ کبھی ایک شخص کو مہدی سمجھتے کبھی دوسرے کو۔ ان کے داعیوں کے اغراض و مقاصد عام طور پر خود غرضی پر مبنی تھے۔ بدو عربوں نے جو خلیفہ کی فوجی خدمت سے محروم رہ گئے تھے لوٹ مار کے لالچ سے ان کا ساتھ دیا۔ مگر اس قسم کے ناروا محرکات کے علاوہ وہاں کچھ روحانی قوت بھی ضرور ہونی چاہیے جو اس قدر کثیر التعداد جماعتوں کو قبضے میں رکھتی تھی، اور ان کو بغاوت کی غنیمتوں کے ساتھ خطرناک جان بازیوں کا مقابلہ کرنے میں قوت دیتی تھی[1]۔ اس واقعے کو ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ قرامطہ نے خلافت کی فوجوں کو مصر میں لڑتا بھڑتا دیکھ کر پھر اپنے حملوں کا سلسلہ پہلے سے بھی زیادہ جاہلانہ اور وحشیانہ شروع کر دیا۔

جب زکرویہ نے دیکھا کہ اس کے مرید شام میں بالکل پسپا ہو گئے اور اس کے تینوں بیٹے لڑائی میں مارے گئے تو وہ عراق میں اپنی اس پوشیدہ جگہ سے جہاں وہ تقریباً بیس سال سے چھپا رہا تھا باہر نکلا۔ اور دعویٰ کرنے لگا کہ اسے الہام کے ذریعے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ اس کے تینوں بیٹے مارے گئے اور اب امام الزمان کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ اس کے عراقی داعی اس سے آملے اور اسے اپنے کندھوں پر بلند کر کے اس کا جلوس نکالا اور کہنے لگے کہ یہ امام الزمان کا نائب ہے۔ ہزاروں قرامطہ پھر اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کے مقابلے کے لیے خلیفہ مکتفی نے پھر لشکر بھیجا مگر اس دفعہ اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ قرامطہ بڑھتے بڑھتے کوفہ۔ بصرہ اور بغداد تک پہنچ گئے اور لوٹ مار شروع کر دی۔ راستے میں مکہ معظمہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے تین قافلوں پر زبردست

---

[1] Muir, The Caliphate, p. 555.

حملے کیے۔ ان معرکوں میں تقریباً بیس ہزار آدمی قتل ہوئے اور کئی لاکھ دینار قرامطہ کے ہاتھ لگے[۱] مرد تو مرد قرامطہ کی عورتیں بھی لڑائی میں حصہ لیتی تھیں۔ بعداد میں ایسا کوئی گھر باقی نہ رہا جو مصیبت کدہ نہ ہوا ہو اور جہاں آہ و زاری کے نالے بلند نہ ہوئے ہوں[۲]

زکرویہ کی شکست اور اس کا زخمی ہو کر مرنا ۲۹۴ھ

حاجیوں کی اس تباہی کی افسوسناک خبر جب بغداد پہنچی تو خلیفہ مکتفی نے تیسری دفعہ اپنے جنرل وصاف کی ماتحتی میں ایک بڑا لشکر روانہ کیا۔ زکرویہ نے اس کا بھی مقابلہ کیا۔ مگر آخر میں شکست کھائی اور زخمی ہو کر گرفتار ہوا۔ وصاف نے اسے بغداد بھیجدیا۔ لیکن زخموں کی وجہ سے راستے ہی میں مرگیا۔ عوام کی تشفی کے لیے بغداد میں اس کی لاش کو سولی دیگئی۔ جو قرامطہ اس معرکے سے بچ نکلے وہ شام کی طرف بھاگ گئے جہاں حاکم شام حسین بن حمدان نے ان کو پسپا کرنے کی کوشش کی۔ زکرویہ کے مرتے ہی عراق میں قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا۔

بحرین میں قرامطہ اور بنو جنابی کی حکومت ۲۸۶-۳۹۸ھ

عراق اور شام ہی تک قرامطہ کی شورشیں محدود نہیں رہیں۔ ان سے زیادہ خوفناک شورشیں بحرین[۳] میں ہوئیں۔ ۲۸۱ھ میں قرامطہ کا ایک داعی یحیی بن مہدی موضع قطیف (بحرین) پہنچا اور یہ دعوی کرنے لگا کہ وہ مہدی کا رسول ہے اور اب مہدی کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ دیہات کے متعدد باشندے اس کے زیر اثر آگئے۔ کئی دنوں تک

۱۔ ابن الاثیر ۷/۲۱۔ ۲۔ اتعاظ الحنفاء ۴ ۱۲۔
۳۔ فرات اور دجلہ کا درمیانی ملک بحرین کہلاتا ہے۔

قیسؔ کے قبیلوں میں رہکر اپنے مریدوں سے مختلف طریقوں سے روپیہ سمیٹتا رہا۔ اس کے چلے جانے کے بعد اس کے ایرانی نژاد قایم مقام حسن بن بہرام نے کوفے میں سکونت اختیار کی اور بنو قصارؔ کے خاندان میں جو پہلے ہی سے اسماعیلی دعوت قبول کرچکے تھے شادی بھی کرلی۔ عبدانؔ یا حمدانؔ سے اس نے مذہبی تعلیم پائی چونکہ یہ قریہ جنابہ کا رہنے والا تھا اس لیے یہ ابو سعید جنابی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اب اس نے ۲۸۶ھ میں خود داعی بن کر بدوی عربوں کو ملک گیری کی ترغیب دی۔ کثرت سے بنو کلابؔ اور بنو عقیل اس کے ساتھ ہو گئے اور بحرین کے اکثر دیہات اس کے قبضے میں آگئے۔ بہرحال اس نے اپنے ساتھ کافی فوج جمع کرکے احساؔء کو اپنا مستقر بنایا۔ اس کے بعد چند قرامطہ بحرین سے نکل کر بصرےؔ کے قریب پہنچ گئے۔ خلیفہ عباسی معتضد نے عباس بن عمرو غنوی کو ان کے مقابلے کے لیے بصرہ روانہ کیا۔ لیکن ابو سعید جنابی نے عباسؔ کو گرفتار کرلیا اور اس کی فوج کے کئی آدمی مار ڈالے[1]۔ پھر وہ ہجرؔ پر بھی جو بحرین کا پائے تخت تھا متعدد حملے کرکے اس کو فتح کرلیا۔ اس کے بعد اس نے بحرین کے شہروں کی حفاظت کی اور رعایا کی بہبود کی طرف متوجہ ہوا۔ خصوصاً زراعت و فلاحت کی ترقی میں بڑی دلچسپی لی۔ نوجوان لڑکوں کو سپاہ گری کی تعلیم دلائی اور جنگ کا کافی سامان جمع کیا۔ بنو ضبۃ کو جو اس کی مخالفت کرتے تھے کئی معرکوں میں شکست دی۔ تقریباً پندرہ سال کی حکومت کے بعد ۳۰۱ھ میں اپنے غلام کے ہاتھوں قتل ہوا۔ یہ غلام عباسؔ غنوی کے لشکر کا ایک قیدی تھا جسے ابو سعید نے نوکر رکھ لیا تھا۔ بہت دنوں تک اس نے اس کی خدمت کی۔

---

[1] ابن الاثیر $\frac{7}{198}$۔

اثناء ملازمت میں اس نے دیکھا کہ ابو سعید نے نہ کبھی نماز پڑھی نہ روزے رکھے۔ اس لیے اس نے ایک دن موقع پاکر حمام میں اسے قتل کر دیا۔[1]

جنابی کے قتل کے بعد اس کے چھ بیٹوں میں سے سب سے بڑا بیٹا ابوالقاسم سعید اس کا جانشین ہوا۔ تین سال کی حکومت کے بعد اس کے چھوٹے بھائی ابو طاہر سلیمان نے بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا۔[2] سنہ ۳۰۵ھ میں ابو طاہر بحرین کے قرامطہ کا صدر رہا۔ ان کا شجرہ ملاحظہ ہو:۔

حسن بن بہرام ابو سعید جنابی سنہ ۳۰۱ھ

ابوالقاسم سعید | ابو طاہر سلیمان سنہ ۳۳۲ھ | ابو منصور احمد (وغیرہ)

ابو طاہر سلیمان ← سابور

ابو منصور احمد ← ابو علی حسین (معروف بہ اعصم)

مہدی کی سلیمان قرمطی کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی کوشش اور بصرہ اور کوفہ کی بربادی

سنہ ۳۱۱ھ سے ۳۲۵ھ تک بحرین کے قرامطہ نے بصرہ۔ کوفہ اور عراق کے دوسرے شہروں میں اپنے پہلے بھائیوں سے زیادہ فساد برپا کیا۔ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ قرامطہ نے ظہور

۱۔ اتعاظ الحنفاء ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۲۔ ابن خلدون ۸۸/۴۔

مہدی سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے ہی سلمیہ کے اسماعیلیوں سے اپنا تعلق قطع کر لیا تھا۔ لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مہدی نے جو فاطمیین کے ظہور کا پہلا امام ہے قرامطہ سے چوتھی صدی کی ابتدا میں پھر اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ابو طاہر سلیمان سے اس نے دوستانہ تعلقات پیدا کئے اور خلافت عباسیہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی۔ بلکہ اس نے ابو طاہر کی ولایت تسلیم کی[1]۔ پہلے ہی سے ابو طاہر کو بحرین میں بہت قوت حاصل ہو چکی تھی۔ اس کا باپ ابو سعید کافی طور پر جنگ کی تیاری کر چکا تھا۔ مہدی کی تائید حاصل ہوتے ہی اس نے بصرہ پر رات کے وقت اچانک چڑھائی کی۔ اس کے والی سبک مفلحی کو قتل کر کے تقریباً دس روز تک اہل بصرہ سے لڑتا رہا اور بڑی خونریزی کی۔ شہر کا بڑا حصہ جلا دیا۔ بصری پسپا ہو کر بھاگے۔ سات دن تک ابو طاہر بصرہ کو لوٹتا رہا اور جس قدر مال و متاع ہاتھ لگا وہ سب اپنے مستقر ہجر کو بھیجدیا۔ جو قیدی گرفتار کر لیے گئے تھے ان کو غلاموں کی طرح بیچ ڈالا۔ ۳۱۵ھ میں قرامطہ کوفہ میں داخل ہوئے اور بصرہ سے زیادہ اس شہر کو تاراج کیا۔ اس کے بعد ان کی فوجیں عراق کے اکثر شہروں میں پھیل گئیں اور بار بار خلیفہ عباسی کے لشکر کو شکست دیں۔ بے شک لوٹ مار کی رغبت کے علاوہ قرامطہ کا مذہبی جوش ان کو اس بات پر آمادہ کر دیتا تھا کہ گو وہ تعداد میں تھوڑے ہوتے تھے لیکن عباسیوں کے ٹڈی دل لشکروں کا مقابلہ کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے تھے۔ ان کے سفید جھنڈے جس پر کلام مجید کی ایک آیت لکھی ہوئی تھی اور مہدی کا انتظار اور اس کے ظہور کی امید ان کے جوش کو اور بڑھا دیتی تھی۔ کبھی کبھی وہ

---

[1] ابن خلدون ۴/ ۸۸-۸۹ -

پسپا بھی ہوتے تھے مگر فتحیابی کا خدائی وعدہ ان کی ہمت کو پست نہ ہونے دیتا تھا۔ عباسیوں کے بہترین فوجی سردار بھی ان کے مقابلے میں ناکام ثابت ہوتے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ لوگ ایک دفعہ بغداد کے قریب پہنچ گئے۔ خلیفہ مقتدر بہت بگڑا اور تعجب سے کہنے لگا "کیا قرامطہ کی فوج جو دو ہزار سات سو سے زیادہ نہیں ہمارے اسی ہزار کے لشکر کو بھی مغلوب کر دیتی ہے[1]"۔ آخر میں مقتدر نے دو فوجی سردار ہارون بن غریب اور صافی کو بصرے کی طرف روانہ کیا۔ انھوں نے قرامطہ کو زبردست شکست دی۔ اس کے بعد عراق میں پھر قرامطہ نے سر نہ اٹھایا۔

بیت اللہ کی بے حرمتی اور حجر اسود کی شہر ہجر میں منتقلی

اب تک قرامطہ حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا کرتے تھے۔ لیکن ۳۱۷ھ میں عراق سے بھاگ کر مکہ معظمہ پہنچے۔ اس سال منصور دیلمی حاجیوں کا سردار تھا۔ یہ ان لوگوں کو ساتھ لے کر بغداد سے مکہ روانہ ہوا۔ مکہ معظمہ میں عین "ترویہ" کے روز قرامطہ نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کا مال و اسباب سب لوٹ لیا۔ ان میں سے کئی آدمیوں کو خود بیت اللہ اور مسجد حرام میں قتل کیا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکال کر اپنے مستقر ہجر کو لے گئے تاکہ اپنے شہر میں حج مقرر کریں۔ ابن مہلب امیر مکہ نے کئی اشراف کو ساتھ لے کر یہ کوشش کی کہ قرامطہ اپنے کرتوت سے باز آئیں۔ مگر ان کی کوششیں ناکام ہوئیں۔ اس کے بعد بیت اللہ کا دروازہ اور محراب اکھاڑے گئے۔ مقتولین کے چند لاشے زمزم کے کنویں میں پھینک دیے گئے اور چند بغیر غسل و کفن کے مسجد حرام میں دفن کیے گئے۔ اہل مکہ پر بھی مصیبتیں ڈھائی گئیں۔ اس حادثے کی اطلاع جب مہدی کو قیروان میں پہنچی تو اس نے

---

[1] - ابن الاثیر ۶/۴۲ -

قرامطہ کے رہبر ابو طاہر کو بہت لعنت ملامت کی اور اسے لکھا کہ "تو نے کفر و الحاد کے الزام کو جو ہم پر لگایا جاتا ہے اپنے عمل سے ثابت کردیا۔ اگر تو حاجیوں کا لوٹا ہوا مال اور حجر اسود واپس نہ کرے گا تو ہم تجھ سے دنیا اور آخرت میں بری ہو جائیں گے" مہدی کے بعد اس کے جانشین قایم نے بھی ایک خط ابو طاہر کو لکھا۔ ابو طاہر نے ۳۲۹ھ میں یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ "ہم حکم سے اسے لے گئے تھے اور حکم ہی سے اسے واپس کرتے ہیں" تقریباً بائیس سال حجر اسود قرامطہ کے پاس ہجر میں رہا اور اتنی ہی مدت تک قرامطہ مکہ معظمہ پر قابض رہے۔ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود میں ٹوٹ پھوٹ کے جو نشانات نظر آتے ہیں وہ اس کے اکھیڑ لے جانے سے اس میں ہو گئے ہیں۔[۱]

قرامطہ کی شام اور مصر کو مسخر کرنے کی کوشش

۳۶۱ھ میں جب قرامطہ نے دمشق اور مصر پر چڑھائی کی بڑی تیاری کی تو معز نے ان کے سردار حسن بن احمد (معروف بہ اعصم) کو ایک خط لکھا جس میں اس نے اسے خوب دھمکایا مگر حسن نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ معز نے حسن کو معزول کر کے اس کے قبیلے میں سے اس کے کسی رشتے دار کو قرامطہ کا والی مقرر کیا۔ حسن کی عدم موجودگی میں اس جدید والی نے جزیرۂ اُوال[۲] سے نکل کر احساء کو لوٹ لیا۔ لیکن طائع باللہ خلیفہ عباسی نے اس کے اور حسن کے درمیان صلح کرا دی۔ حسن نے مصر اور شام کو فتح کرنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔[۳]

---

[۱] ۔ اتعاظ الحنفاء ۱۲۹ ۔ ابن الاثیر ۸/۱۹۲-۱۷۷ ۔

[۲] ۔ بحرین میں ایک چھوٹا جزیرہ ہے (معجم البلدان ۱/۳۹۴)۔

[۳] فصل ۴۱ (بنو فاطمہ اور قرامطہ کے درمیان لڑائی)۔

قرامطہ کا زوال اور اس کے اسباب

۳۶۶ھ میں حسن افتکین سے مل گیا اور بنو عباس کو بیعت بھی دی تاکہ ان کی مدد سے بنو فاطمہ کا مقابلہ کرے۔ لیکن جب وہ اس موقعے پر شکست کھا کر بھاگ گیا تو قرامطہ اس سے پھر گئے۔ اور اس بات پر اتفاق کیا کہ اسے معزول کردیں اور ابو سعید جنابی کے خاندان میں سے کسی کو اپنا سردار نہ بنائیں۔ بلکہ کسی دوسرے دو شخصوں کو اپنا رہنما مقرر کریں۔ جعفر اور اسحاق سرداری کے لیے منتخب کیے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان دونوں میں اختلاف ہو گیا اور خود ابو سعید کے خاندان کے سرداروں میں خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ جس کی وجہ سے قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا اور ان پر اصغر بن ابی الحسن ثعلبی نے ۳۹۸ھ میں غلبہ حاصل کرکے موضع احساء کو فتح کرلیا۔ اور ان کی دولت کا خاتمہ کر دیا۔[1]

کہا جاتا ہے کہ ۳۹۶ھ میں قرامطہ ملتان تک پہنچ گئے تھے۔ جب محمود غزنوی نے اس شہر کو فتح کیا تو یہاں کا والی ایک قرمطی تھا۔[2] یہاں ہزاروں باطنی (اسماعیلی) آباد تھے جنھیں محمود نے قتل کیا۔[3]

(۲) فرقہ دُروزیہ

قرامطہ کے بعد دوسرا اہم فرقہ دروزیوں کا ہے۔ جس کے آغاز کا ذکر کیا جاچکا ہے۔[4] اس کے مشہور عجمی داعی حسن بن حیدرہ

---

[1] ابن خلدون ۴/۹۱۔ [2] Muir, the Caliphate, p. 558.

[3] البغدادی ۲۷۷۔

[4] فصل ۱۲ (فرقہ دروزیہ کی ابتدا)

فرغانی۔ حمزہ بن زوزنی اور محمد بن اسماعیل درازی ہیں۔ گویہ فرقہ درازی کی طرف منسوب ہونے سے دروزی کہلاتا ہے[1] لیکن اس کا حقیقی بانی حمزہ بن زوزنی ہے یہی دروزیوں میں بہت معتبر اور مستند رہنما سمجھا جاتا ہے۔ ان کے اکثر رسالے بھی اسی کی طرف منسوب ہیں۔ اسی نے اپنا ایک نیا سن بھی جاری کیا تھا جو ۴۰۸ھ ہجری سے شروع ہوتا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حمزہ بن علی کو حاکم نے اپنا وزیر بنایا تھا[2]

دروزیوں کی دو جماعتیں اور ان کی مشابہت فری میسنوں سے

مصر میں فتنہ بپا ہونے کے بعد حاکم نے درازی کو وادی التیم کی طرف جو جبل لبنان اور ہرمن کے درمیان واقع ہے بھیجدیا۔ یہاں کے اسمٰعیلی باشندوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ جبل لبنان کے اطراف قدیم سے ایسے لوگ آباد تھے جن کے خیالات اسمٰعیلیوں کے خیالات سے ملتے جلتے تھے۔ اور اس زمانے میں جب درازی وہاں پہنچا تو اسماعیلیوں کی کافی تعداد وہاں موجود تھی۔ اس وجہ سے درازی نے بڑی کامیابی حاصل کی۔ درازی کے انتقال کے بعد زوزنی نے بہاء الدین کو وہاں بھیجا۔ جس نے درازی کی مبالغہ آمیز تعلیم میں بہت کچھ اصلاحیں کیں۔ اس کی وجہ سے دروزیوں میں دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک اہل غلو اور دوسرے اعتدال پسند۔ آج بھی یہ دو جماعتیں جہال

---

[1] دراز ایران میں ایک مقام کا نام ہے جس کی طرف محمد بن اسماعیل منسوب تھا۔ بعض لوگ اس کا اشتقاق دَرَسَ یَدْرُسُ سے بتاتے ہیں لیکن یہ ایک تکلف ہے۔ درازی کثرت استعمال سے دروزی بن گیا۔ [2] نورمبین مصنفہ علی محمد چنارا صفحہ ۲۹۸۔ [3] اس سے پیشتر مکتنی لکھا ہے۔ یہ لفظ مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس داعی کا نام اور ہو۔ لقب بہاءالدین ہو۔ Springett, p. 182.

اور عقال کے نام سے مشہور ہیں۔ راقم الحروف نے اپنے بیروت کے سفر میں خود ان دو جماعتوں کے متعلق دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ عقال کی جماعت میں شریک ہونے کے لیے تین اہم شرطیں لازمی ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ شریک ہونے والا چالیس سال سے کم نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سادہ اور پاک زندگی بسر کرتا ہو۔ شراب تو کجا۔ تمباکو اور ناس وغیرہ سے بھی پرہیز کرتا ہو۔ خفیہ طور پر اس کی آزمایش کی جاتی ہے۔ اس کے افعال اور اعمال کی سخت نگرانی کی جاتی ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ غلام نہ ہو۔ ایسی ہی شرطوں کے لحاظ سے ریورنڈ ہیاسکٹ اسمتھ Reverend Haskat Smith نے ان کو فری میسنوں میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ فری میسنری کے قاعدوں میں امیدوار کو چاہیے کہ وہ پوری عمر کا ہو۔ آزاد ہو اور نیکنام ہو۔ اور بھی بہت سی مشابہتیں ریورنڈ نے بتائی ہیں۔ بہرحال (ان) شرطوں کی تکمیل کے بعد دروزی جماعت عقال میں شریک کیا جاتا ہے۔ اور اس کے سر پر سفید عمامہ باندھنے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ عقال کی امتیازی علامت ہے۔ اس کے بعد وہ مذہبی بھیدوں سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ عقال میں سب سے بلند درجے والے خطیب ہوتے ہیں جو چائے اور قہوہ سے بھی پرہیز کرتے ہیں سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہیں پیتے۔ دوسری جماعت جھال کی ہوتی ہے جن پر مذہب کی پابندیاں عائد نہیں ہوتیں۔ یہ لوگ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا پائے جاتے ہیں۔ آجکل دروزی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے مذہب کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اجنبی دروزی نہیں بن سکتا۔ نہ کوئی دروزی ان کی جماعت سے باہر جا سکتا ہے[1]

[1] Springett, pp. 252-257.

دروزیوں کا مذہبی اور سیاسی نظام

ان لوگوں کی آبادی میں مسجدیں نہیں ہوتیں۔ کیونکہ یہ نماز نہیں پڑھتے۔ مسجد کی بجائے ایک معمولی مکان ہوتا ہے جس میں ہر شب پنجشنبہ کو مجلس کی جاتی ہے[۱] اسے یہ "خلوت" کہتے ہیں۔ اس میں چند مخصوص دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ اس کے بعد مذہبی اور سیاسی معاملات پر بحث کی جاتی ہے۔ سیاسیات سے انھیں خاص دلچسپی ہے۔ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ خلیفہ حاکم پھر ظاہر ہوکر دنیا پر حکومت کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی لحاظ سے ان کو ہمیشہ مسلح رہنا چاہیے۔ ہر گاؤں میں ایسی ایک مجلس منعقد کی جاتی ہے۔ ان تمام مجلسوں کی رپورٹیں صدر مجلس کو بھیجی جاتی ہیں جو شہر بکلین (Baklin) واقع جبل لبنان میں ہوتی ہے گویا ان کے تمام مذہبی اور سیاسی معاملات ایک کونسل کے ذریعے طے پاتے ہیں جس میں صرف عقال ہی شریک ہو سکتے ہیں۔ کونسل سے فارغ ہو کر ان کے خطیب خانقاہوں میں جاتے ہیں جہاں یہ بڑی وقعت سے دیکھے جاتے ہیں۔ اس مجلس میں عام طور پر حمزہ زوزنی کی تصنیف کی ہوئی مقدس کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔

دروزیوں کا مذہب

اکثر باطنی فرقوں کے عقیدے یونانی فلسفے اور قدیم ایرانی مذاہب کی تعلیم سے ماخوذ ہیں۔ چونکہ دروزیوں کے اکثر داعی ایرانی تھے۔ اس لیے ان کے عقیدے بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً حلول کے متعلق ان کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا کروڑوں برس کے بعد حاکم کی شکل میں ظاہر ہوا[۲]۔ رعیت سے ناراض ہو کر غائب ہو گیا ہے۔

۱۔ حاکم کی غیبت پنجشنبہ کی رات کو ہوئی۔

۲۔ Springett, pp. 186-187

قیامت کے روز پھر انسان کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اور تمام دنیا پر حکومت کرے گا۔ اس کے حکم سے آسمان سے ایک آگ اترے گی جو کعبے کو جلا دے گی۔ پھر مردے زمین سے اٹھیں گے[1] عقل و نفس کے تمام مسایل یونانی فلسفے پر مبنی ہیں۔

دروزیوں کی مقدس کتابیں

داعی حمزہ اور اس کے چار مددگاروں نے جو کتابیں لکھی ہیں وہ کلام اللہ کے مانند نہایت مقدس مانی جاتی ہیں اور خلوتوں میں پڑھی جاتی ہیں[2] یہ کتابیں تعداد میں چھ ہیں اور ایک سو گیارہ رسالوں پر مشتمل ہیں۔ ان کو سوائے عقال کے کوئی چھو نہیں سکتا۔

مذہب کے چار بڑے اصول یہ ہیں (۱) خدا کا علم خاص کر شکل انسانی کے مظاہر میں (۲) عقل کا علم جو سب سے اعلیٰ موجود ہے لیکن باوجود اس رتبے کے وہ خدا کا بندہ اور غلام ہے۔ اس کا نام حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں لزارس Lazarus حضرت رسول خدا صلعم کے زمانے میں سلمان فارسی اور حاکم کے زمانے میں حمزہ ہے (۳) دوسرے چار روحانی موجودات کا علم جو نفس کل۔ کلمہ۔ سابق یعنے سیدھا بازو اور لاحق یعنے دایاں بازو ہیں۔ ان چار موجودات نے اسمٰعیل۔ محمد (بن اسمعیل) سلمان اور علی کی شکلیں اختیار کی ہیں۔ (۴) سات اخلاقی احکام کا علم۔ سچائی۔ بھائیوں کی محبت۔ بتوں کی عبادت ترک کرنا۔ شیطانوں اور جنوں کی تردید۔ خدا کی توحید ہر زمانے میں۔ خدا کے فعل پر خوش ہونا۔ (یا مذہب میں تقیہ کرنا جیساکہ بعض روایتوں میں ہے اور یہی صحیح ہے)۔ خدا کی مرضی کے تابع ہونا۔

---

[1] Springett, p. 235.

[2] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان میں کلام مجید کی نقل اتارنے کی کوششیں کی گئی ہیں۔ لیکن یہ اس کی فصاحت و بلاغت کو نہیں پہنچتیں۔ Springett, p. 189

انسان کو تناسخ کے دوران میں کچھ جزا و سزا تو مل جاتی ہے لیکن حقیقی جزا اور سزا قیامت ہی کے روز ملے گی[1]۔ مذہبی معاملات کے پوشیدہ رکھنے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ عام شیعی فرقوں کا طریقہ ہے۔ اجنبیوں کو دروزہی کبھی کبھی اپنی مجلسوں میں شریک ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ حاضر رہتے ہیں اس وقت تک عام اسلامی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ اپنے خاص مذہب کی کوئی بات بیان نہیں کرتے۔ اسی طرز عمل سے سیاحوں نے ان کے متعلق بری بری رائیں قایم کی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے خلوت خانوں میں شرمناک اعمال کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ جسطرح حافظ نے کہا ہے:-

چوں بہ خلوت میروند آں کار دیگر می کنند

یہ لوگ خفیہ طور پر گائے کے بچے کے سر کی پوجا کرتے ہیں۔ سیاسی لڑائیوں میں دروزیوں کے چند خلوت خانے لوٹے گئے جن میں سے بہت سے رسالے نکلے۔ یہ رسالے یورپ اور ایشیا کے اکثر کتب خانوں میں ہیں[2] جن کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دروزی اعمال شریعت کے قایل نہیں۔ حاکم کو خدا ماننے کے بعد تمام اعمال بیکار اور فضول ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے اصول کے موافق دنیا میں لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ ظاہری شریعت کے پابند جو مسلمان ہیں۔ باطن کے پابند جو مومنین ہیں۔ ظاہر اور باطن دونوں کو نہ ماننے والے موحدین ہیں۔ انھی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے[3]۔ دروزی مختلف اقوام مثلاً کرد۔ مارڈی (Mardi) عرب اور دوسری

---

[1] - Springett, pp. 192-197.

[2] - گزشتہ صدی میں محمد علی پاشا کے عہد میں جو لڑائیاں ہوئیں ان میں دروزیوں نے بہت حصہ لیا۔ (ابراہیم پاشا فی سوریا صفحہ ۱۹۰-۲۲۶)۔ [3] - رسالہ دروزیہ مخطوطہ جسے راقم الحروف نے مصر کے کتب خانہ میں دیکھا۔ "إن الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر اى عن الظاهر والباطن"۔ (رسالۂ دروزیہ)۔

کم تہذیب یافتہ قبیلوں پر مشتمل ہیں[1]۔ ایشا کوچک کے سکھوں سے ان کی تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بہادر اور سپاہی منش ہیں۔ ہمیشہ مسلح رہنا ان کا ایک مذہبی فریضہ ہے۔

تمام دروزیوں کی تعداد اس زمانے میں پچاس اور ساٹھ ہزار کے درمیان ہے[2]۔ زیادہ تر جبل لبنان کے اطراف میں ان کی آبادی ہے۔ ان کے پڑوسی اکثر نصرانی ہیں۔ جدید علوم و فنون کی تحصیل بھی انھوں نے شروع کر دی ہے۔ ان کے تعلیم یافتہ افراد زیادہ تر بیروت میں نظر آتے ہیں۔

(۳) فرقہ نزاریہ یا باطنی یا فدائی یا حشاشین[3] یا مشرقی اسمٰعیلی یا خوجہ

حسن بن صباح کا الموت پر قبضہ کرنا

مستعلی کے ذکر میں ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ کس طرح مستنصر کے بعد اسماعیلیوں میں پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے مستعلویہ اور نزاریہ یہ دو فرقے پیدا ہوئے۔ نزاریہ کا اصل بانی بلاد عجم یعنے ایران کا بہت بڑا داعی حسن بن صباح ہے۔ یہاں اس عجیب و غریب شخص کے مختصر حالات بیان کرنا ضروری ہے۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کس طرح اس نے اپنی تحریک کو ایسی ترقی دی جس کے باعث یہ دوسری اسلامی قوتوں سے مقابلہ

---

[1] Springett, p. 235.

[2] Springett, p. 187. اس مصنف نے ایک کتاب بنام Secret sects of Syria and the Labanon. لکھی ہے۔ جو نہایت مفید اور پر از معلومات ہے۔ اس میں فرقہ دروزیہ کی تاریخ بہت شرح و بسط سے لکھی ہے۔ جس میں بعض ایسے سیاحوں کے حوالے ہیں۔ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے حالات بیان کیے ہیں بلکہ بعض تو دروزی مذہب میں چند دنوں کے لیے داخل بھی ہو گئے تھے۔ یہ جملہ واقعات اسپرنگٹ کی کتاب مذکور سے لیے گئے ہیں۔

[3] حشیشین (پروفیسر براؤن۔ تاریخ ادب فارسی)۔

کرنے لگا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ اس نے اور اس کے جانشینوں نے ایسی دھاک بٹھائی کہ اس زمانے کے اسلامی سلاطین ان سے تھراتے تھے۔ حسن بن صباح کا پورا نام حسن بن علی بن محمد بن جعفر بن حسین بن الصباح الحمیری تھا[1]

لیکن اسے یہ بات پسند نہ تھی کہ لوگ اس کا نسب بیان کریں وہ اپنے مریدوں سے بارہا یہ کہا کرتا تھا کہ مجھے اپنے امام کا مخلص غلام کہلایا جانا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ میں ان کا ناخلف لڑکا کہلاؤں۔ اس کا باپ کوفے سے قم آیا جہاں حسن پیدا ہوا۔ سات سال کی عمر ہی سے اسے تحصیل علم کا بہت شوق تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس نے ریاضی۔ ہندسہ حساب نجوم اور سحر وغیرہ مختلف علوم حاصل کئے۔ اس وقت تک اس کا مذہب اپنے باپ کے مذہب کے موافق اثنا عشری تھا۔ اس کے بعد اس نے فاطمی داعیوں میں سے پہلے ناصر خسرو حجت خراسان اور پھر امیر حزاب کے اثرات قبول کئے۔ امیر حزاب نے اس سے کئی طولانی مذہبی مباحثے کئے۔ جس سے ابن صباح کے اعتقاد میں لغزش پیدا ہوگئی۔ گو اس کو اسمٰعیلی دعوت کی صحت کا پورا یقین نہ ہوا لیکن ایک سخت بیماری سے شفا پانے کے بعد جس سے اس کو نجات پانے کی کوئی امید نہ تھی وہ اسماعیلی مذہب کی طرف زیادہ مایل ہوگیا۔ اور دو اسماعیلی داعیوں ابو نجم السراج

---

[1] اصل اور نسل کے لحاظ سے یہ نرا ایرانی تھا۔ لیکن اس زمانے کے رواج کے مطابق اس نے اپنے آپ کو ایک عرب خاندان کی طرف منسوب کیا۔ ایرانی عربوں میں ملنے کے لیے ایسا کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حسن بن صباح۔ نظام الملک اور عمر خیام تینوں امام موثق الدین کے جو سرزمین فارس کے مرکز علم تھے۔ حلقۂ درس میں شریک تھے۔ لیکن یہ روایت معتبر نہیں۔

اور مومن سے ملا۔ یہ داعی ایک بڑے رہبر شیخ احمد بن عبد الملک
بن عطاش مالک حلقۂ اصفہان کے حکم سے فارس میں دعوت اسمٰعیلیہ
کی تبلیغ کرتے تھے۔ ان میں سے جب مومن نے دیکھا کہ ابن صباح بڑا
ہوشیار اور زبردست شخصیت والا ہے تو اس نے پس و پیش
کرتے ہوئے اس سے مستنصر کی بیعت لی۔ ماہ رمضان ۴۶۴ھ میں
ابن عطاش جس کے بجر (یعنی علاقہ تبلیغ) میں اصفہان اور آذربائی جان
تھے ری پہنچا۔ اور اسماعیلی دعوت میں ابن صباح کی شرکت کو
منظور کرکے اسے مصر جانے کا حکم دیا۔ اس بنا پر ۴۶۷ھ میں وہ اصفہان
گیا۔ جہاں سے دو سال ابن عطاش کی نیابت کرنے کے بعد
آذربیجان اور دمشق سے ہوتا ہوا بروز چہار شنبہ ۱۸ صفر ۴۷۱ھ
میں مصر پہنچا۔ دوسرا سبب اس کے مصر روانہ ہونے کا یہ بیان کیا
جاتا ہے کہ ابو مسلم نے جو شہر ری کا والی اور نظام الملک کا داماد
تھا۔ اس پر یہ تہمت لگائی کہ وہ مصر کے اسمٰعیلی داعیوں سے ملا کرتا
ہے۔ بہرحال جب وہ مصر پہنچا تو مصر کے داعی الدعاۃ اور دوسرے
مشہور لوگوں نے بہت ہی اعزاز سے اس کا استقبال کیا۔ خلیفہ مستنصر
نے بھی اسے بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ اسے بذاتِ خود خلیفہ سے
ملنے کی اجازت نہ تھی اگرچہ وہ اٹھارہ مہینے تک قاہرہ میں ٹھہرا رہا۔
اس مدت کے ختم ہونے کے بعد اسے مجبوراً مصر چھوڑنا پڑا۔ کیونکہ
مستنصر کے وزیر بدر الجمالی اور اس کے بڑے بیٹے نزار کے درمیان جس
کی حسن بن صباح تائید کرتا تھا۔ ناخوشگوار تعلقات تھے۔ یہ بھی
بیان کیا جاتا ہے کہ بدر الجمالی نے حسن کو مصر سے نکلوا دیا تاکہ نزار کی
امامت کو کوئی تائید نہ ملے[1]۔ غرض ماہ رجب ۴۷۲ھ میں ابن صباح

[1] امیر الجیوش (بدر الجمالی) حاکم مطلق مصر پسر خرد تر مستعلی بود کہ مستنصر او را بنص دوم ولی عہد کردہ بود۔ من بر قاعدۂ اصول مذہب خویش دعوت با نزار می کردم و تقریر آں رفتہ است (جہاں کشائی جوینی۔ صفحہ ۱۸۶ تا ۲۷۸۔ اس تاریخ میں حسن بن صباح کے مفصل حالات ملیں گے)۔

اسکندریہ سے روانہ ہو کر ماہ ذی الحجہ ۴۷۳ھ میں اصفہان پہنچا۔ اس وقت سے وہ بلاد یزد۔ کرمان۔ طبرستان۔ دامغان اور دوسرے فارس کے شہروں میں نزار کے نام سے یہ دعوت کرنے لگا کہ مستنصر کے بعد نزار امامت کا مالک ہے۔ رَیّ کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں کی کہ نظام الملک نے جو اس کا سخت دشمن تھا اپنے داماد رَیّ کے والی ابومسلم کو اس کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔

زکرویہ کے انتقال کے بعد جس کا ذکر گزر چکا ہے گو قرامطہ کی قوت عراق۔ شام وغیرہ میں ٹوٹ چکی تھی لیکن اس کے ہم مذہب ایران کے شہروں میں پھیل گئے اور انھوں نے اپنی تحریک کا خفیہ سلسلہ جاری رکھا۔ گھروں میں چھپ چھپ کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ باطنیہ کہلاتے ہیں۔ نزار نے ان کی تحریک میں پھر ایک نئی روح پھونک دی۔ اب یہ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ لوٹ مار کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ ابتدا میں یہ لوگ مازندران کی وادیوں میں جہاں بابک اور اس کے ہم مذہب رہا کرتے تھے نمودار ہوئے۔ آہستہ آہستہ ایران کے قلعوں پر قبضہ کرنے لگے۔ پہلا قلعہ جو ان کے ہاتھ لگا ایسا تھا جو فارس کے قریب تھا۔ اور جس کا مالک خود انھی کے مذہب کا تھا۔ پھر اصفہان کے قلعے "شاہ در" پر ان کا قابو ہو گیا[1]۔

فتح قلعۂ اصفہان

اس وقت بغداد میں خلیفہ عباسی مقتدی باللہ تھا۔ لیکن حکومت ملک شاہ سلجوقی کے ہاتھ میں تھی۔ حسن بن صباح نے اسی حاکم کے زمانے میں قوت حاصل کی۔ اسی حاکم کے لائق اور مشہور وزیر نظام الملک کو نزاریوں ہی نے ۴۸۵ھ میں قتل کیا۔ انکی قوت توڑنے کے لئے ملک شاہ

---

[1] ابن خلدون ۴/۹۴۔

نے دو دفعہ لشکر بھیجا مگر اسے کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ ۴۸۵ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کے خاندان کے باہمی جھگڑا دل سے نزاریوں کا زور بڑھ گیا۔ اس کی بیوی خاتون جلالیہ کی رائے سے خلیفہ نے اس کے چھوٹے بیٹے محمود کو سلطنت دے کر ناصر الدنیا والدین کے لقب سے سرفراز کیا۔ لیکن اس کے بڑے بھائی برکیارق نے حکومت چھین لی اور خود رکن الدین کا لقب اختیار کیا۔ محمود اور اس کی ماں نے اصفہان میں پناہ لی۔ برکیارق نے نزاریوں کی مدد سے اصفہان کا محاصرہ کرکے محمود کو بھگا دیا۔ لیکن اصفہان پر نزاریوں کا پورا قبضہ ہو گیا۔ اپنی عادت کے موافق ان لوگوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ شہر کے باشندے ان کے مظالم سے تنگ آ گئے۔ آخر کار اصفہانیوں نے نزاریوں سے خوب انتقام لیا۔ اور ان کے کئی سرداروں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد حسن بن صباح قزوین پہنچا۔ جس کے قریب "الموت" واقع ہے۔ اس مقام کے آس پاس کے رہنے والوں سے دوستی پیدا کی۔ اور ان پر اپنے زہد و تقوی کا اثر ڈالا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کمبل اوڑھے رہتا اور بہت سادہ زندگی بسر کرتا تھا۔ یہاں کے اکثر لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس قلعے کا مالک بھی جو ایک سادہ لوح علوی تھا ہمیشہ اس کے پاس بیٹھتا اور اس سے برکت حاصل کرتا۔ جب حسن اپنا معاملہ مستحکم کر چکا تو علوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ "تو قلعے سے نکل جا"۔ علوی مسکرایا اور اسے دل لگی سمجھا۔ حسن نے اپنے چند پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ علوی کو قلعے سے نکال باہر کر دیں۔ انھوں نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ کچھ مال دے کر اسے قلعے سے نکال دیا۔ اب اس قلعے پر حسن کا پورا قبضہ ہو گیا۔[1]

---

[1] ابن الاثیر $\frac{10}{131-132}$ ۔

اس قلعے کا صحیح نام "الموت"[1] ہے۔ ایک عجیب اتفاق سے اس لفظ کا مجموعہ حساب جمل سے (۴۸۳ھ) ہوتا ہے۔ جس سے حسن بن صباح کی اس قلعہ کو فتح کرنے کی تاریخ نکلتی ہے جیسا کہ اکثر موٴرخین نے لکھا ہے۔

حسن بن صباح کا مذہب اور اس کی جنت

الموت کو مستقر بنا کر حسن بن صباح نے اسمٰعیلی دعوت کی تبلیغ شروع کی۔ دعوت کا وہی نظام قایم کیا جو مصر میں موجود تھا۔ صرف چند جدید (ارکان) مثلاً رفیق۔ لاحق[2]۔ اور فدائیؑ کا اضافہ کیا۔ فدائیوں میں بڑے ان پڑھ جانباز نوجوان شریک کیے جاتے تھے۔ صرف ہتھیار استعمال کرنے کا فن انھیں سکھلایا جاتا تھا۔ یہ سپاہی حسن کے حکم کی بے عذر آنکھیں بند کر کے تعمیل کرتے۔ جس کے قتل کا اشارہ ہوتا اس کے پاس نئے نئے بھیس بدل کر جاتے۔ اس سے مل کر اس کے مزاج میں رسوخ پیدا کرتے۔ اس کے معتمد علیہ بنتے اور موقع پاتے ہی اس کا کام تمام کر دیتے۔ ان خونخوار اعمال کی ترغیب دینے کے لیے ایک جنت بنائی گئی تھی۔ پہلے وہ حشیش[3]

[1] یہ شہر قزدین کے علاقے میں صوبہ رودبار کا ایک قلعہ تھا۔ جسے اس کے مضافات کے ساتھ لوگ طالقان کہتے تھے۔ اس کے معنے ہیں "شکرے کا گھونسلا" بعض کہتے ہیں کہ دیلمیوں کی اصطلاح میں یہ ایک خاص کلمہ تھا۔ جس پر شکاری پرند سدھائے جاتے تھے۔ چونکہ اس زمانے کا بادشاہ اور اس کے لوگ اسی کلمہ کو چلا چلا کے کہتے ہوئے یہاں پہنچتے تھے۔ لہٰذا وہی اس مقام کا نام مشہور ہو گیا۔ یہ قلعہ بہت بلند اور محفوظ مقام پر تھا۔

[2] رفیق داعی کا مددگار جو اس کے ساتھ رہے اور لاحق داعی کا دوسرا مددگار۔

[3] اسی وجہ سے یہ حشاشین کہلاتے ہیں انگریزی لفظ Assassin. اسی سے مشتق ہے۔

(بھنگ) کے اثر سے اس طرح بے ہوش کر دیے جاتے کہ ان کے دل میں کسی نشی چیز کے استعمال کا گمان بھی نہ گزرتا۔ بے ہوش ہوتے ہی خاص ذریعوں اور راستوں سے وہ اس جنت میں پہنچائے جاتے۔ جہاں پہنچتے ہی وہ ہوش ربا اور دلستاں حوروں کی آغوش شوق میں آنکھ کھولتے اور اپنے آپ کو ایک ایسے عالم میں پاتے جہاں کی خوشیاں اور مسرتیں ان کے حوصلے اور ان کے خیال سے بہت بالا ہوتیں۔ پر فضا وادیوں۔ روح افزا آبشاروں۔ جاں بخش باغوں اور نظر فریب مرغزاروں میں وہ سیر کرتے۔ حوروں کی صحبت ان کی دلستانی کرتی۔ مئے ارغوانی جس کے لبریز جام غالباً یہاں شراب طہور کا نام لے کر دیے جاتے ہوں گے انھیں دنیا دی افکار سے بے پروا کر دیتے کچھ عرصے کے بعد وہ حسن کے پاس پھر پہنچائے جاتے جہاں آنکھ کھول کر وہ اپنے آپ کو شیخ کے قدموں پر پاتے۔ ان کو پھر جنت میں پہنچ سکنے کی امید دلائی جاتی۔ اور انھیں لوگوں سے جنت کی چاٹ پر یہ ظالمانہ کام لیے جاتے[۱] بڑے بڑے امرا انھی کے خنجروں سے قتل ہوئے۔ اور انھی فدائیوں نے نظام الملک کی بھی جان لی۔ ان کی فدائیانہ ذہنیت کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ صلیبی سردار کاؤنٹ سائین شہر میسیات میں سنان کا مہمان ہوا۔ یہاں اسے قلعے کے برج دکھائے گئے۔ خاص کر وہ برج جو سب سے بڑا تھا۔ اس کے ہر زینے پر دو دو سپاہی ادب سے کھڑے تھے ان کو دیکھ کر باطنیوں کے حکمران سنان نے اپنے مسیحی مہمان سے کہا اس میں کوئی شک نہیں کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ Through Fr. or It. from Ar. Hashshashin, hashish eaters, a military and religious order in Syria of the 11th Century who became notorious for their secret murders (Chamber's Dictionary).

پہ: پیمبر براؤن نے حشیشین لکھا ہے (تاریخ ادب فارسی)۔ "الفاطمیون فی مصر" میں حشاشین ہے۔

[۱] اس جنت کا حوالہ کسی معتبر تاریخ میں نہیں ملتا۔

ہمارے سے فرمانبردار نبرد آزما سپاہی تمھیں نصیب نہیں۔ یہ کہتے ہی اس نے ایک زینے کی طرف اشارہ کیا اور اشارے کے ساتھ ہی وہ دونوں سپاہی جو وہاں کھڑے تھے نیچے گر پڑے اور اسی وقت مر گئے۔ یہ تماشہ دکھا کے سنان کہنے لگا یہی دو نہیں بلکہ یہ جتنے سپاہی سفید کپڑے پہنے کھڑے ہیں میرے ایک اشارے پر سب اسی طرح جاں نثار کر سکتے ہیں۔ عیسائی بادشاہ نے کہا "مجھ پر کیا منحصر ہے شاید کسی تاجدار کو ایسی جانباز رعایا نہ ملی ہوگی۔"

شام میں نزاریوں کی دعوت کی اشاعت

ملک شاہ کے بعد سلطان سنجر نے حسن بن صباح کا مقابلہ کیا۔ مگر حسن نے ایک حیلے سے اسے صلح پر آمادہ کرلیا۔ ایران کے شہروں کے علاوہ رفتہ رفتہ شام کے بعض مقاموں میں بھی حسن کے ماننے والے پھیل گئے۔ حلب کے اسماعیلی والی رضوان نے صلیبی لڑائیوں کے عیسائیوں سے دوستی پیدا کی اور فدائیوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ لیکن رضوان کے مرجانے سے پھر مسلمانوں کو قوت حاصل ہوگئی۔ اور انھوں نے اکثر فدائیوں کو قتل کرڈالا۔ اس کے بدلے میں فدائیوں نے خلیفہ بغداد کے بھرے دربار میں دمشق کے والی اتابک کے دھوکے میں والی خراسان پر حملہ کرکے اس کا کام تمام کردیا۔ اسی طرح اور کئی صوبوں کے والی بھی مارے گئے۔ اب نزاریوں کا رعب تمام اسلامی دولتوں پر چھا گیا۔

نزاریوں کی سیاسی قوت کا خاتمہ

حسن بن صباح کے بعد تقریباً سوا سو سال تک اس کے جانشینوں کی حکومت کم و بیش شمالی ایران کے پہاڑی مقاموں پر اور عراق و شام کے چند شہروں میں باقی رہی۔ آٹھویں جانشین رکن الدین خور شاہ کے زمانے میں ہلاکو خاں نے خلافت بغداد کے ساتھ ان کی

حکومت کا بھی خاتمہ کر دیا"[1]۔ اس کے بعد سے جو سلسلہ ان لوگوں کا ابتک بھی جاری ہے وہ صرف مذہبی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مستعلی نے نزار کو قتل کرا دیا۔ اور اس کا کوئی بیٹا حسن بن صباح کے ساتھ ایران میں نہیں آیا۔ لیکن نزاری جو ہمارے زمانے میں خوجوں کے نام سے مشہور ہیں اور بمبئی اور گجرات کے بعض ضلعوں میں رہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ نزار اسکندریہ میں شکست کھا کر ایران چلا گیا۔ ہزہائی نس آغا خاں اسی کی نسل سے ہیں۔ خوجوں کے اسلاف میں بعض ایسے ہوں گے جو مصر۔ شام۔ عراق اور ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان میں آبسے اور اکثر ایسے ہوں گے جن کو اسماعیلی داعیوں نے مسلمان بنایا۔ کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ اسماعیلی داعیوں نے ہندوستان میں نہایت قابل تحسین تبلیغ کا کام انجام دیا ہے۔ اور اسلام کی اشاعت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ایسے داعیوں میں نورالدین شاہ قابل ذکر ہے جو تقریباً ۴۶۲ھ میں الموت سے ہندوستان بھیجا گیا۔ اس نے یہاں اپنا نام نورستاگر رکھا۔ اور ضلع گجرات کی پست قوموں سے بہت سوں کو مسلمان بنایا۔ ۴۸۷ھ میں اس نے وفات پائی۔ اس کے بعد ہندوستان میں خوجوں کا صدر پیر صدرالدین (متوفی ۸۱۹ھ) ہوا جس نے ہندوؤں کے اصول کے موافق اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کو یہ سمجھایا کہ حضرت رسول خدا صلعم برہما ہیں۔ اور حضرت علی اپنے دسویں اوتار میں کرشنا ہیں۔ صدر مذکور نے ایک کتاب بنام "دس اوتار" تصنیف کی ہے۔ جس میں تفصیل کے ساتھ

---

[1] عطاملک جوینی (متوفی ۶۸۱ھ) نے تاریخ جہاں کشائی کی تیسری جلد میں حسن بن صباح سے لے کر رکن الدین تک کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ جوینی ۶۵۴ھ میں ہلاکو کے ساتھ تھا جب وہ نزاریوں کے قلعے فتح کرنے میں مصروف تھا۔ جامع التواریخ (مصنفۂ رشید الدین فضل اللہ) میں بھی نزاریوں کی کچھ اور تفصیلات ملیں گی (مقدمہ جہاں کشائی)

ہندؤوں کے عقیدوں کے موافق تمام اوتار بیان کیے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقدس سمجھی جاتی ہے۔ اور اس کے چند حصے ہر خوجے کے انتقال کے وقت اس کے بستر مرگ پر تبرک کے طور پر پڑھے جاتے ہیں۔

اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ۔

حال ہی میں ایک نزاری فاضل علی محمد جان محمد چنارا نے ایک کتاب بنام "نور مبین حبل اللہ المتین" شایع کی ہے جس میں نزاری اماموں کی تاریخ نہایت تفصیل سے لکھی ہے اور اماموں کے سلسلے کی بلاد مغرب، مصر۔ الموت اور ایران سے ہندوستان میں منتقلی کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس کتاب سے ہم یہاں چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جن سے نزاری عقیدوں پر روشنی پڑے گی:-

الموت میں اسمٰعیلیوں کی عید قیام اور حضرت امام (علیہ السلام) کا معنوی خطبہ

"حضرت امام حسن علی ذکرہ السلام متوفی ۵۶۱ھ نے اپنی سلطنت کے تمام ملکوں کے اسماعیلیوں کو جمع کیا۔ اور امامت و سلطنت کے تخت پر جلوہ افروز ہو کر عام مجمع کے سامنے فرمایا کہ قائم القیامۃ میرے ذریعے ہے۔ میں امام زماں ہوں اور امر و نہی صرف شریعت کے رسم و رواج ہیں۔ اور ان کی تکلیف کو میں اہل دنیا سے بالکل اٹھا لیتا ہوں۔ چونکہ یہ زمانہ قیامت کا ہے اس دن الموت کے تمام اسمٰعیلیوں نے بڑا جشن منایا اور یہ دن تاریخ میں "عید القیام" کے طور پر مشہور رہا ہے .... پھر حضرت امامؑ نے قیامت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ آج میں تم کو تمام شریعت کی تکلیفوں سے

نجات دیتا ہوں۔ آج تمھارے لیے رحمت کے دروازے کھلے ہوئے
ہیں۔ میں نے تم سب کو اس دنیا میں شریعت اور قیامت کے اسرار
سے مطلع کیا۔[1] ہم زمانے کے امام ہیں۔ یہ لڑائی کا موقع ہے۔ ایسے وقت
میں تمھیں خیال کرنے کی کوئی جگہ نہیں۔ اگر اختلاف ہی میں مشغول
رہو گے تو قتل ہو جاؤ گے۔ شریعت وہ قواعد ہے اور لڑائی وہ اعمال
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قربت اعمال ہی سے ہو گی۔ اس تقریر کے بعد حضرت
امام تخت سے نیچے آئے اور تمام حاضرین کو مبارک باد دیتے ہوئے فرمایا
کہ آج یوم العید ہے اس لیے افطار کرو اور خوشی مناؤ۔ چنانچہ وہ مبارک
دن اسماعیلیوں نے نہایت دھوم دھام اور خوشی اور مسرت سے
گزارا۔ اس روز کو عیدالقیام کے نام سے نامزد کر کے ہر سال اسی دن
خوشیاں مناتے رہے۔ عیدالقیام کے دن حضرت علیؑ عبدالرحمن بن ملجم
کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دنیا سے نجات پا کر عقبیٰ سے واصل ہوئے
تھے۔ جو روح کامیابی کے ساتھ فائز المرام ہوتی ہے اس کے لیے
یہ لذت الوصال ہے۔ اور اسی وجہ سے اس دن کو عیدالقیام کے
نام سے موسوم کر کے اپنے جد امجد کی شان کو حضرت امام نے روشن کیا
"روضۃ الصفا میں لکھا ہے کہ ایک مشہور شاعر نے مولانا
یوسف شاہ کاتب سے سنا تھا کہ میں جب الموت گیا اس وقت
وہاں یہ شعر لکھا ہوا میں نے دیکھا۔

برداشت غلِ شرع بہ تائیدِ ایزدی[2] ؎ مخدوم روزگار علی ذکرہ السلام"

---

[1] "حضرت امام حسن علی ذکرہ السلام نے ان لوگوں کو تاویلی علم سکھایا اور بتایا کہ دنیا قدیم ہے۔ زمانہ جاودانی ہے۔ قیامت صرف روحانی ہے۔ بہشت و دوزخ معنوی (باطنی) ہیں۔ ہر ایک شخص کی قیامت اس کی موت ہے۔ باطن میں خلقت کو خدا تعالیٰ کی خدمت میں رہنا چاہیئے۔ اور ظاہر میں صوابی طور پر زندگی بسر کرنی چاہیئے جس کے لیے شریعت کے اعمال کی ساری پابندی اور بندشیں مخلوق سے اٹھائی جاتی ہیں۔" (نور مبین صفحہ ۳۹۹)۔

[2] اصل کتاب میں "کل شرع" ہے۔ لیکن ترجمہ اس کا "بارِ شرع" کیا گیا ہے۔ ممکن ہے اصل شعر میں "غلِ شرع" ہو۔ عربی میں غل کے معنی طوق ہیں۔

(حضرت امام حسنؑ مذکور کے پوتے) حضرت امام جلال الدین حسن متوفی ۶۱۸ھ کی حکمت عملی اور جدید دستور الحکومت

حضرت امام حسنؑ نے طوق شریعت کو نکال کر اللہ کی قربت کے واسطے بہت بڑی تقریر کی تھی جس کا مطلب اکثر جاہل رعایا کے سمجھ میں نہ آیا اور انھوں نے شورش برپا کر دی۔ اس کے علاوہ کئی اہل ایمان اپنے روحانی تزکیہ کے بدلے خود مختاری ظاہر کر کے دین کے سارے اعمال چھوڑ بیٹھے تھے۔ ان تمام الجھنوں میں معاملے کو سنبھال لینے کے لیے حضرت امام (جلال الدین حسن) کو حکمت عملی سے کام لینے کی ضرورت پڑی۔ اس لیے آپ نے ظاہر شریعت کے طریقے جاری کیے اور تمام اسمٰعیلی مقامات پر اپنے فرامین روانہ کیے۔ حضرت امام چونکہ اہل دنیا کے مالک ہیں۔ اس لیے زمانے کی موافقت کے لحاظ سے بندوبست ان کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر اماموں کے عہد میں ایسی حرکتیں ظہور میں آئی ہیں اور پھر قرار پا گئی ہیں۔ مگر بیرونی اسباب کو دیکھ کر اکثر لوگ حضرت امام کے مخصوص مطلب کو نہ سمجھ کر من مانی باتیں کرتے رہتے ہیں۔[1]

الموت سے نزاری اماموں کی منتقلی ایران اور ہندوستان میں

ہم بیان کر چکے ہیں کہ آٹھویں امام رکن الدین خورشاہ متوفی ۶۵۵ھ کے عہد میں تاتاری سپہ سالار ہلاکو خاں نے الموت پر چڑھائی کر کے نزاریوں کی سیاسی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد امام مذکور کے بیٹے

---

[1] علی محمد چھارا۔ صفحہ ۳۹۸ - ۴۰۲ - ۴۲۰ -

شمس الدین محمد نے اپنے چچا کے ساتھ آذر بائجان کا قصد کیا۔ یہاں یہ پوشیدہ طور پر رہنے لگے۔ اور زر دوزی کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کے مریدوں نے ایران کے علاقوں میں اسماعیلیت پھیلائی۔ اس کے علاوہ شمالی ہندوستان کے صوبوں مثلاً کشمیر پنجاب وغیرہ میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ علی محمد جان محمد صاحب چنارا نے جو کچھ اسمٰعیلیوں کے متعلق لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایران کے حکمرانوں سے اکثر خوف زدہ رہتے تھے۔ ان کے ائمہ درویشوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک وقت تو شاہ اسمٰعیل صفوی نے اپنے عہد میں اسماعیلیوں کے قتل عام کا حکم دیدیا تھا[1] یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایران کے بعض شاہوں نے ان سے سلسلۂ قرابت قایم کیا تھا[2] تقریباً پونے چھ سو سال ایران نزاریوں کی امامت کا مرکز رہا۔ اس زمانے میں متعدد علما اور شعرا گزرے جن کی تصنیفوں کی فہرست مستشرق ایوانو نے لکھی ہے۔[3]

ایران کے آخری امام خلیل اللہ علی (دوم) یزد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے عہد میں تعصب کا بازار گرم تھا۔ "ملا مولویوں" کا دور دورہ تھا۔ انھوں نے اس خوف سے کہ کہیں اپنا اقتدار کم نہ ہو جائے ۱۲۳۳ھ میں خلیل اللہ علی کو قتل کر دیا۔ جب اسماعیلی ان کا انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے تو ایران کے حکمران فتح علی شاہ قاچار نے ان کے قاتلوں کو پھانسی کی سزا دی اور ان کے بیٹے حسن علی کو آغا خاں کا خطاب دیا۔[4] یہ امام ایران کو چھوڑ کر ہندوستان آ گئے گویا ۱۲۳۳ھ میں نزاری امامت ہندوستان

۱۔ نور مبین حبل اللہ المتین۔ صفحہ ۴۷۲۔

۲۔ " " " " ۵۳۲۔

۳۔ A guide to Ismaili literature.

۴۔ نور مبین حبل اللہ المتین صفحہ ۵۸۰۔

میں منتقل ہوئی۔ یہاں تقریباً چوتھی صدی ہجری سے اسماعیلی آباد تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ امام مذکور کے بعد ان کے بیٹے شاہ علی قایم ہوئے جو آغاخاں ثانی کہلاتے ہیں۔ ان کی وفات کے بعد ۱۸۸۵ء میں ان کے بیٹے ہز ہائینس سلطان محمد شاہ آغاخاں ثالث نے ان کی جگہ لی۔ ہمارے زمانے میں یہ حاضر امام صاحب الزماں کہلاتے ہیں [۱]

نزاریوں کی مختلف جماعتیں

نزاری عام طور پر خوجے کہلاتے ہیں۔ اس فرقے میں عقیدوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف جماعتیں نظر آتی ہیں۔ پنجابی خوجے آغاخاں کے ماتحت نہیں ہیں لیکن ان کے عقیدے بمبئی کے خوجوں کے عقیدوں سے ملتے جلتے ہیں۔ پنجابی خوجوں کی ابتدا صدرالدین کے زمانے سے ہے جو نویں صدی ہجری میں خراسان سے ہندوستان آئے تھے۔ ان کا ذکر گزر چکا ہے۔ بمبئی کے خوجوں کی جماعت جو آغاخاں کی پیرو ہے زیادہ منظم ہے۔ ان کا انتظام ایک انجمن کے ذریعے ہوتا ہے جس میں تین عہدہ دار ہوتے ہیں۔ ان کی نامزدگی بعض وقت آغاخاں کی طرف سے ہوتی ہے لیکن اکثر ان کا انتخاب خود جماعت کرتی ہے۔

اکثر خوجوں کے نکاح۔ طلاق اور وراثت کے احکام اسلامی فقہ سے مختلف ہیں۔ ان میں چند افراد اثنا عشری خوجے اور چند سنی خوجے کہلاتے ہیں۔ ہندوستان میں کل خوجوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ بتائی گئی ہے [۲]

---

[۱] ۔ نورمبین ۶۳۰ - ۷۶۰ -

[۲] ۔ (الف) The Encyclopaedia of Islam II, p. 960.

(ب) Sarjun Meer Ali's case; cf.. Sir Erskine Perry, cases illustrative of oriental life and the Application of English law to India, London -1853, p. 110.

(ج) Judgement by Sir Joseph Arnould in the Khoja case, delivered 12th Nov. 1866 (Bombay)

فصل (۳۲)

اسماعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم

اسماعیلیوں کے مخصوص مذہبی علوم تین بڑے حصوں پر منقسم ہیں۔
(۱) طالب علم کو پہلے فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس فن میں متعدد علما کی کتابیں رائج ہیں جن میں سب سے زیادہ مستند قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی تصنیفیں ہیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1] فقہ کی کتابوں میں شرعی احکام کے ساتھ ساتھ ان کی اسناد بھی قلم بند کر دی گئی ہیں۔ اسماعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو بالکل دخل نہیں۔ اجتہاد گمراہی کا راستہ ہے۔ ہر شرعی حکم نص قطعی کا محتاج ہے[2] (۲) فقہ کے بعد شرعی احکام کی تاویل سکھائی

[1] - فصل ۲۹ (دور فاطمی کے علماء)
[2] - وعن الامام الصادق علیہ السلام انہ قال لابی حنیفۃ ما الذی تعتمد علیہ فیما لا تجد فیہ نصاً من کتاب اللہ ولا خبراً عن رسول اللہ قال اقیسہ علی ما وجدت من ذالک ثم قال .... ایھما اعظم عند اللہ الصلوۃ ام الصوم قال الصلوۃ قال فقد امر اللہ رسول اللہ للحائض ان

جاتی ہے۔ اس فن میں بھی سب سے زیادہ معتبر تصنیفیں قاضی القضاۃ نعمان بن محمد ہی کی ہیں۔ انبیا کے قصوں کی تاویل اسی فن میں شامل ہے۔ علم تاویل کو علم باطن بھی کہتے ہیں۔ ان میں جو اسرار ہیں وہ عوام کو نہیں بتائے جاتے۔ اسماعیلیوں میں بھی جو ایک خاص درجے کو پہنچتا ہے وہی ان پر مطلع ہو سکتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے داعی ناصر خسرو کی کتاب "وجہ دین" جو تاویل میں لکھی گئی ہے چھپ چکی ہے[لہ] (۳) تاویل کے ختم ہونے کے بعد مذہبی فلسفے کی تعلیم شروع ہوتی ہے جسے اسماعیلی اپنی اصطلاح میں "حقیقت" کہتے ہیں۔ اس فن میں عالم کی ابتدا۔ انتہا۔ رسالت۔ وصایت۔ امامت۔ قیامت۔ بعث اور حشر وغیرہ کے مسایل بیان کیے گئے ہیں۔

تاویل اور حقیقت کے مسایل پر ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہاں ہم صرف ان کا کچھ اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے ان علوم کے اصول کا اندازہ ہو سکے گا۔

(ا) علم باطن یا تاویل اور اس کی مثالیں

شیعوں کے تمام فرقے تاویل کے قائل ہیں۔ ان کے ہاں آیۂ شریفہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: تقضی الصوم ولا تقضی الصلوۃ ولو کان علی القیاس لکان الواجب ان تقضی الصلوۃ ثم قال وایھما اعظم عند اللہ الزنا ام قتل النفس قال قتل النفس قال قد جعل فی قتل النفس شاہدین وفی الزنا اربعۃ فاتق اللہ یا نعمان ولا تقس (دعائم الاسلام۔ اختلاف اصول المذاہب)

لہ۔ Kaviani Press, Berlin. "وجہ دین" اور قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی تصنیف "تاویل دعائم الاسلام" میں بہت کم فرق ہے۔ بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وجہ دین تاویل دعائم الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے۔

"لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ" میں "الا اللہ" پر وقف کرنا درست نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ علما بھی جو علم میں راسخ ہیں یعنی انبیا۔ اوصیا اور ائمہ تاویل جانتے ہیں۔ لیکن جس فرقے نے اس فن کو ترقی دی اور خاص طور پر تمام احکام عبادات اور قصص انبیا کی تاویلوں کے متعلق مستقل کتابیں لکھیں وہ اسماعیلیہ ہے[۱] بعض اہل تصوف بھی تاویل کے قایل ہیں[۲]

تمام انبیا کی شریعتیں رموز و ممثولات پر مبنی ہیں جو تاویل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ یعنے جو شریعت کوئی نبی وضع کرتا ہے اس کے احکام میں ایسے امور کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو اس کا مقصود اصلی ہے۔ تاویل کے معنی عربی میں اول کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ تاویل کو شریعت کی حکمت۔ دین کا راز اور علم روحانی بھی کہتے ہیں جس کی تعلیم کے لیے ہر نبی اپنا ایک وصی مقرر کرتا ہے۔ نبی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو شریعت کے ظاہری احکام بتائے اور وصی کا کام یہ ہے کہ وہ ان کو ان کی تاویلوں سے آگاہ کرے۔

تاویل و حقایق کے علوم کا منظر عام پر آنا

اسماعیلیوں کی تاویل و حقایق کے علوم زیادہ مدت تک مخفی نہ رہ سکے۔ آہستہ آہستہ ظاہر ہو کر منظر عام پر آ گئے۔ چنانچہ بعض غیر اسماعیلی مورخوں مثلاً بغدادی۔ شہرستانی اور مقریزی وغیرہ نے اپنی اپنی تصنیفوں میں بعض

۱۔ اثنا عشریوں کی تاویل کے لیے تفسیر صافی اور بحار الانوار للمجلسی ملاحظہ کیجیے ان کی بعض تاویلیں اسماعیلیوں کی تاویل سے ملتی جلتی ہیں۔ چنانچہ سورۂ "والتین" کی تاویل جو "حیات القلوب للمجلسی" میں ہے وہ "کتاب الکشف" کی تاویل سے مشابہ ہے۔

۲۔ اہل تصوف کی تاویل "تفسیر محی الدین بن عربی" میں ملے گی۔

تاویلیں بھی ظاہر کر دی ہیں۔ اساس التاویل کا ایک مخطوط نسخہ لندن کے کتب خانے میں دستیاب ہو سکتا ہے۔ زمانۂ حال میں تاویل پر ایک مستقل کتاب بنام "وجہ دین" مصنفہ اسماعیلی داعی ناصر خسرو کادیانی برلین (برلن) میں چھپ گئی ہے۔ اس میں اور تاویل الدعائم مصنفہ قاضی نعمان بن محمد میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہ سکتے ہیں کہ وجہ دین تاویل الدعائم کا فارسی ترجمہ ہے۔ تاویل الزکوۃ مصنفہ داعی جعفر بن منصور الیمن کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ لائڈن میں[۲] اور "المجالس المستنصریۃ" کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد) میں محفوظ ہے۔

علم حقیقت (یا حقایق) کی کتابوں میں سب سے اہم اور مستند کتاب "اخوان الصفا" ہے جو دو دفعہ چھپ چکی ہے۔ اس کے آخری رسالے میں جو "جامعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ تاویل و حقایق کے بنیادی مسایل بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا ایک مخطوط نسخہ پیارس (فرانس) کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ جرمن مستشرق شترو طمان[۳] نے چار کتابوں کا ایک مجموعہ بنام "اربعۃ کتب اسماعیلیۃ" حال ہی میں شایع کیا ہے۔ یہ کتابیں منجملہ ان چار سو کتابوں کے ہیں جو یمن کے امام یحیی کو ملی ہیں اور اب امبروسیانہ کی لائبریری میں محفوظ ہیں[۴]

[۱] - مقریزی کہتا ہے کہ میں نے تاویل کی کتابیں پڑھی ہیں۔

[۲] - Leiden, cod. 1971 (Geoji)

[۳] - R. Strothmann.

[۴] - ھذا الکتاب من کتب الباطنیۃ مما اخذ علیھم من نھاب من جملۃ کتب تنیف علی اربع مائۃ مجلد وللہ الحمد فلقد اطلعتنا کتبھم علی کثیر من کفرھم شھر ربیع الاول سنۃ ۱۳۳۳ اکتتب امیر المومنین المتوکل علی اللہ یحیی (اربعۃ کتب اسماعیلیہ منقولۃ عن النسخۃ الخطیۃ ھ ۷۵ المحفوظۃ فی مکتبۃ امبروسیانہ میلانو) ان چار کتابوں کے نام :

اسی مستشرق نے "کتاب الکشف للداعی جعفر بن منصور الیمن" کا ایک صحیح نسخہ تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے۔ دیگر مستشرقین نے بھی علوم مذکورہ کے اہم مسایل پر کافی بحث کی ہے۔ خاص کر کاسانوا نے اسماعیلی عقائد تفصیل سے بیان کیے ہیں[1]

ذرائع مذکورۂ بالا سے اسماعیلی تاویل وحقایق کے مسائل معلوم ہو سکتے ہیں ہماری یہ تالیف چونکہ فاطمیین مصر کی ایک مستقل تاریخ ہے اس لیے ہم یہاں مختصر طور پر تاویل وحقایق کے چند مسائل درج کرتے ہیں تاکہ ناظرین ان سے فاطمیین کی سیاست کے اصول ومقاصد معلوم کر سکیں کیونکہ ان کی سیاست کی بنا مذہب پر تھی۔

داعی الدعاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) نے جتنے شرعی احکام اپنی کتاب "دعائم الاسلام" میں لکھے ہیں ان کی تاویل ایک علیحدہ کتاب میں بیان کی ہے جس کا نام "تاویل دعائم الاسلام" ہے۔ ہم یہاں اس کتاب سے اور چند تاویل کی مشہور کتابوں مثلاً تاویل الشریعۃ مصنفہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ہیں:- (۱) مسایل مجموعۃ من الحقایق العالیہ والدقایق والاسرار السامیہ لمولف مجہول (۲) رسالۃ الایضاح والتبیین فی کیفیۃ تسلسل ولادتی الجسم والدین لعلی بن محمد بن الولید۔ (۳) رسالۃ تحفۃ المرتاد وغصۃ الاضداد لعلی بن محمد بن الولید ایضاً (۴) رسالۃ الاسم الاعظم۔ ان رسالوں میں "کتابت سریہ" یعنی مخفی تحریر استعمال کی گئی ہے۔ حروف کی بجائے علامتیں لکھی گئی ہیں مثلاً "النطقاء" جو خاص اسماعیلی اصطلاح ہے اس کی جگہ "۲ لھ ع ۷ ھے ۲" لکھا گیا ہے۔ گویا ۲ علامت ہے الف کی اور لھ علامت ہے لام کی۔ اسی طرح ہر حرف کے لیے ایک علامت مقرر کی گئی ہے تاکہ غیر اسماعیلی اسرار دعوت پر مطلع نہ ہو سکیں۔ لیکن بعض اسماعیلی طلبہ نے ان علامتوں پر اصل عبارت لکھدی ہے جس کی مدد سے مستشرق مذکور نے تمام علامتوں کو واضح کر دیا ہے اور ان کی ایک فہرست بنائی ہے۔ اب آسانی سے عبارت کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اور اسرار خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں۔ [1] ان مستشرقین کی تصنیفوں کے نام "فہرست مآخذ" میں ملینگے جو اس تالیف کے آخر میں درج ہے۔

امام معز اور المجالس المویدیہ مصنفہ باب الابواب موید شیرازی (متوفی ۴۷۰ھ) اور کتاب الافتخار مصنفہ داعی ابو یعقوب سجستانی (متوفی ۳۳۱ھ) سے نمونے کے طور پر چند احکام عبادات کی تاویلیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اسی قسم کی تاویلیں "وجہ دین" مصنفہ ناصر خسرو (متوفی ۴۸۱ھ) میں بھی ملیں گی جو چھپ گئی ہے[1]

احکام عبادات کی تاویلیں

(۱) وضوء

ظاہر یا مثل	باطن یا ممثول
(۱) وضوء	گناہوں سے نفس کو پاک کرنا۔ یا دعوت کے اضداد سے برأت کرنا۔ یا حضرت علیؑ کا اقرار کرنا کیونکہ وضوء اور علی ہر ایک لفظ میں

[1] بہت قدیم اسماعیلی داعیوں کی کتابیں مفقود ہیں۔ لیکن ان میں سے بعض کا حوالہ موجودہ کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ داعی عبدان کی کتاب "خلاصۃ المولی لعبدہ" کا حوالہ "الانوار اللطیفہ" میں ملتا ہے۔ اس داعی کی متعدد کتابیں فن تاویل و حقیقت میں مثلاً کتاب الحدود والاسناد وکتاب اللامع وغیرہ ابن ندیم کے عہد میں موجود اور متداول تھیں (فہرست ابن الندیم) لیکن یہ کتابیں اسماعیلیوں کے ذاتی خزانوں میں آج کل نہیں پائی جاتیں۔ ہم نے جن کتابوں سے تاویل کے نمونے بتائے ہیں وہ بہت معتبر اور مستند ہیں۔ ان کے مصنف اماموں سے متصل تھے اور ان کی کتابیں اماموں کی نظر سے گزر چکی ہیں جیسا کہ شرح الاخبار اور اختلاف اصول المذاہب کے مقدموں سے واضح ہے۔ خصوصاً تاویل کی کتابیں بغیر امام کی اجازت کے نہیں پڑھی جاتیں (فصل ۳۲ دعوت کی مجلسیں اور اس کے طریقے)

	تین حرف ہیں۔
۲) وضو کے احداث (ریح۔ بول۔ براز)	نفس کی نجاستیں (نفاق۔ شرک۔ کفر)
(۳) کلی کرنا۔	امام کا اقرار اور اس کی طاعت کرنا۔
(۴) ناک صاف کرنا۔	حجت کا اقرار اور اس کی طاعت کرنا۔
۵) مسواک کرنا۔	دعوت کے حدود کا اعتقاد رکھنا اور ان پر کوئی الزام نہ آنے دینا (دانت کے مثل دعوت کے حدود ہیں)۔
۶) منہ دھونا۔	امام اور سات ناطقوں اور سات اماموں کا اقرار کرنا کیونکہ انسان کے چہرے میں سات سوراخ ہیں۔
۷) داڑھی کے بالوں کو اچھی طرح صاف کرنا	انبیا اور ائمہ کی تصدیق اس طرح کرنا کہ ان میں سے کوئی چھوٹ نہ جائے۔
۸) سیدھا ہاتھ دھونا	نبی یا امام کی طاعت کرنا یا وصی کی دعوت کا اقرار کرنا کیونکہ دونوں ہاتھ آستینوں میں پوشیدہ رہتے ہیں (یہ دونوں ہاتھ دھونے کی تاویل ہے)۔ از تاویل الشریعۃ للامام المعز۔
۹) بایاں ہاتھ دھونا	وصی یا حجت کی طاعت کرنا۔
۱۰) سر کا مسح کرنا۔	حضرت رسول خدا کا اقرار کرنا اور آپ کی شریعت پر چلنا۔ یا نفس شریفہ کا اقرار کرنا۔ سر کا مسح اس طرح کرنا کہ بال اٹھنے نہ پائیں یعنی امام کا اپنے کلام کو اشارے کے طور پر بیان کرنا جس میں شرح تصریح نہ ہو۔
۱۱) سیدھے پاؤں کا مسح کرنا۔	امام یا داعی کا اقرار کرنا۔ } یا عقل کا اقرار کرنا۔
۱۲) بائیں پاؤں کا مسح کرنا۔	حجت یا ماذون کا اقرار کرنا۔
۱۳) دھونا۔	طاعت کرنا۔

۱۴) مسح کرنا	اقرار کرنا۔
۱۵) پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کرنا۔	دعوت کے حدود نہ ہونے کی حالت میں کسی مومن (مستجیب) سے متعلق ہونا۔
۱۶) ناخن کترنا اور طہارۃ الفطرۃ کے دیگر احکام۔	مستحق کو ظاہر کشف کرکے باطن بتانا یا اہل ظاہر کے ظاہر کو نکال دینا۔

۲۔ نماز

۱) نماز پڑھنا۔	داعی کی دعوت میں داخل ہونا۔ یا حضرت رسول خدا کا اقرار کرنا کیونکہ صلوٰۃ اور محمد ہر ایک لفظ میں چار حرف ہیں۔
۲) قبلہ کی طرف متوجہ ہونا۔	امام کی طرف متوجہ ہونا۔
۳) ظہر کی نماز	رسول خدا صلعم کی دعوت میں داخل ہونا کیونکہ آپ کے نام محمد میں چار حرف ہیں اور ظہر کی بھی چار رکعتیں ہیں۔
۴) عصر کی نماز	حضرت علیؑ یا صاحب القیامہ کی دعوت میں داخل ہونا۔
۵) مغرب کی نماز	آدم کی دعوت میں داخل ہونا۔ کیونکہ لفظ آدم میں تین حرف ہیں اور مغرب کی بھی تین رکعتیں ہیں۔
۶) عشا کی نماز	چار نقیبوں کی دعوت میں داخل ہونا جو بارہ نقیبوں میں بڑی فضیلت والے ہیں۔
۷) فجر کی نماز	مہدی اور ان کی حجت کی دعوت میں داخل ہونا۔
۸) تکبیرۃ الاحرام۔ یعنی دونوں ہاتھوں	امام۔ حجت اور سات ناطقوں کا اقرار کرنا اور ان کے درمیان فرق نہ کرنا۔

کو چہرے کے مقابلے میں لانا جس میں سات منافذ ہیں۔	
۹) قیام کی حالت میں ارسال الیدین کرنا یعنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر ضم نہ کرنا۔	حجت کو امام سے نہ امام کو حجت سے چھپانا۔ یا وصی کا حجتوں کو بارہ جزائر کی طرف ارسال کرنا یعنی بھیجنا یا حضرت رسول خدا صلعم جن کی طرف رتبۂ وصایت اور رتبۂ امامت ضم تھے وصی اور امام کو قایم کرنا۔
۱۰) رکوع و سجود۔	حجت اور امام کی معرفت اور طاعت۔

(۳) روزہ

۱) ماہ رمضان	حضرت علیؓ کیونکہ ہر نبی کے بارہ حجت ہوتے ہیں جس طرح ہر سال کے بارہ مہینے ہوتے ہیں اور ماہ رمضان نواں مہینہ ہے جس میں مولود پیدا ہوتا ہے۔ یا امام معز کیونکہ کبھی ساتویں مہینے میں بھی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ امام معز امام عبداللہ المستور سے ساتویں امام ہیں۔ یا امام محمد بن اسماعیل کیونکہ یہ امام حضرت رسول صلعم سے نویں ہیں (الانوار اللطیفہ)۔
۲) ماہ رمضان کے روزے رکھنا	شریعت کا باطنی علم اہل ظاہر سے چھپانا۔
۳) ماہ رمضان کے تیس دن۔	حضرت علیؓ اور امام مہدی کے درمیان دس امام۔ دس حجتیں اور دس الابواب ہیں۔
۴) لیلۃ القدر	خاتم الائمہ کی حجت۔ یا حضرت فاطمہؓ جن کی طرف یہ رات منسوب ہے۔

۵) "سورۃ القدر" میں تیس کلمات ہیں جس طرح ماہ رمضان کے تیس دن ہیں۔	حضرت علیؓ اور خاتم الائمہ کے درمیان پندرہ امام ہونگے جو پندرہ حجتیں بھی ہوں گے ہر امام قبل اس کے کہ وہ امام ہو حجت ہوتا ہے۔
۶) عید الفطر	امام مہدی کا ظہور جو ۲۹۷ھ میں ہوا۔
۷) عید الاضحیٰ	صاحب القیامہ کا ظہور۔

(۴) زکوٰۃ

۱) زکوٰۃ ادا کرنا۔	مفید (استاد) کا مستفید (شاگرد) کو پڑھانا۔
۲) سونا، چاندی، پیتل وغیرہ اور ان کی زکوٰۃ۔	علم ناطق۔ علم اساس۔ علم داعی بحسب مراتب۔ ناطق کا اساس کو اپنے علم کا چالیسواں حصہ سکھانا۔
۳) اونٹ، گائے اور بکرے اور ان کی زکوٰۃ۔	ناطق۔ اساس اور داعیوں کا اپنے اپنے زمانے میں دعوت کے حدود قایم کرنا۔

(۵) حج

۱) بیت اللہ کا قصد۔	امام کی طرف متوجہ ہونا۔
۲) کعبہ۔	حضرت رسول خدا صلعم۔
۳) باب کعبہ۔	حضرت علیؓ۔
۴) حجر اسود۔	امام الزماں کی وہ حجت جو ان کے بعد امام ہو۔
۵) لبیک کہنا۔	امام کی دعوت کا جواب دینا۔
۶) خانۂ کعبہ کا سات بار طواف دینا۔	سات اماموں کے احکام کی پیروی کرنا جن میں ساتواں قائم ہوتا ہے۔

۷) صفا و مروہ۔	حضرت رسول خدا صلعم و حضرت علیؓ۔
۸) بیت اللہ کو پردوں سے ڈھانکنا۔	باطنی شریعت کو ظاہر سے ڈھانکنا۔

(۶) "لا الٰہ الا اللہ" کی تاویل

۱) لا الٰہ (فصل اول)	حدود سفلیہ (اس لیے کہ اس میں نفی ہے)۔
۲) الا اللہ (فصل دوم)	حدود علویہ (اس لیے کہ اس میں اثبات ہے)۔
۳) لا (کلمہ اول)	اساس۔
۴) الٰہ (کلمہ دوم)	ناطق۔
۵) الا (کلمہ سوم)	لوح۔
۶) اللہ (کلمہ چہارم)	قلم۔
۷) سات فصلیں = لا۔ا۔لہ۔ا۔لا۔ا۔للہ۔	سات ناطق یا سات امام۔

(۷) "محمد رسول اللہ" کی تاویل

۱) تین کلمے = محمد رسول اللہ	اسرافیل۔میکائیل۔جبرئیل یا امام۔حجت۔لاحق۔
۲) چھ فصلیں = محمد۔ر۔سو۔ل۔ا۔للہ۔	چھ ناطق جو "اولو العزم" ہیں (نوح۔ابراہیم۔موسیٰ۔عیسیٰ اور آنحضرت صلعم)۔
۳) بارہ حروف =	بارہ لواحق یعنے حجتیں جو زمین کے بارہ جزایر ہیں

م - ح - م - د - ۱۸ - س - و - ل - ا - ل - ل - ہ	بھیجے جاتے ہیں۔[1]

احکام عبادات کے علاوہ قصص انبیا کی بھی تاویلیں کی گئی ہیں۔ اس موضوع پر اساس التاویل مصنفہ قاضی نعمان بن محمد اور سرائر النطقا اور اسرار النطقا مصنفہ داعی جعفر بن منصور الیمن مشہور کتابیں ہیں۔ ان میں بار بار دعوت اور اس کے حدود کی طرف اشارہ ہے۔[2]

---

[1] جس نے "لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ" کہا اس نے گویا تمام دعوت کے حدود کا اقرار کر لیا (اساس التاویل) اس تاویل کا ذکر شہرستانی نے بھی کیا ہے۔ اس کے ساتھ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی تاویل بھی بیان کی ہے جو اسماعیلی کتابوں میں پائی جاتی ہے (شہرستانی صفحہ ۹۲) [2]۔ شاید اسی وجہ سے مستشرق "ایوانو" نے اساس التاویل کے متعلق اس طرح کہا ہے:۔

It is remarkable for its monotony and lack of originality (A guide to Ismaili literature. p. 38).

- تاویل و حقیقت کے متعلق ایک اسماعیلی فاضل کہتا ہے:۔

This sort of hair splitting which they call Tawil and Haqiqat is un attractive and incomprehensible for a European reader, but the Ismailis Shia realizes their qualities with astonishing tact and incomparable skill and with a profound knowledge of human heart (Gulzare Dawoodi, p. 64).

تاویلوں میں اختلاف اور اس کے اسباب

تاویل میں یکسانی ضروری نہیں۔ اسیوجہ سے اسمیں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ مختلف داعی مختلف تاویلیں کرتے ہیں۔ بلکہ ایک ہی داعی شریعت کے ایک ہی حکم کی مختلف وجہوں سے مختلف تاویلیں کر سکتا ہے جیساکہ اوپر کے نقشوں سے واضح ہے۔ اس کی تائید میں ایک روایت حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی جاتی ہے۔ آپ نے ایک دفعہ ایک مسئلے کی تاویل بیان فرمائی۔ دوسرے موقعے پر اسی مسئلے کی کچھ اور تاویل کی جو پہلی تاویل سے مختلف تھی۔ سائل نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ تاویل کی وجوہ سات بلکہ ستر ہو سکتی ہیں۔ یعنے بہت سی ہو سکتی ہیں[۱] دعوت کے اصول اور اس کے حدود (ارکان) کے مراتب و مدارج کو قایم رکھ کر اگر مختلف تاویلیں کی جائیں تو کوئی حرج نہیں[۲] سامع کی لیاقت، تقاضائے وقت اور حد امکان کے لحاظ سے تاویلیں کی جاتی ہیں۔ اور ایک تاویل دوسری تاویل سے اعلیٰ یا ادنیٰ ہو سکتی ہے[۳]

تاویل کرنے والوں کو ہدایتیں

تاویل کرنے والے داعیوں کو سخت ہدایتیں کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ان کو چاہیے کہ تاویل کی حدود سے متجاوز نہ ہوں۔ یعنی جس طرح انھوں نے سنا ہے اسی طرح وہ دوسروں کو سنائیں اور اس میں کوئی ردوبدل نہ کریں۔ ورنہ دین میں خلل پڑ جائے گا۔ دوسری یہ کہ تاویل کرنے میں پہلے تو رمز و اشارہ" سے کام لیں جس کا نام "حد الرضاع" رکھا گیا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے مقاصد کی تصریح کریں۔[۴]

---

[۱] ۔ عربی میں سات یا ستر کا اطلاق کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ [۲] ۔ الرسالۃ الحادیہ (تیرہ رسایل)۔ کتاب الریاض ۲۰۸۔ [۳] ۔ اساس التاویل صفحہ ۵ تا ۱۰ ۔ قصہ حضرت ابراہیمؑ ۔ تاویل الدعایم اکثر مقامات پر۔

[۴] ۔ وقد بسط لکم ولی اللہ فی کتاب دعائم الاسلام فلم یرو لی اللہ حبس السابقین

تیسری یہ ہے کہ اس بات کا احتیاط کریں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سننے والا معرفت باطن کو کافی سمجھ کر ظاہری شریعت کے احکام کو معطل کر دے اور حرام کو حلال سمجھ لے اور ظاہر کو اپنے اصل ہی سے ساقط کر دے۔ چنانچہ جب بعض لوگوں نے یہ سنا کہ جنت سے دعوت اور دوزخ سے "ظاہر و تقلید" سے جہنم مراد ہے تو انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ جنت و جہنم یہی ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور جنت و جہنم نہیں ہے۔ اور بعض مبتدی نبیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اعمال شریعت کے ممثولات دعوت کے "حدود" ہیں (جیسا کہ ہم تاویل کے تحفے میں بتا چکے ہیں) تو انھوں نے حدود کو مان کر ظاہری اعمال ترک کر دیے دوسری صدی کے نصف اول کے دو بڑے داعی مغیرہ اور ابو خطاب جب اس راز پر واقف ہوئے کہ شراب کا باطن "فلاں حد" ہے تو انھوں نے اس حد سے پرہیز کر کے شراب کو حلال سمجھ لیا۔ قاضی نعمان بن محمد نے اس خطرے سے بہت ڈرایا ہے اور ہر مجلس کے آخر میں بار بار ہدایت کی ہے کہ باطن کی معرفت کے ساتھ ظاہری عمل بھی ضروری ہے۔ یہی اسباب تھے جن سے فاطمیین کے عہد میں مختلف فرقے پیدا ہوئے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں[1]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ منکم علی المتخلفین فبسط لکم بعد ذلک حدا آمن حدود الدین وھو حد الرضاع الباطن اثبت لکم فیہ اصول التاویل فکنتم ایضا فیہ علی سبیل ما کنتم فی الحد الذی قبلہ من السبق والتخلف فلم یر ایضا ولی اللہ حبس السابقین علی المتخلفین وبسط لکم ھذا الحد وھو حد التربیۃ وھذا المجلس ابتداؤہ (تاویل دعائم الاسلام صفحہ ۵ تا ۷)۔

[1] فصل ۳۱۔ ورأینا وشاھدنا ممن شملتہ الدعوۃ من ارتکب لعظایم واستحل واباح المحارم وعطل الفرایض واستخف بالدین فعاقبھم المھدی اشد العقوبۃ فقتل قوما صبراً وصلب آخرین وخلد قوما فی السجون نکل بقدر انتحالہ وکفرہ واغلق باب دعوتہ واستحل المغیرۃ واصحابہ المحارم

(ب) علم حقیقت یا حقائق

عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا

جس فن میں عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا بیان کی جاتی ہے اسے حقیقت یا حقایق کہتے ہیں [1]۔ اسماعیلی علما نے اس فن میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ ان سب کا ماخذ "رسائل اخوان الصفا" ہے جو متعدد دفعہ چھپ چکے ہیں۔ اگرچہ ان کے زمانۂ تصنیف میں اختلاف ہے لیکن بلا شبہہ یہ اسماعیلی ہیں جیسا کہ ہم فصل (۴۴) میں بتائیں گے۔ ان کے مصنف کو اسماعیلی "الشخص الفاضل صاحب الرسائل" کہتے ہیں۔

اس تاریخ کے پڑھنے والوں کو دعوت، داعی، امام، حجت، دور کشف، اور دور ستر وغیرہ کے سمجھنے میں جو خاص اسماعیلی اصطلاحیں ہیں دشواریاں پیش آئیں گی اس لیے ان کی شرح نہایت ضروری ہے۔ ہم یہاں مختصر طور پر روحانی عالم اور جسمانی عالم کی ابتدا اور انتہا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ کلها واباحوها وعطلوا الشرائع وترکوها وانسلخوا من الاسلام جملة ومنهم من سهل علیهم العظائم فی فرائض الدین بفاسد ما اقام لهم من التاویل ان الصلوة والزکوة .... والحج انما هو رجل ومن عرف ذلک جاز ان یتهاون بالظاهر فقد اکتفی بعلمه من التاویل من غیر عمل (منازل الائمة۔ دعائم الاسلام افتتاح الدعوة صفحه ۳۶) خمر میسر وغیرہ کی تاویل کے لیے داعی جعفر بن منصور الیمن کی کتابیں دیکھیے۔

[1] المقصود هو الکلام علی کافة الموجودات حقیقة محضة لا تاویل فیها ولا رمز ولا اشارة (الانوار اللطیفة)۔

کی کیفیت بیان کرتے ہیں جس سے ان اصطلاحوں پر کافی روشنی پڑیگی۔ اسماعیلی دعوت کی تنظیم و تشکیل کا سمجھنا بھی جو (فصل ۳۳) میں بتائی جائیگی روحانی اور جسمانی عالم کی کیفیت کے جاننے پر منحصر ہے[1]

عالم ابداع
مُبدع تعالےٰ نے ابتدا میں اپنی قدرت سے بے انتہا صورتیں ایک ہی آن میں پیدا کیں جو وجود اول یا کمال اول میں یکساں تھیں۔ یعنی حیات۔ علم اور قدرت میں ان کے درمیان کوئی فرق نہ تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل حقیقی ہے۔ ان صوروں کا نام عالم ابداع ہے۔ انھیں عالم روحانی بھی کہتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں نورانی تھیں جن میں کسی طرح کی کثافت نہ تھی۔ ان کا جلال۔ شرف۔ فضل اور کمال انتہائی تھا۔

عقل اول
ان میں سے ایک صورت نے بغیر کسی تعلیم اور الہام کے اپنے ساتھیوں کی ذات کی طرف غور سے دیکھا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میں اور میرے ساتھی از خود پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کے پیدا کرنے والے کی ایک علحدہ ہستی ہے جس کا ادراک اور احاطہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔ پس اس صورت نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی ذات سے الاہیت کی نفی کی اور اپنے مبدع کی وحدانیت کی گواہی دی۔ اس توحید کے عمل کی جزا میں مبدع نے اسے مقرب کرکے اپنی تائید سے سرفراز کیا۔ اب اُسکی ذات میں وہ نور پیدا ہوگیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھیوں سے ممتاز ہوگئی۔ کمال اول تو اسے پہلے ہی سے حاصل تھا اب کمال ثانی

---

[1] اس ضمن میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے:۔ ان اللہ اسس دینہ علی مثال خلقہ لیستدل بخلقہ علی دینہ و بدینہ علی وحدانیتہ۔

[2] مشہور معتزلی ابراہیم بن سیار النظام (متوفی ۲۳۱ھ) بھی یہی کہتا ہے کہ باری تعالیٰ نے تمام چیزیں وقت واحد میں پیدا کیں جن کی صورتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ صورتیں آہستہ آہستہ یکے بعد دیگرے ظہور میں آئیں۔ اسی وجہ سے یہ کہا جاتا ہے کہ اسماعیلیوں کی "علم حقائق" کی اکثر معلومات معتزلیوں اور فلاسفہ سے ماخوذ ہیں۔

بھی حاصل ہو گیا۔ یعنی اسے علم "ماکان و ما سیکون" کی دولت ملی۔ اس صورت کا نام عقل اول ہے۔ اس کے دوسرے نام مبدع اول۔ سابق اور قلم ہیں۔

عقل ثانی

عقل اول کو دیکھ کر ان تمام صورتوں میں سے دو صورتیں منبعث ہوئیں۔ یعنی وہ یہ سوچنے لگیں کہ عقل اول کو جو امتیاز حاصل ہوا اس کی کیا وجہ ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد یہ دونوں صورتیں بھی اسی نتیجے پر پہنچیں کہ کوئی نہ کوئی ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ غرضکہ ان دونوں صورتوں نے بھی خدا کا اقرار کیا اور اس کی توحید کی اور عقل اول کی سبقت کا بھی اقرار کیا۔ مگر ان دونوں میں فرق اتنا ہی تھا کہ ایک صورت توحید اور عقل اول کی سبقت کے اقرار میں دوسری صورت سے کچھ پہلے تھی۔ اس پہلی صورت کو عقل اول نے اپنا حجاب یا باب (مددگار) بنایا۔ اور اسے اس تائید سے بہرہ ور کیا جو خود اسے مبدع سے متصل ہوئی تھی۔ اب اس صورت کو بھی کمال ثانی حاصل ہو گیا۔ یہ بھی "علم ماکان و ما سیکون" پر حاوی ہو گئی۔ اس صورت کا نام عقل ثانی ہے۔ اس کے دوسرے نام منبعث اول۔ نفس کلیہ اور لوح ہیں۔

عقل ثالث اور اس کا گناہ

دوسری صورت منبعثہ کو جو پہلی صورت منبعثہ سے توحید اور اقرار میں کچھ پیچھے تھی یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ میں پہلی صورت سے پیچھے ہوں اور اسے سبقت کا شرف حاصل ہے۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ یہ سمجھا کہ میں اور پہلی صورت دونوں برابر ہیں۔ اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اس کا گناہ ہوا جس کی وجہ سے وہ اپنے تیسرے درجے سے گر گئی اور اس میں ظلمت پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اگر اقرار کر لیتی تو وہ

لہ۔ آنحضرت کی طرف یہ حدیث منسوب کی جاتی ہے:۔ اول ما خلق اللہ العقل و قال لہ اقبل فاقبل ثم قال لہ ادبر فادبر فقال وعزتی وجلالی ما خلقت خلقاً هو اکرم علیّ منک، بک اثیب و بک اعاقب (المجالس والمسایرات ۱/۱۴۵ فی ذکر البرهان)۔

عقل ثالث کہلاتی۔

دوسری سات عقلیں

اب عقل اول نے عقل ثانی کو اپنا حجاب بنایا اور اس کے ذریعے سے دعوت کرنی شروع کی یعنی عالم ابداع کی دوسری صورتوں کو خدا کی توحید کی طرف بلایا۔ سات عقول نے یکے بعد دیگرے اس دعوت کا جواب دیا۔ ہر عقل کے ساتھ صورتوں کی ایک بڑی جماعت تھی جو اس کی پیروی کرتی تھی۔[1]

عقل عاشر

دوسری صورت منبعثہ نے جب یہ دیکھا کہ میں بہت پیچھے رہ گئی ہوں اور مجھ سے دوسری سات صورتیں جنہیں انبعاث بھی نہیں ہوا تھا آگے بڑھ گئی ہیں اور عقول بن گئی ہیں تو اسے بہت افسوس ہوا۔ اس لئے عقل تاسع کی جماعت کی آخری صورت سے اپنے پیچھے رہ جانے کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم عقل ثانی کی سبقت کا اقرار کر لیتے تو عقل ثالث بن جاتے۔ خیر اب بھی وقت ہے توبہ کر لو اور اپنے گناہ کی معافی چاہ لو۔ یہ سنکر اس نے یکے بعد دیگرے تمام عقول کو اپنا شفیع بنایا اور ان کی شفاعت سے اپنے گناہ کی معافی چاہی۔ عقل ثانی نے اس کا گناہ معاف کیا۔ اب یہ صورت عقل عاشر بن گئی۔

ہیولی اولی اور جسم کلی

گو عقل عاشر کا گناہ معاف کر دیا گیا۔ اور اسے عقل کا درجہ ملا لیکن اس سے یہ کہا گیا کہ جو صورتیں تمہاری پیروی کی وجہ سے گمراہ ہوئی ہیں ان کی ہدایت تم پر واجب ہے۔ جب تک وہ ہدایت نہ پائیں گی تمہاری ترقی ناممکن ہے۔ ان صورتوں کے مجموعے کا نام ہیولی اولی ہے۔ اب عقل عاشر نے ان گمراہ صورتوں کو دعوت دینی شروع کی۔ انھیں یہ سمجھایا کہ اگر تم میری دعوت کا جواب دیدو تو جس طرح میرا گناہ معاف کر دیا گیا اسی طرح تمہارا گناہ بھی معاف

---

[1] الموجود عن العقل الاول والمنبعث الاول عقول سبعة وجود كل منها عن الآخر (راحة العقل)

کر دیا جائے گا - مگر انھوں نے نہ مانا - انکار کرتی چلی گئیں - جس سے ان کی ذات میں دمبدم تاریکی بڑھنے لگی - پریشان ہو کر ان سب نے اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے ایک زبردست حرکت کی - اس حرکت سے ان کی ذات میں طول پیدا ہو گیا - پھر دوسری حرکت کی جس سے عرض نمودار ہوا - پھر تیسری حرکت کی جس سے عمق ظاہر ہوا - یہ تینوں حرکتیں عقل عاشر ہی کے ارادے سے ہوئیں - اسی وجہ سے اسے عالم طبیعت کا مدبر کہتے ہیں - اب یہ تمام صورتیں مجسم ہو کر جسم کلی کی صورت میں ظاہر ہوئیں جو کثافت کا اصل ہے -

زمین و آسمان کی خلقت

عقل عاشر کی دعوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان گنہگار صورتوں کی تین قسمیں ہو گئیں - پہلی نادم و مستغفر جس نے اپنے کیے پر ندامت کی اور معافی مانگی - ایسی صورتوں سے عقل عاشر نے دس افلاک اور کواکب بنائے - افلاک کی تعداد دس عقول کے موافق رکھی گئی - دوسری شاک و متحیر جو شک اور حیرت ہی میں رہی - اس سے عناصر یا امہات یعنی پانی - مٹی - ہوا اور آگ تیار کی - تیسری مصر و مستکبر جس نے اپنا اصرار و تکبر نہ چھوڑا - اس جماعت سے صخرہ بنایا - صخرہ سے مراد ایک بہت سخت پتھر کا بڑا گولہ ہے جو افلاک کا مرکز ہے - اور جس کے گرد وہ گھومتے ہیں - جسے ہم زمین کہتے ہیں وہ اصل میں ایسا مادہ ہے - جو عناصر کی تبدیلیوں سے تیار ہو کر صخرہ کے اوپر جم گیا ہے - اب افلاک و سیارے حرکت کرنے لگے - ان کی حرکت اور عناصر کی تبدیلیوں سے موالید ثلاثہ یعنی معدنیات - نباتات اور حیوانات ظہور میں آئے - سات سیاروں میں سے ہر سیارے کا دور اکاون ہزار اور چند سال رہا اس کے ساتھ دوسرے سیارے مدد دیتے رہے - ہر سیارے کے دور میں ایسے لوگوں کے خمائر[1] تیار ہوئے جو اس کی طبیعت کے موافق تھے - مثلاً زحل کے دور میں حبشیوں اور کم عقل لوگوں کے خمائر تیار ہوئے مشتری کے دور میں پرہیزگار اور نیک

[1] جمع خمیرہ - اردو میں خمیر کہتے ہیں -

لوگوں کے خمائر نکلے۔ اسی طرح اور دوسرے سیاروں کے ادوار میں مختلف خمائر بنے۔ ان مسائل کی تفصیلات جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ہم یہاں دھرانا نہیں چاہتے۔ قدیم یونانی فلسفے سے یہ معلوم کی جاسکتی ہیں۔

شخص بشری کا ظہور

تقریباً پچاس ہزار سال میں انسان وجود میں آیا۔ مختلف معادن۔ نباتات اور حیوانات سے بخارات اوپر چڑھ کر ابر بنے۔ پھر پانی بن کر زمین پر برسے۔ ان کے اس طرح برسنے سے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑے جن کی تشبیہ عورت کے رحم سے دی گئی ہے۔ بخارات سے جو پانی برسا وہ ان گڑھوں میں ٹھیرا۔ جس طرح رحم میں عورت کا مادہ ٹھیرتا ہے۔ اس کے بعد مختلف معادن۔ نباتات اور حیوانات سے پھر ایسے بخارات اوپر چڑھے جو پہلے بخارات سے زیادہ لطیف تھے۔ یہ بھی پانی بن کر ان گڑھوں میں گرے جن میں پہلے بخارات ٹھیر چکے تھے۔ ان کی تشبیہ مرد کے مادے سے دی گئی ہے۔ یہ دو قسم کے پانی آپس میں مل کر نو مہینے کے بعد ایک شے بن گئے جس پر انسان کے نام کا اطلاق کیا جاتا ہے[۱]۔ ہر گڑھے میں ایک نر بچہ تیار ہوا جو طاقت اور قوت میں معمولی بچے سے چارگنا زیادہ تھا۔ کیونکہ اس کے ماں باپ زمین اور فلک تھے بخلاف معمولی بچے کے جس کے ماں باپ انسان ہیں۔ نر بچوں کے پیدا ہونے کے بعد جو مادہ گڑھوں میں باقی رہ گیا تھا اس سے مادہ بچے پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی پرورش گڑھوں کے پانی سے ہوئی۔ جب یہ گڑھوں کے باہر نکلے تو ان پھلوں کو کھانے لگے جن کے درخت قدرت نے وہاں اگائے تھے۔ اسطرح بشر کے افراد دنیا کے تمام جزیروں میں پیدا ہوئے۔

۱۔ الحیوانات التامۃ الخلقۃ کونت فی بدء الخلق ذکراً وانثی من الطین ثم تناسلت وانتشرت فی الارض من تحت خط الاستواء وھناک کان آدم مرۃ وجنتہ (رسایل ۲/۱۵۵ والرسالۃ الجامعۃ)

دنیا میں اٹھائیس بہترین اشخاص اور صاحب جثۃ ابداعیہ

مگر بہترین انسان دنیا کے بہترین مقام سرندیب (لنکا) میں ظاہر ہوئے۔ ان لوگوں میں سب سے اچھے اٹھائیس اشخاص تھے جن میں سے صرف ایک شخص کو بغیر کسی تعلیم اور الہام کے اپنے خالق کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے اپنے معبود کی توحید کی۔ عقل عاشر نے اسے تائید بخشی اور اس کو ان تمام لوگوں کا سردار بنایا جو اس کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ اس شخص کا نام "صاحب جثۃ ابداعیہ" ہے۔ اور یہ تمام موجودات کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ اس کا درجہ جسمانی عالم میں وہی ہے جو عقل اول کا روحانی عالم میں ہے اسے آدم اول بھی کہتے ہیں۔ عقل عاشر کی تائید حاصل ہوتے ہی اسے "ما کان و ما یکون" کا علم حاصل ہو گیا۔ اب اس نے اپنے ساتھ کے ستائیس اشخاص کو دعوت دینی شروع کی۔ ان لوگوں نے اس کی دعوت کا جواب دیا اور اس کے مددگار بن گئے۔ ان مددگاروں کو اسماعیلی اپنی اصطلاح میں دعوت کے حدود کہتے ہیں۔ اس کا واحد "حد" ہے۔ گویا دعوت کے ہر رکن کے چند فرایض اور حقوق ہیں جن کے حدود سے وہ متجاوز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دعوت کا ہر رکن حد کہا جاتا ہے۔ صاحب جثۃ ابداعیہ اور اس کے ستائیس مددگار" اولوا العلم" کہلاتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہیں :۔ "شہد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ و اولوا العلم"۔ یہاں اللہ سے عقل اول۔ ملائکہ سے نو عقول مجردہ اور ہر ایک کے دائرہ میں جتنے عقول ہیں۔ اور اولوا العلم سے صاحب جثۃ ابداعیہ اور اس کے ساتھ کے ستائیس حدود مراد ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :۔ بارہ نہاری حجتیں۔ بارہ لیلی حجتیں۔ داعی۔ ماذون اور مکاسر۔ زمین بارہ حصوں میں تقسیم کی گئی جو جزیرے کہے جاتے ہیں۔ ہر جزیرے میں ایک نہاری حجت بھیجا گیا تاکہ وہ اس جزیرے کے لوگوں کو ہدایت دے۔ حجت کو حجت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ امام کی طرف سے لوگوں پر حجت قائم کرتا ہے۔ بارہ اشخاص لیلی حجتیں مقرر کیے گئے جنھیں صاحب جثۃ ابداعیہ نے اپنے جزیرے میں رکھا تاکہ وہ لوگوں کو علم باطن کی تعلیم دیں۔ ان بارہ حجتوں میں جو بہترین شخص تھا وہ باب مقرر

کیا گیا جسے باب الابواب بھی کہتے ہیں۔ اسی کے ذریعے امام کی حضرت میں باریابی حاصل ہو سکتی ہے۔ داعی لوگوں کو امام کی طرف بلاتا ہے۔ ماذون ان سے عہد و میثاق لیتا ہے اور مکاسر ان کے باطل مذہبوں کو رد کر کے اپنا مذہب بتاتا ہے۔ ہر حد ترقی کرتے کرتے اپنے اوپر کی حد تک پہنچ سکتا ہے۔ یہ ترقی کا سلسلہ منبعث اول یا عقل ثانی کے دائرے تک ہوتا ہے جو ترقی کی انتہا اور معراج ہے۔ عقل اول کا درجہ کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

ارتقاء نفوس مطیعہ جو شخص داعی کی دعوت کا جواب دیتا ہے اسے مستجیب کہتے ہیں۔ دعوت میں داخل ہوتے ہی اس کے نفس سے "نقطۂ نور" متصل ہوتا ہے۔ جس قدر وہ علم و عمل میں ترقی کرتا جاتا ہے اسی قدر یہ نقطہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ انتقال کے وقت اس کا نفس اس نقطے سے روشن ہو جاتا ہے۔ یہ روشن شدہ نفس دوسرے ایسے مستجیب کے نفس کے ضمن میں جا کر ٹھیرتا ہے جو علم و عمل میں اس سے بڑھ کر ہو۔ یہی اس کی جنت ہے۔ اس دوسرے نفس کے ذریعے پہلا روشن شدہ نفس ترقی کرتا جاتا ہے۔ جب اس دوسرے نفس کے انتقال کا وقت قریب آتا ہے تو یہ دونوں نفس ایک دوسرے سے مل کر تیسرے ایسے مستجیب کے ضمن میں جا کر ٹھہرتے ہیں جو ان دونوں سے علم و عمل میں بڑھ کر ہو۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے دعوت کے حدود کو طے کر کے تمام نفوس امام میں جمع ہوتے ہیں۔ ان کے مجموعے کا نام "لاہوت" ہے۔ امام کے انتقال کے وقت یہ نفوس اس کے نفس کے ساتھ عقل عاشر کے افق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اخوان الصفاء

لہ۔ المبدء والمعاد۔ الانوار اللطیفہ۔ "علم حقایق" کے اکثر مسائل "اربعۃ کتب اسماعیلیہ" سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ یہ رسالے چھپ گئے ہیں اور ان میں جو "کتابت سریۃ" ہے اسے شایع کرنے والے جرمن مستشرق نے واضح کر دیا ہے جیسا کہ ہم اسی فصل میں بتا چکے ہیں (تاویل و حقایق کے علوم کا منظر عام پر آنا)۔

کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین اور خدا کے اولیاء صالحین کے نفوس بھی ان کے اجسام کی طرف لوٹائے جائیں گے۔[1]

یہ تو مستجیبین کے نفوس کا معاد ہوا۔ ان کے اجسام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ہر مومن کے مدفون ہونے کے تین روز بعد اس کا جسم پھٹتا ہے اور اس سے ایک لطیف بخار نکلتا ہے جسے "نفس ریحیۃ" کہتے ہیں۔ سب مستجیبین کے ریحیے قبروں سے چڑھ کر کواکب کی شعاعوں کے ذریعے چاند میں جمع ہوتے ہیں۔ اُنھی کے نور سے چاند روشن نظر آتا ہے پھر چاند ان کو عطارد اور زہرہ کی وساطت سے سورج کے سپرد کرتا ہے۔ باب الابواب کے پاس مستجیبین کے نفوس جمع ہونے تک یہ سورج میں رہتے ہیں۔ پھر چاند کے ذریعے یہ کسی میوے یا پانی پر ہلکی بارش کی شکل میں اتر کر امام کی غذا بنتے ہیں جس سے امام کا جانشین پیدا ہوتا ہے۔ اس کی ولادت سے چوتھے سال میں باب الابواب وفات پاتے ہیں اور ان کے پاس جو نفوس کی ہیکل جمع رہتی ہے وہ اس نو مولود امام سے متصل ہوتی ہے۔ امام کے جسم کو ناسوت اور اس کے نفس سے جو ہیکل متصل ہوتی ہے

---

[1] النفس المومنین من اولیاء اللّٰہ وعبادہ الصالحین یعرج بھا بعد الموت الی ملکوت السموات وتحلی ھناک الی یوم القیامۃ الطامۃ الکبری فاذا انشرت اجسادھا عادت الی اجسادھا لتحاسب وتجازی واما انفس الکفار فتبقی فی عماھا الی یوم القیامۃ ثم تعود الی اجسادھا التی خرجت منھا لتحاسب وتجازی (الرسالۃ السابعۃ فی البعث والقیامۃ من الجزء الثالث)
لیکن اسی رسالے میں اخوان الصفا اس طرح بھی کہتے ہیں:۔ فلا تکن یا اخی ممن ینتظر بعث الاجساد فان ذلک ظلم عظیم فی حقک فکن من الذین ینتظرون بعث النفوس واعلم یا اخی ان راد النفوس الی الاجسام الفانیۃ فی التراب ربما یکون موتاً لھا فی الجھالۃ واستغراقاً فی ظلمات الاجسام۔ یہ ایک مثال ہے ان اختلافات کی جو علم حقیقت کے مسایل میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ "لب اللباب" مولفہ شیخ عبد علی عماد الدین کے مطالعے سے واضح ہے۔ مولف نے جگہ جگہ پر "قیل" کہ کر انکی طرف اشارہ کیا ہے۔

اسے لاہوت کہتے ہیں۔ یہ امام کی پیدائش کا خلاصہ ہے[1]

اب ہم صاحب جثۂ ابداعیہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اس شخص فاضل کا نفس اس کے انتقال کے بعد عقل عاشر (مدبر عالم جسمانی) کا خلیفہ بنتا ہے۔ عقل عاشر عقل تاسع کی جگہ لیتے ہیں۔ اسی طرح سات عقول ایک دوسرے کی جگہ پر ترقی پاکر منبعث اول کے دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں عقل اول کے رتبے کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ اسے سابق ہونے کی وجہ سے وحدانیت کا امتیاز حاصل ہے۔ صاحب جثۂ ابداعیہ کے ترقی پانے کے بعد دنیا میں اس کا بیٹا اس کا قایم مقام ہوتا ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ صاحب جثۂ ابداعیہ کے بیٹے کا نفس اور اس کی نسل سے جتنے امام ظاہر ہوتے ہیں ان سب کے نفوس ان کے انتقال کے بعد صاحب جثۂ ابداعیہ کے ضمن میں ٹھیرتے ہیں جب تک کہ قایم القیامہ کا ظہور نہ ہو۔ جب یہ امام ظاہر ہوتے ہیں تو ان کے ساتھ وہ تمام نفوس جو صاحب جثۂ ابداعیہ کے ضمن میں منتظر رہتے ہیں متصل ہو جاتے ہیں۔ ان کے انتقال کے وقت یہ ان تمام نفوس کو اپنے ساتھ لے کر صاحب جثۂ ابداعیہ کے خلیفہ بن جاتے ہیں یعنی عقل عاشر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہر دس ہزار برس میں ایک قائم القیامہ کا ظہور ہوتا ہے جو انتقال کرکے عقل عاشر کا خلیفہ بنتا ہے[2] اور عقل عاشر جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے ترقی پاتے ہیں[3]

دور کشف اور دور ستر صاحب جثۂ ابداعیہ کے زمانے سے جو دور

---

[1] کسی کتاب سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ہر امام کے زمانے میں باب الابواب کون تھے اور ان کی ہیکل کس امام سے متصل ہوئی۔ لاہوت و ناسوت سُریانی الفاظ ہیں جو عیسیٰ کے متعلق مستعمل ہیں۔

[2] افلاطون کہتا ہے کہ ایک نفس کو تمام ترقی کے مدارج طے کرنے کے لیے دس ہزار سال لگتے ہیں۔

Everybod's Book of facts by Dunbar, p. 354.

[3] ہندو فلسفے کے مطابق تمام روحیں ترقی کے مدارج طے کرکے بالآخر برہمہ میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں۔ (تاریخ ہندی فلسفہ صفحہ ۸۰ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

شروع ہوتا ہے وہ دور کشف کہلاتا ہے اس دور میں امام ظاہر ہوتا ہے۔ تمام زمین پر اس کی حکومت ہوتی ہے۔ علم باطن چھپایا نہیں جاتا بلکہ کھلم کھلا بیان کیا جاتا ہے۔ لوگ متقی اور پرہیزگار نکلتے ہیں۔ اس دور کی مدت پچاس ہزار برس ہوتی ہے۔ اس میں جو امام ظاہر ہوتے ہیں وہ مستقرین کہے جاتے ہیں۔ اس کے ختم پر دین میں آہستہ آہستہ کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ ائمہ کے اضداد کا غلبہ بڑھتا جاتا ہے۔ تقریباً تین ہزار برس تک یہی حالت رہتی ہے۔ اس دور کو "دور فترت" کہتے ہیں۔ اس کے بعد دور ستر شروع ہوتا ہے جو دور کشف کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ یعنی اس میں امام مخفی ہو جاتا ہے۔ اس کے دشمن اس کا حق چھین لیتے ہیں۔ دیندار لوگوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ فسق و فجور پھیل جاتا ہے۔ یہ دور سات ہزار برس تک جاری رہتا ہے۔ اس دور میں کبھی کبھی مستقر امام ظاہر ہوتے ہیں جس طرح فاطمیین مصر کا ظہور ہوا۔ اس کی ابتدا آدم سے ہوئی جو اس دور کے پہلے نبی ہیں۔[۱]

حضرت آدم اور ان کی حقیقت

آدم سے پہلے جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا دور فترت تھا۔ اس زمانے کے امام مستقر نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اس کی طاعت سے پھرتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ انھیں عام طور پر علم باطن کی تعلیم دی جائے تو اس نے دور ستر کی تمہید شروع کی۔ خود بھی چھپا اور علم باطن کو بھی عام لوگوں سے چھپا دیا اور اپنی دعوت کے حدود میں سے جن کی مثال مٹی سے دی گئی ہے ایک حد کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اور اسے یہ حکم دیا کہ وہ ظاہری شریعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے لیکن علم باطن سوائے مستحقوں کے

---

[۱] - ان ادوار ثلاثہ کا مقابلہ ہندی فلسفے کے چار یوگوں (۱) کریتا یوگا (۲) ترتیا یوگا (۳) دواپرا یوگا (۴) کالی یوگا سے کیا جا سکتا ہے۔ پہلے یوگا میں محض خیر ہی ہوتا ہے۔ گھٹتے گھٹتے کالی یوگا میں خیر کا صرف چوتھا حصہ رہ جاتا ہے۔ یعنی شر خیر پر غالب ہو جاتا ہے۔ پھر کریتا یوگا شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح عالم کا نظام جاری رہتا ہے۔

کسی کو نہ بتائے۔ یہی تفسیر حضرت آدم کی پیدائش کی ہے[1]۔ ان کے ایک دشمن نے جسے شیطان کہتے ہیں انھیں یہ ترغیب دلائی کہ وہ علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی کھلم کھلا لوگوں کو بتائیں اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کی دعوت میں لوگ کثرت سے داخل ہوں گے۔ آدم اس دھوکے میں آگئے اور علم باطن کے چند نکتے علانیہ طور پر عوام میں ظاہر کر دے۔ اس جرم کے سرزد ہوتے ہی وہ اپنی جنت، یعنی باطنی دعوت سے نکال دیے گئے۔ اور ظاہری دعوت کے صدر مقرر کیے گئے۔

دور ستر میں مستودعین یعنی انبیا کا قیام

بہر حال دور ستر میں مستقر امام خدا کے الہام سے حسب ضرورت اپنی جگہ پر اپنے نائبوں کو مقرر کرتا ہے جو مستودع یعنی انبیا کہے جاتے ہیں اور جن میں مشہور آدمؑ۔ نوحؑ۔ موسیٰ اور عیسیٰ ہیں اور خود عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ جب مناسب سمجھتا ہے تو خود بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر اس کا ظہور کلی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بعض بعض مقامات

---

[1] اسم اللہ واقع علی ناطق الدور و امام العصر کقولہ فی آدم فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی لان الامام ھو القائم مقام اللہ فسمی باللہ والملائکۃ ھم حجج امام الزمان و الارض ھی دعوۃ الامام والتراب ھو المومنون والطلع آدم ابلیس علی حد قائم القیامۃ واسم آدم یتخوم بن کلاح (سرائر النطقاء) عام طور سے ملائکہ کی تاویل دین کے حدود یعنی ائمہ اور ان کے مددگاروں سے کی جاتی ہے اور شیاطین سے مراد ان کے دشمن ہیں (البغدادی ۲۷۸) نصاری نے بھی حضرت ابراہیم کے قصے میں کوکب۔ قمر اور شمس کی تاویل ملائکہ سے کی ہے (ابن حزم ۱/) قالت الحیۃ للمرأۃ لن تموتا بل اللہ عالم انہ یوم تاکلان (آدم و حوا) منہ تنفتح اعینکما و تکونان کاللہ عارفین الخیر والشر (الکتاب المقدس) حصہ توراۃ قصہ آدم) اذ قال لہ ربہ اسلم یعنی من بیدہ بالحکمۃ قال (ابراہیم) اسلمت لرب العالمین (اساس التاویل صفحہ ۳۰)

پر ظاہر ہوتا ہے جسطرح حضرت ابراہیمؑ کا ظہور شام میں ہوا۔ آپ اپنے زمانے کے مستقر امام بھی تھے یعنی ظاہری شریعت کے علاوہ علم باطن کے بھی مالک تھے۔ آپ کی ذریت میں مستقر اماموں کا سلسلہ حضرت عبدالمطلب تک پہنچا۔ ان کے دو فرزند ہوئے۔ ایک حضرت عبداللہ جنھیں عبدالمطلب نے ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے حضرت ابوطالب جنھیں دعوت باطنی کا رئیس مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ کے قایم مقام حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابوطالب کے جانشین حضرت علیؑ ہوئے۔ یعنی ہر بیٹے کو اپنے باپ کی وراثت ملی۔ اسی وجہ سے حضرت رسول خدا شریعت ظاہری کے مالک اور حضرت علیؑ دعوت باطنی کے صدر قرار پائے۔ حضرت علیؑ کی نسل سے قیامت تک ائمہ قائم ہوں گے۔ آخری امام قائم القیامہ ہوگا جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا۔ اس کے بعد پھر دور فترت اور اس کے بعد دور ستر واقع ہوگا جب تک کہ جسمانی عالم کے تمام گنہگار نفوس نجات نہ پائیں۔ گویا دنیا کے ختم ہونے تک پہلا انسان یعنی صاحب جثہ ابداعیہ ہی کی نسل میں امامت کا سلسلہ باقی رہے گا۔[1]

بعض ائمہ خواہ وہ مستودع ہوں یا مستقر فاطمیین کی طرح مذہبی امور کی انجام دہی کے علاوہ دنیا کی ظاہری حکومت میں بھی حصہ لیتے اور ملک فتح کرتے ہیں۔ اور بعض ائمہ فاطمیین کے آباؤ اجداد کی طرح صرف مذہبی امور انجام دیتے ہیں۔ کیونکہ انھیں اضداد کے غلبے کی وجہ سے سیاست ملکی کا امکان حاصل نہیں ہوتا۔[2]

---

[1] عالم الکون والفساد کی مدت کو "کور اعظم" کہتے ہیں۔ یہ تین لاکھ ساٹھ ہزار سال کو تین لاکھ ساٹھ ہزار سال میں ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہے اس کے بعد رباطات، افلاک، ڈھیلے پڑ جائیں گے اور جسمانی عالم ہیولی بن جائے گا۔ پھر دوسرا عالم بنے گا۔ (الانوار اللطیفہ)۔

[2] اس موضوع پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ کیجیے رسائل اخوان الصفاء ج ۲۔

انحطاط نفوس عاصیہ جو شخص داعی کی دعوت قبول نہیں کرے گا۔ انتقال کے وقت اس کی مخالفانہ صورت (یعنی تصور) جسے نفس شیطانیہ بھی کہتے ہیں اس کے نفس سے علٰحدہ ہو کر بیابان جنگلوں اور گندے مقاموں میں بھٹکتی پھرے گی اور لوگوں کے خواب میں آکر انھیں برے افعال کے مرتکب ہونے پر آمادہ کرے گی۔ ایسی ہی صورتوں کا نام جِنِّ مذموم اور شیاطین ہے۔ یہ صورتیں چھوٹے بچوں اور کم سمجھ والوں کو زیادہ ستاتی ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت سے دور ہو جاتی ہیں۔ پھر یہ فلک کے "راس و ذنب" کی طرف چڑھتی ہیں جہاں ایک مدت تک قید میں رہتی ہیں۔ اس کے بعد یہ برے اور ضرر رساں معاون۔ نباتات، حیوانات کی شکلیں اختیار کرتی ہیں۔ جو عذاب جہنم کے برازخ مذمومہ[1] کہے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صورتیں جن کے گناہ کم ہوتے ہیں توبہ کرتی ہیں اور اپنے زمانے کے نبی کی دعوت کا جواب دیتی ہیں پھر سحیق بن کر یعنی مٹی میں مل کر اچھے اور فائدہ مند معاون، نباتات اور حیوانات کے برازخ محمودہ طے کرتی ہیں۔ آخر میں انسانی شکل اختیار کر کے ایمان لاتی ہیں اور نجات پاتی ہیں۔

یہ تو انجام مخالف کی صورت کا ہوا لیکن اس کا نفس انتقال کے وقت جسم سے علٰحدہ نہیں ہوتا بلکہ جسم میں شایع ہو جاتا ہے یعنی پھیل جاتا ہے۔ دفن کے بعد اس کے جسم کے اجزا عناصر اربعہ میں مل جاتے ہیں۔ مدبر عالم ان کی

---

[1] جمع برزخ یعنی آڑ (اعلم وتیقن ولا تشک فی ان جہنم ھی عالم الکون والفساد الذی ھو دون فلک القمر وان الجنۃ ھی عالم الارواح وسعۃ السموات وان اہل جہنم ھي النفوس المتعلقۃ باجساد الحیوانات التی تنالھا الآلام والاوجاع وان اھل الجنۃ ھی النفوس الملکیہ التی فی عالم الافلاک وسعۃ السموات فی روح وریحان البریئۃ من الاوجاع والآلام۔ الرسالۃ السادسۃ فی حکمۃ الحیوۃ والموت من الجزء الثانی من رسائل اخوان الصفاء)

حفاظت کرتا ہے پھر یہ بخار کی شکل میں اوپر چڑھتے ہیں اور پانی بنکر برستے ہیں۔ ان سے نباتات پیدا ہوتے ہیں۔ ان کو ایسے آدمی کھاتے ہیں جو وحشی ہوتے ہیں۔ اور جن میں تہذیب بہت کم ہوتی ہے۔ پھر یہ آدمی مرتے ہیں۔ ان کے اجسام مٹی میں تحلیل ہو کر برے حیوانات، نباتات اور معدنیات کے مختلف برازخ طے کرتے ہیں۔ پھر ترقی کرتے کرتے معدنیات سے نباتات، نباتات سے حیوانات اور حیوانات سے انسان بنتے ہیں۔ یہ سب عذاب کے قمص[1] کہے جاتے ہیں۔ انسان بننے کے بعد پھر یہ ایمان کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ اگر انھوں نے ایمان کی دعوت قبول کی تو خیر ورنہ پھر انھیں وہی پرانا عذاب بھگتنا پڑتا ہے۔ ایک قمیص سے دوسری قمیص میں منتقل ہونے کی کیفیت میں ایک اسمٰعیلی فاضل لکھتے ہیں کہ ہمارے اس بیان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم "اہل تناسخ" ہیں۔ ہم میں اور اہل تناسخ میں بڑا فرق ہے۔ اہل تناسخ کہتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اس کی روح فوراً کسی جانور کے جسم میں حلول کرجاتی ہے۔ ہم یہ

---

[1] جمع قمیص یعنی لباس (لیکن اخوان الصفا کہتے ہیں کہ مخالف کا نفس بھی اس کے جسم سے علیٰحدہ ہوتا ہے جیسا کہ اس بیان سے واضح ہے :- النفوس المتجسدۃ الخیرۃ ھی ملائکۃ بالقوۃ فاذا فارقت اجسادھا صارت ملائکۃ بالفعل والنفوس المتجسدۃ الشریرۃ ھی شیاطین بالقوۃ فاذا فارقت اجسادھا صارت شیاطین بالفعل وھی توسوس الی ابناء جنسھا من النفوس المتجسدۃ تملی لھا تلک الالۃ علی الفعل الی الشرو القتال والعداوات۔ الرسالۃ السادسۃ عشرۃ من الجزء الثانی۔ والنفس الجزئیۃ اذا (فارقت الجسد) ولم تستتم بالعلوم والمعارف .... تبقی مربوطۃ محبوسۃ لانہ لا یلیق بہا ذلک المکان النورانی .... وتبقی مقیدۃ فی الہواء تھوی دون السماء وتجرھا الشیاطین التی تتعلق علیہا من الشہوات الجسمانیہ والآراء الفاسدہ راجعۃ الی قعور الاجسام المدلہمۃ واسر الطبیعۃ الجسدانیہ۔ الرسالۃ الثالثۃ عشرۃ

نہیں کہتے بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ اس کا نفس انتقال کے وقت اس کے جسم میں پھیل جاتا ہے۔ اس جسم کے اجزا ٹوٹ پھوٹ کر عناصر میں مل جاتے ہیں۔ پھر یہ اجزا قدرت کے طریقے کے مطابق مٹی اور پانی میں مل کر نبات بنتے ہیں۔ اس نبات کو حیوان کھاتا ہے جسکے نطفہ سے دوسرا حیوان پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح انسان کا نفس حیوان میں منتقل ہوتا ہے۔ اس طریقے کا نام ہم "سحیق[1]" اور "مزاج اور ممتزج" رکھتے ہیں[2]۔

موجودات مذکورۂ بالا کی ترتیب رسائل اخوان الصفا سے ماخوذ ہے جن کے مسائل یونانی اور ہندی فلسفے پر مبنی ہیں۔ اس ترتیب کے سمجھنے کے لیے ملاحظہ ہو فصل (۴۳) عنوان "مذہبی اور سیاسی نظام"۔ نفس اور عقل کے مدارج کی مزید تفصیل بھی اسی فصل میں ملے گی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- فی نشو الانفس الجزیئہ من الجزء الثانی) النفس الشریرۃ تصیر شیطانا بنفسہا (ہذا رای طائفۃ من النصاری من تفسیر فخر الرازی)

[1] سحیق مشتق ہے سحق سے جس کے معنی کوٹنے اور پیسنے کے ہیں۔

[2] خلاصہ از رسالۂ مخطوطہ "المبدء والمعاد" تصنیف داعی ہفتم حسین بن علی بن محمد بن الولید متوفی ۶۶۷ھ۔ ہندی فلسفہ بھی اسی طرح کہتا ہے :- "جن لوگوں نے خیرات کے کام کیے ہیں مثلاً کنواں کھدوانا وغیرہ مرنے کے بعد ان کی روح پہلے دھویں میں داخل ہوتی ہے۔ پھر اندھیری راتوں سے گزرتی ہوئی چاند تک پہنچتی ہے اور جب تک اس کے نیک کام باقی رہتے ہیں وہاں مقیم رہتی ہے۔ پھر اس کے بعد ایتھر۔ ہوا۔ دھواں کہر۔ بادل بارش۔ نباتات غذا اور تخم سے ہوتی ہوئی انسان کی غذا کی مطابقت سے رحم مادر میں داخل ہوتی ہے اور پھر پیدا ہو جاتی ہے۔ دوسرا راستہ دیوتاؤں کا ہے۔ یہ ان لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو اعتقاد اور ریاضت کی تربیت پائے ہوئے ہیں۔ یہ روحیں موت کے وقت مختلف مدارج شعلہ۔ دن ماہ کا روشن نصف۔ سال کا روشن نصف چاند اور آفتاب اور بجلی سے ہوتے ہوئے بالآخر برہما میں داخل ہوتی ہیں جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں ہوتیں (تاریخ ہندی فلسفہ از رائے شیو موہن لال صفحہ ۸۰ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ)

فصل (۳۴)

(۱) اسماعیلی دعوت کا نظام

اسماعیلی دعوت کے حدود یعنی ارکان

گزشتہ فصل سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ سب سے پہلے جسنے مذہب کی بنیاد ڈالی وہ انسان اول ہے جو "صاحب جثہ ابداعیہ" کہلاتا ہے۔ اسی کی نسل میں قیامت تک مستقر امام پیدا ہوتے رہیں گے جن کا تعلق عقل عاشر سے ہو گا۔ یعنی عقل عاشر انھیں فیوضات پہنچاتے رہیں گے۔ یہ بھی ہم نے واضح کر دیا ہے کہ دور کشف اور دور ستر کیا ہیں اور دور ستر میں کس طرح انبیا کا قیام ہوا اور کس طرح حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت علیؓ اپنے اپنے منصب پر فایز ہوئے اور آپ کے بعد فاطمیین کے ظہور کا کیا مقصد تھا۔ یہ نظام جسے اسماعیلی اپنی اصطلاح میں "دعوت" کہتے ہیں عالم جسمانی کی صفائی تک جاری رہے گا۔ یعنی جب تک کہ تمام گنہگار نفوس نجات نہ پائیں دور کشف اور دور ستر کا سلسلہ برابر قایم رہے گا اور دعوت کے حدود اپنے فرایض انجام دیتے رہیں گے۔ دعوت کے معنی عربی میں بلانے کے ہیں اور داعی بلانے والے کو کہتے ہیں۔ حضرت رسولِ خدا کو اللہ تعالیٰ نے "داعیاً الی اللہ" سے خطاب فرمایا ہے۔ لفظ دعوت جس طرح مصدری معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے جو نظام قائم کیا جاتا ہے اس پر

بھی دعوت کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس نظام سے مراد ایک انجمن یا سوسائٹی ہے جس کے صدر کو خواہ وہ نبی ہو یا وصی ہو یا امام ہو۔ داعی کہتے ہیں ان کی طرف سے جو مبلغ مختلف شہروں میں بھیجے جاتے ہیں انھیں بھی داعی کہتے ہیں۔ ہم یہاں ایک شجرے کے ذریعے دعوت کے حدود۔ ان کے عہدے اور ان کے فرائض سمجھائیں گے اور اس کے بعد فاطمیین مصر کے داعیوں کی مجلسیں اور ان کی دعوت کے طریقے بیان کریں گے۔

اسماعیلی دعوت کا نظام جو دور ستر سے متعلق ہے

حدود (ارکان)	عہدے	فرائض
صدر دعوت	(۱) نبی	ظاہری شریعت کی تعلیم
	(۲) نبی کے بعد وصی جس کا دوسرا نام صامت ہے	باطنی علوم کی تعلیم (الرسول منطق بالظاہر والاساس صامت عنہ مود للباطن لاساس التاویل فی ذکر آدم)
	۳) وصی کے بعد امام	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم۔ (الحافظ لما ترکاہ من القضایا والاحکام)
بارہ باطنی مددگار (انہیں امام کا خاص اور اول مددگار شامل ہے جسے باب الابواب کہتے ہیں)۔	لیلی حجتیں	باطنی علوم کی تعلیم۔ یہ لوگ امام کی حضرت ہی میں رہتے ہیں اور ان پر جہاد فرض نہیں ہے۔
بارہ ظاہری مددگار	نہاری حجتیں	ظاہری شریعت کی تعلیم۔ بارہ جزیرے میں زمین کی تقسیم کیجاتی ہے اور ہر جزیرے میں ایک حجت بھیجا جاتا ہے۔ نہاری حجتوں پر جہاد فرض ہے۔

مبلغین جو نبی یا وصی یا امام کی طرف سے مختلف شہروں میں تبلیغ کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔	(۱) داعی البلاغ (۲) داعی مطلق (۳) داعی الدعاۃ	ظاہری شریعت کی حفاظت اور باطنی علوم کی تعلیم امام کی غیبت کے زمانے میں جو داعی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اسے داعی مطلق کہتے ہیں۔ اسے کل اختیارات حاصل رہتے ہیں۔ سب داعیوں کے صدر کو داعی الدعاۃ کہتے ہیں۔
داعی کا اول مددگار	ماذون	مستجیب سے "عہد و میثاق لینا۔ (اذن کے معنے اجازت کے ہیں۔ یعنی داعی نے ماذون کو عہد و میثاق لینے کی اجازت دی ہے)۔
داعی کا دوسرا مددگار	مکاسر	مستجیب کے پہلے مذہب کو باطل ٹھیرا کے اپنا مذہب ثابت کرنا۔ مکاسر کا اشتقاق کسر سے ہے جس کے معنے توڑنے کے ہیں۔ کیونکہ وہ باطل مذہبوں کو توڑتا ہے۔

بعض وقت نئے عہدے مثلاً لاحق۔ جناح۔ ذو مصہ۔ مکلب۔ رفیق اور داعی محصور وغیرہ بھی قایم کیے جا سکتے ہیں [۱]

(ب) اسماعیلی دعوت کی بنیاد

اسماعیلی دعوت کا بانی کہا جاتا ہے کہ اسماعیلی دعوت کا حقیقی بانی ایک

[۱] ۔ ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا المعز۔ الشواہد و البیان براحتہ العقل فصل ۳۱ (حسن بن صباح کا مذہب)

ایرانی داعی ابو شاکر میمون القداح یا اس کا بیٹا عبد اللہ ہے یہ دونوں مختلف ادیان اور یونانی فلسفے کے ماہر تھے۔ میمون دوسری صدی کے نصف آخر میں جنوب فارس میں رہتا تھا جو شیعوں کی پناہ گاہ تھی۔ اس کا اصلی مذہب مجوسی تھا لیکن وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتا اور اہل بیت کی طرف دعوت کرتا تھا ابتدائے زندگی میں وہ حضرت امام جعفر صادق کا غلام تھا۔ خلیفہ عباسی منصور (سنہ ۱۳۶-۱۵۸ھ) کے آخری عہد میں وہ اور اس کے ساتھی گرفتار کیے جا کر کوفے کے قید خانے میں بھیجدیے گئے۔ قید خانے ہی میں انھوں نے اپنے مذہب کے جو "مذہب باطینہ" کے نام سے مشہور ہے تو[۹] مندرجۂ ذیل مدارج مرتب کیے جن کو سلسلے سے طے کرنے کے بعد آدمی معطل اور اباحی ہو جاتا ہے۔ قید سے چھوٹنے کے بعد میمون اور اس کے بیٹے عبد اللہ نے اپنی اسماعیلی دعوت کا سلسلہ شروع کیا۔ اور جنوب فارس۔ جنوب عراق اور بحرین میں دعوت کی اشاعت میں بڑی کامیابی حاصل کی[۱]۔ اسماعیلی روایت کے مطابق میمون القداح امام محمد بن اسماعیل (المستور) کا کفیل (حجت) اور اس کا بیٹا عبد اللہ امام عبد اللہ المستور کا کفیل تھا جو فاطمیین مصر کے پہلے امام مہدی کا پردادا تھا جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے[۲] ان دونوں کفیلوں کے کچھ اور واقعات بھی گزر چکے ہیں[۳]

(ج) دعوت کی مجلسیں اور اس کے طریقے

اسماعیلی داعی علوم اہل بیت کی تعلیم کے لیے خاص مجلسیں منعقد کرتے تھے جو "مجالس حکمت" کے نام سے مشہور تھیں۔ ان میں جو لوگ شریک ہوتے

---

[۱]۔ الفرق بین الفرق، للبغدادی صفحہ ۲۶۶۔
[۲]۔ فصل ۶ (میمون اور محمد بن اسماعیل کا باہمی تعلق)
[۳]۔ فصل ۶ (مہدی کی نسبت عبد اللہ بن میمون کی طرف)

وہ "اولیا" کہے جاتے تھے۔ شیوخ دولت، متوسط درجے کے لوگ، مسافرین، خدام، وغیرہ ہر طبقے کے لیے الگ الگ مجلسیں منعقد کی جاتی تھیں۔ عورتوں کے لیے خاص مجلسوں کا انتظام تھا[1] یہ تمام مجلسیں داعی کے مکان میں ہوتی تھیں جو خلیفے کے قصر کی حد میں واقع تھا۔ ان میں علوم اہل بیت پر لکچر دیے جاتے تھے۔ قبل اس کے کہ داعی یہ لکچر سنائے وہ اپنے مسودے خلیفہ کی حضرت میں پیش کرتا تھا۔ اس کی منظوری کے بعد یہ مسودے صاف کیے جاتے اور پھر لوگوں کو سنائے جاتے تھے۔ داعی الدعاۃ اس تعلیمی صیغے کا صدر ہوتا تھا۔ ان مجلسوں میں شریک ہونے والوں سے ایک قسم کی فیس لی جاتی تھی جو نجوی کہی جاتی تھی[2]۔ بہت سارو پیہ جمع ہوتا جو خلیفہ کی حضرت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ بعض وقت یہ مجلسیں موقوف کردی جاتی تھیں۔ چنانچہ خلیفہ حاکم کے عہد میں چند روز کے لیے یہ مجلسیں ملتوی کردی گئیں۔

اسماعیلی دعوت کے طریقوں کو مقریزی نے تفصیل سے اپنی تاریخ "الخطط والآثار" کے دوسرے جز میں لکھا ہے۔ ان کا ترجمہ "فاطمی دعوت اسلام[3]" میں بہت عمدگی اور خوبی سے کیا گیا ہے جس کے اقتباسات کچھ ترمیم اور اختصار کے ساتھ یہاں نقل کیے جاتے ہیں :-

"ذیل میں وہ طریقے درج کیے جاتے ہیں جو اسماعیلی فرقے کے داعی دعوت کے کام میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ ان طریقوں کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر اسماعیلی عقائد کے مسلمانوں کو اسماعیلی بنانے کے لیے کام میں لائے جاتے تھے تاہم ان طریقوں کے طرز سے دعوت اسلام

---

[1] "المجالس المستنصریہ" کی بعض مجلسوں میں عورتوں کی طرف خطاب ہے۔ ان مجلسوں میں مستنصر کو انیسواں امام شمار کیا گیا ہے اور انیس (۱۹) کا مقابلہ احکام شریعت سے کیا گیا ہے جیسا کہ اسماعیلیوں کا دستور ہے۔ حالانکہ مستنصر اسماعیلی عقائد کے لحاظ سے اٹھارویں امام ہیں۔ [2] فنسخ اللہ اٰیۃ النجوی بفرض الزکوٰۃ (معاصم الہدی ذکر النسخ فی ذکرہا قسام الوحی فی مباحث العقل وغیرہ من الکتب)۔ [3] صفحہ ۱۲۶-۱۷۶ از خواجہ حسن نظامی۔

کے ان طریقوں پر بھی روشنی پڑ سکتی ہے جو غیر مسلموں کے سامنے پیش کیے جاتے ہوں گے۔ کیونکہ ان میں انسان کی عقل کو عاجز کرنے اور ناقابل فہم عجائبات پیش کیے جانے کی حکمت عملی پائی جاتی ہے[1] یہ طریقے اسماعیلی گروہ کے ہاں نہایت مخفی رکھے جاتے ہیں اور ان کے چھپانے میں بہت کوشش کی جاتی ہے[2] امید ہے کہ ناظرین ان کے مطالعے سے اپنی معلومات میں ایک دلچسپ اضافہ کر سکیں گے:۔

پہلی دعوت

داعی نہایت وقار سے مسند ارشاد پر بیٹھا ہوتا ہے۔ جس کو دعوت کرتا ہے اول اس سے کلام مجید کے آیات کی تاویل اور معانی شریعت کی مشکل باتوں کے اور علم طبیعیات وغیرہ کے چند مشکل مسئلوں کے بھی سوال کر کے کہتا ہے کہ اے شخص اسرار دین پوشیدہ ہیں اور اکثر لوگ ان کے منکر اور ان سے جاہل ہیں۔ اگر مسلمان ان باتوں کو جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت سے خاص کی ہیں تو ان میں اختلاف پیدا نہ ہوتا اور وہ گمراہ نہ ہوتے۔ ان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ انھوں نے ائمہ دین سے روگردانی کی ہے۔ اور غیروں کا اتباع

---

[1] اس حکمت عملی کو "کسر" کہتے ہیں۔ جس کے معنی توڑنے کے ہیں۔ اسی سے "مکاسر" ہے جو ارکان دعوت کا آخری رکن ہے۔ اس کا کام اہل ظاہر کے مذاہب کو باطل ٹھیرانا ہے۔

[2] شہرستانی۔ بغدادی اور مقریزی نے اپنی کتابوں الملل و النحل۔ الفرق بین الفرق اور الخطط و الاثار میں اسماعیلی دعوت کے اکثر اسرار ظاہر کر دیے ہیں اور ان پر تنقید کی ہے۔ ان مورخین کو ضرور اسماعیلیوں کی کتابیں دستیاب ہوئی ہوں گی۔ مقریزی کہتا ہے کہ میں نے ان کی تاویل کی کتابیں پڑھی ہیں۔ علم حقیقت کے اکثر مسائل رسائل اخوان الصفا سے معلوم ہو سکتے ہیں جو متعدد دفعہ چھپ چکے ہیں۔ اسماعیلی داعی ناصر خسرو کی کتابیں جن میں تاویل اور حقایق بیان کیے گئے ہیں کاویانی پریس میں طبع ہو گئی ہیں مستشرقین نے چند اسماعیلی کتابیں شائع کی ہیں جو اب تک طبع نہیں ہوئی تھیں۔ داعی جعفر بن منصور الیمن کی کتاب الکشف زیر طبع ہے غرضکہ اب اسماعیلی دعوت کے اسرار کا مخصوص پوشیدہ ذخیرہ ظاہر ہو چکا ہے اور منظر عام پر آگیا ہے۔ اسماعیلی کتابیں جو چھپ گئی ہیں انکی فہرست اس کتاب کے آخر میں ہے۔

کرتے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ ائمہ ہی تنزیل و تاویل قرآن سے آگاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے علم دین کو پردے میں مخفی رکھا ہے تاکہ اسرار الٰہی بیتذل نہ ہو جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے بھید سوائے فرشتہ مقرب اور نبی مرسل یا بندۂ مومن کے جس کے دل کا خدا نے تقوی میں امتحان کر لیا ہے کوئی نہیں جان سکتا۔

جب مدعو کا دل داعی کی ان باتوں سے خوب مربوط ہو جاتا ہے اس وقت داعی دوسری باتیں شروع کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ رمی جمار اور سعی صفا کیا ہے۔ اور کس لیے حائضہ کو روزے کی قضا کا حکم ہے اور قضائے نماز کی ممانعت ہے اور کیا سبب ہے کہ جنابت کے لیے غسل کا حکم ہوا ہے اور پیشاب پاخانے کے لیے غسل کا حکم نہیں ہوا[1] اور کیا سبب ہے کہ خدا نے مخلوق کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کیا ایک گھڑی میں پیدا کرنے سے عاجز تھا۔ اور صراط کے کیا معنی ہیں اور کراماً کاتبین کیا ہیں۔ اور آیۂ کریمہ "ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذٍ ثمانیہ" کے کیا معنی ہیں۔ اور شیطان اور اس کی صفت کیا ہے۔ اور یاجوج و ماجوج اور ہاروت و ماروت کیا ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ اور سات دوزخیں اور آٹھ بہشتیں کس وجہ سے ہیں اور کہاں ہیں۔ اور تین اور زیتون کیا ہیں۔ اور حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں۔ اور سات زمین اور سات آسمان اور سبع مثانی اور بارہ مہینے کس وجہ سے ہیں اور اس کے کیا معنی ہیں کہ حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئیں۔ اور کس واسطے پاؤں اور ہاتھوں کی دس دس انگلیاں ہوئیں۔ اور چہرے میں سات سوراخ کیوں ہوئے[2] اور باقی بدن میں صرف دو ہی سوراخ کیوں رکھے گئے۔ اور کیا وجہ ہے اس بات کی کہ پشت کی ہڈی

---

[1]۔ (الف) دعائم الاسلام۔ جزء اول (ب) اختلاف اصول المذاہب صفحہ ۲۰۳ (ج) السیرۃ المویدیہ صفحہ ۳۴۔ اس تاریخ کے صفحہ ۴۶۹ کا ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

[2]۔ تاویل میں یہ سات سوراخ سات ناطقوں کے امثال ہیں (ذکر الوضوء۔ تاویل دعائم الاسلام۔ جزء اول)

میں بارہ کڑیاں ہیں اور گردن میں سات[1] اسی طرح داعی تمام تشریح اعضا کا ذکر کرتا ہے۔ پھر داعی کہتا ہے کہ تم اپنے نفس پر غور اور خیال نہیں کرتے ہو کہ ہمارا پیدا کرنے والا حکیم اور علیم ہے۔ اس کے سب کام حکمت سے لبالب ہیں۔ حالانکہ اس نے قرآن میں جا بجا غور کرنے کے لیے تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس آیۂ کریمہ میں ہے:۔ فی الارض آیات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون"

جب داعی دیکھتا ہے کہ مدعو کو اپنی باتوں کی طرف بخوبی رغبت ہے تو اس سے کہتا ہے کہ اے شخص جلدی نہ کر۔ خدا کا دین اعلیٰ ہے اس سے کہ نا اہل آگاہ ہوں۔ بغیر معاہدے کے آگاہ کرنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ جس کو ہدایت کرتا ہے اس سے اول عہد و پیماں کر لیتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے:۔ و اخذ نا من النبیین..... میثاقا غلیظاً۔ اس قسم کی آیات پڑھ کر کہتا ہے کہ بیعت کے لیے ہاتھ دو اور ہم سے عہد استوار کر لو کہ ہرگز بیعت نہ توڑو گے اور راز کو فاش نہ کرو گے اور ہمارے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھو گے۔ جب مدعو نے بیعت کر لی تو اس وقت داعی اس کے مال میں سے بقدر حیثیت کچھ امام کی نذر کے لیے مانگتا ہے اگر مدعو دے دیتا ہے تو داعی کی مجلس میں بار دیگر حاضر

---

[1] (ا) اس قسم کے مسایل ایک نظم میں پیش کیے گئے ہیں (اخوان الصفاء۔ جزء چہارم۔ رسالہ ماہیۃ الناموس کی آخری فصل جس میں تاویل پر بحث کی گئی ہے)

(ب) ارجوزۂ دیوان داعی موئد شیرازی اور مجالس موئدیہ میں اس قسم کے سوالوں کے جوابات دیے گئے ہیں۔ یہ مجلسیں قصر فاطمی میں مستنصر کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔ ان کے مصنف داعی موید کا اسماعیلی دعوت میں بہت بڑا درجہ ہے۔

(ج) آٹھویں داعی مطلق حسین بن علی بن محمد بن الولید کی تصنیف۔ "کتاب الایضاح و البیان فی الجواب عن مسائل الامتحان" میں بھی اس قسم کے سوالات اور جوابات ملیں گے۔

ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کو بار نہیں ملتا۔

دوسری دعوت

جب مدعو سب باتیں پہلی دعوت کی تسلیم کر لیتا ہے اور مال بھی نذر کر دیتا ہے تو دوسری مجلس میں داعی اس سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا اپنی طاعت سے جب تک بندے ائمہ حق کی پیروی نہ کریں۔ پھر ان امور کی شرح کرتا ہے جو اس فرقے کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں[1] جب داعی کو معلوم ہوا کہ مدعو کے دل میں ائمہ کی طرف سے اعتقاد راسخ ہو گیا تو تیسری دعوت کی نوبت آتی ہے۔

تیسری دعوت

جب تیسری دعوت کی مجلس میں مدعو حاضر ہوتا ہے تو داعی کہتا ہے کہ ائمہ حق سات ہیں۔ حضرت علیؑ۔ حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرت علی زین العابدینؒ۔ حضرت محمد باقرؒ۔ حضرت جعفر صادقؒ اور ساتویں قایم صاحب الزمان[2]۔ اور قایم میں اختلاف ہے۔ بعض محمد مکتوم بن اسماعیل بن امام جعفر صادق کو جانتے ہیں اور بعض اسماعیل بن امام جعفر صادق کو۔ صاحب الزماں کو علم باطنی اور مخفی حاصل ہے اور وہی تاویل و تفسیر اور تاویل تاویلات کے ماہر ہیں اور دعاۃ ان کے وارث ہیں پھر چوتھی دعوت شروع ہوتی ہے۔

چوتھی دعوت

اس دعوت میں داعی بیان کرتا ہے کہ شرائع کے مجدد سات ہیں اور ہر ایک کو ناطق کہتے ہیں۔ اور ہر ناطق کا ایک وصی ہوتا ہے جس کو صامت کہتے ہیں[3]۔ پہلے ناطق

---

[1] ۔ ایسی کتابوں کے لیے ملاحظہ کیجیے وہ ذیلی نوٹ جو "پہلی دعوت" میں ابھی گزرا ہے۔

[2] ۔ اسماعیلیوں کے ہاں امام اول حضرت حسنؑ ہیں جیسا کہ ہم نے اس تاریخ کے مقدمے میں لکھا ہے۔ اس لحاظ سے محمد مکتوم بن اسماعیل ساتویں امام اور قائمؑ ہیں (فصل ۳۵۔ اسماعیلی عقاید)۔

[3] ۔ الناطق فی عصر الرسالۃ ھو الرسول و الصامت اساس شریعتہ و صاحب تاویلہ فالرسول ینطق بالظاھر و الاساس صامت عنہ و لِلباطن (الاساس التاویل۔ ذکرہ دم)

حضرت آدم ہیں جن کے صامت شیث ؑ تھے۔ دوسرے ناطق حضرت نوح ؑ ہوئے جنھوں نے ناطق اول کی شریعت کو ایک قلم موقوف کر دیا۔ ان کے صامت سام تھے۔ تیسرے ناطق حضرت ابراہیم ؑ ہیں اور ان کے جانشین اسماعیل ؑ تھے۔ ان کے بعد چوتھے ناطق حضرت موسیٰ ؑ ہوئے۔ ان کے وصی ہارون تھے۔ پانچویں ناطق حضرت عیسیٰ ؑ تھے اور ان کے وصی شمعون تھے اور چھٹے ناطق حضرت رسول خدا صلعم ہیں جن کے وصی حضرت علی ؑ تھے۔ ساتویں ناطق صاحب الزماں محمد بن اسماعیل ہیں جن پر علوم اولین و آخرین تمام ہوئے[1]۔ اسی وجہ سے آسمان۔ زمینیں۔ دریا۔ ہفتے کے دن اور کواکب سیارہ بھی سات ہیں جو عالم کے مدبر ہیں۔ اور اسی سبب سے انسان کے چہرے میں سات سوراخ رکھے گئے ہیں۔

پانچویں دعوت داعی اس میں کہتا ہے کہ ہر ایک امام صامت کے ساتھ بارہ مددگار ہیں نوں۔ برجوں اور چار انگلیوں کے بارہ ٹکڑوں کے مطابق ہوتے ہیں کہ ہر ایک حجت کہلاتا ہے۔ (ان حجتوں اور دوسرے ارکان دعوت کی تفصیل (۳۳) میں گزر چکی ہے۔)

چھٹی دعوت اس میں آیات قرآنی کی تفسیر کرتا ہے۔ نماز اور روزہ زکوٰۃ اور خمس۔ حج اور جہاد اور طہارت وغیرہ کے قاعدے اور طریقے بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سب رموز ہیں جو عام سیاست کی مصلحت کے لیے جاری کیے گئے ہیں تاکہ ان میں معروف ہو کر آپس میں فتنہ و فساد نہ پھیلائیں اور حاکم وقت کی حکومت اور تابعداری سے انحراف نہ کریں۔ ورنہ فی الحقیقت ان سے مراد ان کی تاویلیں ہیں[2] (یہ تاویلیں فصل ۳۲ میں بیان کی جا چکی ہیں) تیمم سے مراد یہ ہے کہ امام کی غیبت میں حجت (یا مومن) سے ضروریات کا اخذ کرنا اور غسل سے مقصود تجدید عہد و پیماں ہے اور زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ امور دینی سیکھ کر

---

[1] فصل ۳۵ (اسماعیلی عقائد) کان محمد بن اسمعیل فی حد الطفولیۃ لم یکن بالغاً (غایۃ المواليد لسیدنا خطاب)۔ [2] یہ قدیم اسماعیلیوں کا عقیدہ تھا۔ پچھلے اسماعیلی ظاہر و باطن دونوں کے قائل ہیں۔

نفس کو پاک کرنا اور بعض کتابوں میں یوں لکھا ہے کہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے یہ مراد ہے کہ امام معصوم کی متابعت کرے اور زکوۃ سے یہ مطلب ہے کہ اپنے مال سے خمس امام کو دے [1]

جب مدعو کے دل میں یہ باتیں جم جاتی ہیں تو داعی فلسفے کی باتیں شروع کرتا ہے اور اقوال افلاطون و ارسطو و فیثاغورث وغیرہ کو دلائل عقلی کے ساتھ سمجھاتا ہے۔ اور جب یہ مطالب بھی ذہن نشین ہو جاتے ہیں تو ایک عرصہ دراز کے بعد ساتویں دعوت شروع کرتا ہے۔

ساتویں دعوت اس میں عقل اول اور عقل ثانی کی پیدائش بیان کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ ناصب شریعت کے لیے ایک مددگار کی ضرورت ہے تاکہ جو کچھ وہ ارشاد کرے یہ مددگار اس بات کو دوسرے آدمیوں کو سمجھا دے کہ ایک بجائے اصل کے ہوتا ہے اور دوسرا نائب کی مثل ہوتا ہے۔ نظیر اس کی نظام عالم میں مدبر عالم ہے جو سب سے پہلے بلا واسطہ اور بلا سبب صادر ہوا ہے جس کو صادر اول اور عقل اول کہتے ہیں۔ شریعت میں اسے قلم کہتے ہیں۔ اس کے مددگار کا نام لوح ہے [2]

آٹھویں دعوت اس دعوت میں داعی سات عقول کے پیدا ہونے کی کیفیت۔ اجرام فلکی کی حرکتیں اور ان کے ذریعے موالید ثلاثہ یعنے جمادات۔ نباتات۔ حیوانات کا وجود صاحب جثہ ابداعیہ یعنی انسان اول کا ظہور۔ ناطقوں کے قیام اور دوسرے امور متعلقہ پر روشنی ڈالتا ہے جن کی تفصیل فصل (۳۲) میں گزر چکی ہے۔ اس کے بعد

---

[1] خمس کے حوالے کے لیے ملاحظہ کیجیے (فصل۔ ۳۰۔ ممالک فاطمیہ کے محاصل کی مختلف قسمیں)۔

[2] یہ باتیں کلام فلاسفہ سے ماخوذ ہیں جو کہتے ہیں "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" اہل تصوف کا ماخذ بھی یہی ہے (مقریزی $\frac{۲}{۲۳۲}$) تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے فصل ۳۲۔

داعی نویں دعوت شروع کرتا ہے۔

نویں دعوت

یہ دعوت سب دعوتوں کا نتیجہ ہے جب داعی مدعو کی طرف سے مطمئن ہو جاتا ہے تو اسے فلاسفۂ یونان کی کتابیں دیکھنے اور علوم الٰہی وطبیعی کا مطالعہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے[1] مدعو کو فلاسفے کے اقوال سے خوب واقفیت حاصل ہونے کے بعد داعی اپنے رازوں کو کھولنا شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کچھ میں نے اصول و حدوث سے اطلاع دی ہے یہ سب رموز و اشارات ہیں طرف معانی و مبادی اور انقلاب جواہر کے اور وحی صرف نفس کی صفائی کا نام ہے اور نبی یا رسول کا کام یہ ہے کہ جو بات اس کے دل میں آتی ہے اور اسے بہتر معلوم ہوتی ہے وہ لوگوں کو بتا دیا کرتا ہے اور اس کا نام کلام الٰہی رکھتا ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں یہ قول اثر کر جائے اور اسے مان لیں تاکہ سیاست اور مصلحت عام میں انتظام رہے[2]

جب مدعو (مستجیب) دعوت میں داخل ہونے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے تو داعی حسب ذیل معاہدہ اس سے لیتا ہے۔ جسے اسماعیلی "عہد الاولیاً" کہتے ہیں۔ مقریزی اور بغدادی دونوں مورخوں نے اپنی اپنی تاریخوں

---

[1] ۔تاویل کی کتابوں میں شریعت کے ساتھ فلسفہ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ داعی موید شیرازی کہتے ہیں:۔ واما کلامنا فی یس المقرون بالقرآن الحکیم فنقول انہ قسم بالسابق والتالی المکنی عنہما بلسان الشریعۃ بالکاف والنون (المجالس المویدیہ)۔

[2] ۔قال اللّٰہ "یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقاً بعد خلق"۔ بطون المفیدین فی التاویل باطن العلم الذی عندہم ینقلون فیہ المستفیدین منہم حداً بعد حدٍ وذالک خلق الدین۔ الحد الاول اصلاح الظاہر والثانی حد الرضاع الباطن والثالث حد التربیۃ والحد الرابع حد البلوغ ...... (الجزء الاول من تاویل دعائم الاسلام للقاضی نعمان بن محمد)۔

میں اسے نقل کیا ہے جس کا اردو ترجمہ اختصار کے ساتھ یہ ہے :-

عہد الاولیا

داعی جس مستجیب سے عہد لیتا اسے خدا کی قسم کھلا کر یہ کہتا ہے تم نے اپنے نفس پر خدا کا وہ عہد ومیثاق اور رسول، انبیا، ملائکہ اور کتابوں کا وہ ذمہ واجب کر لیا ہے جو خدا نے انبیا سے لیا ہے کہ تم نے جو کچھ میرے متعلق یا اس شہر میں جو امام مقیم ہیں ان کے متعلق یا ان کے اہل بیت اور اصحاب وغیرہ کے متعلق جو سنا ہے یا سنو گے ۔ جانا ہے یا جانو گے اسے چھپاؤ گے اور اس میں سے کسی بات کو خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی ظاہر نہ کرو گے بجز اس بات کے جس کی میں تمھیں اجازت دوں ۔ پس تم ہمارے حکم کے موافق عمل کرو گے اور اس سے منحرف نہ ہو گے ۔ اور تم اس بات کی گواہی دو کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بات کی گواہی دو کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں ۔ اور اس بات کی گواہی دو کہ جنت حق ہے ۔ جہنم حق ہے ۔ موت حق ہے ۔ بعث حق ہے ۔ اور اس بات کا اقرار کرو کہ تم نماز وقت پر پڑھو گے ۔ زکوٰۃ ادا کرو گے ۔ ماہ رمضان کے روزے رکھو گے ۔ حج کرو گے ۔ خدا کے لیے جس طرح جہاد کرنا چاہیے اسی طرح جہاد کرو گے اور خدا کے فرائض اور رسول کی سنتوں کی ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں پابندی کرو گے ۔ خدا کے اولیا سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کرو گے ۔ اسی طرح ظاہر اور باطن اور جو کچھ انبیا خدا کی طرف سے لائے وہ اسی شرائط پر ہے جو اس عہد میں مبنی ہیں ۔ تم نے اپنی جان پر اس کے وفا کرنے کا ذمہ لے لیا ہے ۔ (اس کے بعد داعی مستجیب سے کہتا ہے (کہو تم "نعم" (یعنی ہاں) مستجیب کہتا ہے "نعم" — پھر داعی کہتا ہے اس عہد کی محافظت اس بات پر منحصر ہے کہ ہم نے تم سے جن باتوں کا معاہدہ لیا ہے ان میں سے کسی بات کو بھی تم ظاہر نہ کرو ۔ نہ ہماری زندگی میں نہ ہماری وفات کے بعد ۔ تم نے اپنے نفس پر خدا کا عہد و میثاق لیا ہے کہ تم مجھے اور جن لوگوں کے نام میں نے تمھیں بتائے ہیں ان کو اس طرح بچاؤ گے

جس طرح تم اپنی جان کو بچاتے ہو۔ پس تم اللہ سے اور اس کے ولی سے اور ہمارے کوئی بھائی یا دوست سے جس سے ہمارا بہ حیثیت اہل یا مال یار اپنے یا عہد یا عقد کچھ بھی تعلق ہو۔ خیانت نہ کرو۔ اگر تم نے جان بوجھ کر کچھ بھی مخالفت کی تو تم خدا سے اور اس کے ملائکہ مقربین سے بری ہو جاؤ گے اور تم اللہ اور اس کی جماعت سے خارج ہو جاؤ گے۔ تمہارا ٹھکانہ اس جہنم میں ہو گا۔ جس میں کوئی رحمت نہ ہو گی اور خدا تم پر وہ لعنت بھیجے گا جو اس نے ابلیس پر بھیجی۔ اگر تم نے کچھ بھی مخالفت کی تو تمہاری مخالفت کے کفارے میں تمہیں بیس حج پیدل کرنا ہو گا۔ اور جو شئی تم نے مخالفت کی تمہاری تمام ملک فقیروں اور مسکینوں کے حق میں جس سے تمہارا کوئی رشتہ نہ ہو صدقہ سمجھی جائے گی۔ اس صدقے کا کوئی اجر تمہیں نہ ملے گا۔ اور جتنے تمہارے غلام ہوں خواہ مرد ہو یا عورت تمہاری مخالفت کی وجہ سے تمہاری وفات تک خدا کی راہ میں آزاد تصور کیے جائیں گے۔ اور تمہاری موجودہ بیوی اور وہ بیویاں جو تمہارے انتقال کے وقت تمہاری نکاح میں آئیں گی مطلقہ شمار کی جائیں گی۔ تمہیں کوئی رجعت یا خیار کا حق حاصل نہ ہو گا اور تمہارے بال بچے، مال وغیرہ تم پر حرام ہو جائے گا۔ اور ہر ظہار تم پر لازم ہو گا۔ میں تمہیں تمہارے امام اور تمہاری حجت کی طرف سے قسم کھلاتا ہوں اور تم قسم کھاتے ہو۔ اگر تمہاری نیت یا عقد یا ضمیر تمہارے عہد اور تمہاری قسم کے خلاف ہو تو اس عہد کی شروع سے لے کر آخر تک تم پر تجدید کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تم سے سوائے اس کی تکمیل کے اور کوئی چیز قبول نہ کر سکے گا (پھر داعی مستجیب سے کہتا) کہو نعم مستجیب کہتا "نعم" اس عہد نامے کی نقل کرنے کے بعد مقریزی یہ کہتا ہے "اس کے علاوہ ان کی بہت سی وصیتیں ہیں جن کو طوالت کے خوف سے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ عاقل کے لیے کافی ہے"[1]

---

[1] (ا) مقریزی $\frac{2}{225-226}$ (ب) بغدادی ۲۸۰-۲۹۶-

دعوتوں کی اصلیت اور ان کا مقابلہ

مدعو کی قابلیت اور استعداد کے مطابق مذکورۂ بالا دعوتوں میں تخفیف بھی کی جا سکتی تھی۔ اگر مدعو بہت قابل ہوتا تو داعی صرف آخری دعوتوں کو کافی سمجھتا۔ مختلف فرقوں کے رجحانات و میلانات کا بھی بڑا خیال رکھا جاتا۔ اگر مدعو شیعہ ہوتا تو شیعی نظریوں پر زور دیا جاتا۔ اگر نصرانی ہوتا تو اسے ظہور مسیح کی امید دلائی جاتی۔ اگر سبائی ہوتا تو ساتویں عدد کی اہمیت بتائی جاتی۔

کہا جاتا ہے کہ داعیوں کے اصلی مقاصد سیاسی ہوتے تھے۔ ان کی دعوتوں کے تدریجی حدود اور طریقے اور ان کی رازداری اور خفیہ کارروائی اور ''دعوت'' کے حدود کی تنظیم یہ سب ایسے اصول ہیں جن کا مقابلہ فری میسنوں (خفیہ برادرانہ جماعت) یا رومن کیتھولک چرچ کے اصول سے کیا جا سکتا ہے[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔(ب) وکل امرأة ملك عقد تها او یملك فهی طالق ثلاث تطليقات على ملة رسول الله وسنة على بن ابی طالب، لا سبيل له اليها ولا راجعة له عليها وكل مملوك ملك رقبة او يملكه فهو حر لوجه الله وكل مال فی يده فهو صدقة على المساكين لوجه الله لا يا جوه الله على شئی من ذالك كله الا بالوفاء بما شرطناه (ذكرناه (باب الابواب جعفر بن منصور اليمن فی كتابه تاويل سورة النساء صفحہ ۱۲)

(ج) وان نقض المستجيب عهده يلزمه ما يلزم الناقضين والناكثين (الداعی الثالث حاتم بن ابراهيم المتوفی ۵۹۶ھ فی كتابه تحفة القلوب)

When de Sacy and others first discovered information about these " degrees", they rather credulously suggested a parallel with masonic lodges; but the only parallel that is suitable is the

فصل (۴۳)

رسائل اخوان الصفاء

ان رسالوں کے مخطوط نسخے مصر، ہندوستان اور یورپ کے کتب خانوں میں بکثرت ہیں گویا یہ رسالے بہت مقبول عام ہیں۔ پہلی دفعہ ۱۳۰۶ھ میں یہ شہر بمبئی میں چھپے[۱]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: — mediaval papacy and the organisation of the Roman Catholic Church (Ivanow, p. 133, The Rise of the Fatimids) They had indeed the intelectual dexterity and unscrupulousness ascribed to the jesuit. We see their partial success in the ravages of the Caramathians (Lane Poole, p. 94). فصل (۴۳) "دروزیوں کی جماعتیں اور ان کی مشابہت فری میسنوں سے" بھی ملاحظہ کیجئے)۔

[۱] مطبعۂ نخبۃ الاخبار (شیخ نور الدین جیوا خاں)۔

حال میں ان کی اشاعت مصر میں بھی ہوئی۔[۱] اس اشاعت کی ابتدا میں دو مفید مقدمے پہلا ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی طرف سے اور دوسرا احمد زکی پاشا کی جانب سے شامل کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ ذیل میں آئے گا۔ ۱۸۱۲ء میں چند رسالے بعنوان "تحفۃ اخوان الصفاء" کلکتہ میں بھی شایع ہوئے۔[۲]

مستشرقین کی کوششیں

۱۸۳۷ء میں جرمن مستشرق نوفورک نے ان رسالوں کا خلاصہ شایع کیا۔ اس کے بعد دوسرے المانوی پروفیسر فریدرخ دیتریصی نے ۱۸۵۸ء اور ۱۸۷۹ء کے درمیان ایک کتاب آٹھ اجزا میں شایع کی جس میں دسویں صدی عسوی (مطابق چوتھی صدی ہجری) کے علوم وفنون پر بحث کی جو عرب میں رایج تھے اور اس کتاب کی بنیاد رسائل اخوان الصفاء پر رکھی۔ اسی پروفیسر نے ۱۸۸۶ء میں ایک اور کتاب بنام "خلاصۃ الوفا فی اختصار رسائل اخوان الصفاء" بہت صحت کے ساتھ چھپوائی کیونکہ عام طور پر رسائل کی کتابت میں غلطیاں واقع ہوگئی ہیں۔ مستشرق ڈی بویر نے بھی اپنی کتاب تاریخ فلسفہ اسلام میں رسائل پر بحث کی ہے۔[۳]

رسائل کے مصنفوں کے متعلق مختلف رائیں

وزیر جمال الدین بن الحسن القفطی المصری (متوفی ۶۴۶ھ) اپنی کتاب تراجم الحکماء میں کہتا ہے کہ حکمت اولی کے مختلف انواع پر اخوان الصفاء نے اکاون رسالے لکھے ہیں جن میں اکاونواں رسالہ چند امور و مقاصد پر مشتمل ہے۔[۴] اس آخری رسالے کا نام انھوں نے جامعہ رکھا۔

۱۔ مطبعۂ عربیہ (مصطفیٰ محمد ۱۳۴۷ھ)۔

۲۔ منجانب احمد بن محمد شروانی۔ ۳۔ یہ کتاب جرمن زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ہوگیا ہے (مطبوعہ جامعہ عثمانیہ) ۴۔ قفطی نے رسالوں کی تعداد بشمول رسالہ جامعہ اکاون بتائی ہے۔ حالانکہ کل رسائل ترپن ہیں جن میں رسالہ جامعہ ترپنواں رسالہ ہے۔

یہ رسائل مشوقات ہیں مستقصات نہیں۔ ان کی دلیلیں اور حجتیں غیر واضح ہیں گویا ان کا مقصد صرف تنبیہ اور غرض اصلی کی طرف اشارہ ہے۔ جب ان کے لکھنے والوں نے اپنے نام چھپائے تو ان کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا یہ امام کا کلام ہے جو حضرت علیؓ کی نسل سے ہے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ معتزلیوں کی تصنیف ہے۔ تحقیق کے دوران میں مجھے ابو حیان توحیدی کا وہ جواب ملا جو تقریباً ۳۷۳ھ میں وزیر صمصام الدولہ بن عضد الدولہ کے سوال پر دیا گیا۔ اس طولانی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ رفاعہ چوتھی صدی کے نصف آخر میں ایک فاضل گزرا ہے جسے اکثر علوم وفنون میں بڑی دستگاہ حاصل تھی۔ یہ اکثر حروف هجاء کی شکلوں اور نقطوں پر بحث کرتا تھا۔ ایک عرصے تک یہ بصرہ میں رہا جہاں اسے مختلف علوم و فنون کے فضلاء سے ملنے کا اتفاق ہوا جن میں ابو سلیمان محمد بن معشر البیوستی معروف بہ مقدسی۔ ابوالحسن علی بن ہارون الزنجانی۔ ابو احمد المهرجانی۔ العوفی وغیرہ شامل تھے۔ ان لوگوں نے ایک انجمن بنائی تھی اور آپس میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ صداقت اور نصیحت کی زندگی بسر کریں گے۔ انھوں نے ایک مذہب ایجاد کیا جو ان کے زعم کے مطابق خدا کی قربت اور خوشنودی کا ذریعہ تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ شریعت کو جاہلوں نے ناپاک کر دیا ہے۔ اسے فلسفہ ہی پاک کر سکتا ہے۔ جب یونانی اجتہادی فلسفہ اور عربی شریعت یہ دونوں آپس میں مل جائیں گے تو کمال

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ رسائل کے شمار سے یہ ظاہر ہے اور رسائل کی فہرست بھی یہی بتاتی ہے۔ (فہرست رسائل $\frac{1}{19}$) وشرح ماوصفناہ فی الاثنتین والخمسین رسالۃ وہذہ الرسالۃ الجامعۃ لیکون ذکوی لک (الرسالۃ الجامعۃ صفحہ ۲۶۵) لیکن بعض رسالوں میں یہ عبارت پائی جاتی ہے:- وقد لخصنا ما اوردناہ فی رسائلنا الاحدی والخمسین فی رسالۃ مفردۃ عن الرسائل وسمیناها الجامعۃ وهی خارجۃ من جملۃ الرسائل (الرسالۃ التاسعۃ من الجزء الرابع)

حاصل ہوگا۔ انھوں نے اپنے رسائل کو دینی کلموں اور شرعی مثالوں سے بھر دیا ہے۔ یہ رسالے کتب فروشوں اور دوسرے لوگوں میں نشر کیے گئے۔ میں (یعنی ابوحیان) نے یہ رسالے دیکھے۔ ان میں ہر فن کے مسایل بیان کیے گئے ہیں لیکن اس قدر اختصار سے کہ پڑھنے والے کو تشفی نہیں ہوتی۔ ان میں خرافات۔ کنایات اور تلفیقات ہیں۔ میں نے متعدد رسالے اپنے شیخ ابوسلیمان محمد بن بہرام المنطقی السجستانی کو دکھائے۔ شیخ نے بڑی مدت تک ان کا مطالعہ کیا اور کہا کہ ان لوگوں نے بہت مشقت کی مگر کوئی بات نہ پیدا کر سکے۔ بڑی تکلیف اٹھائی مگر کچھ نتیجہ نہ نکال سکے۔ پانی کی تلاش میں بہت گھومے مگر چشمے پر پہنچ نہ سکے۔ بہت کچھ راگ الاپے مگر طرب پیدا نہ کر سکے نا حکمات کو وجود میں لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے[1]۔

نعمان خیرالدین مشہور بہ ابن الالوسی البغدادی اپنی کتاب "جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین" (مطبوعہ بولاق مصر ۱۲۹۸ھ) میں کشف الظنون سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اخوان الصفا کے رسائل اصل میں قرامطہ کے مذہب پر مبنی ہیں یہ تیسری صدی کے بعد بنی بویہ کی دولت میں تصنیف کیے گئے۔ بعض لوگ انھیں حضرت جعفر الصادق کی طرف منسوب کرتے ہیں جو درست نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا مولف مسلمہ بن قاسم الاندلسی المجریطی (متوفی ۳۵۳ھ) ہے۔ ان رسالوں میں تصوف اور فلسفہ دونوں ملے ہوئے ہیں اور ایسی بحثیں ہیں جنھیں شرع کے پابند سننا نہیں چاہتے۔ کبھی ان سے شیعیت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آلوسی کے اس قول پر احمد زکی پاشا نے کافی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ رسالے مجریطی کی تالیف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مجریطی کہتا ہے کہ میں نے تمام مسائل شرح و بسط سے بیان کیے ہیں اور اخوان الصفا

[1] مقدمۂ احمد زکی پاشا۔

کہتے ہیں کہ ہم نے مسائل بیان کرنے میں "شبہ المدخل والمقدمات" یعنی اختصار کو مدّنظر رکھا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجریطی وہ پہلا شخص ہے جس نے اخوان الصفاء کو بلاد اندلس میں رایج کیا۔ کشف الظنون کی روایت سے صاف واضح ہے کہ مجریطی کے رسائل اور ہیں اور اخوان الصفاء کے رسائل اور۔ مجریطی نے صرف اخوان الصفا کا رنگ اختیار کیا ہے [1]

داعی ادریس کی روایت

داعی ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) مصنف عیون الاخبار لکھتے ہیں۔ کہ یہ رسایل ائمۂ مستورین کے دوسرے امام احمد بن عبداللہ کی تصنیف ہیں۔ یہ امام خلیفہ مامون (متوفی ۲۱۸) کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ فلسفے کے شایع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے عقیدوں میں لغزش پیدا ہو گئی ہے تو انھوں نے ایسے رسائل شایع کیے جن میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شریعت اور فلسفہ آپس میں متفق ہیں۔ انبیاء اور فلاسفہ دونوں کا مقصد ایک ہے۔ ہر فریق اپنے حالات زمانے کے مدنظر انسان کو ایسے راستے کی ہدایت کرتا ہے جو اسے آخرت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ غرضکہ امام احمد بن عبداللہ نے ایسے رسائل تیار کر کے مختلف مسجدوں میں اور کتب فروشوں کی دکانوں پر رکھوا دیے۔ ان کے مطالعے سے کئی مسلمانوں کے عقیدے پختہ ہو گئے۔ اور مامون یہ محسوس کر کے کہ زمانے کا امام برحق ابھی زندہ ہے اپنے ارادے سے باز آیا۔ فلسفے کی اشاعت سے اس کا یہ مقصد تھا کہ شریعت کسی طرح کمزور ہو جائے۔ بعض اسماعیلی بزرگوں کا یہ خیال ہے کہ چوتھے جز کے ساتویں رسالے میں "وقد انفذ ناالیك اخاً من اخواننا" [2] جو عبارت ہے اس میں مخاطب سے مراد مامون ہے۔ اسی روایت کے مطابق بعض

---

[1] - مقدمہ احمد زکی پاشا۔
[2] - رسائل $\frac{۴}{۲۴۲}$ مطبوعہ مصر۔

کے طبع شدہ نسخوں میں مصنف کا نام "الامام احمد بن عبداللہ" بتایا گیا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ علامہ زکی پاشا کتاب عیون الاخبار سے واقف نہ تھے اس لیے انھوں نے اس اسماعیلی روایت کو غیر معتبر ٹھیرایا ہے۔

داعی ادریس کی روایت کا ماخذ بہت ممکن ہے کہ "کتاب کنز الولد" ہو جو داعی مطلق ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ)[1] کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں بعض مقامات پر "قال الشخص الفاضل صاحب الرسائل" کے بعد کچھ عبارتیں اخوان الصفا کی نقل کی گئی ہیں۔ اس سے پہلے کسی داعی نے رسائل کا حوالہ نہیں دیا۔

روایت مذکورہ چند اسباب سے غور کے قابل ہے

روایات مذکورہ چند اسباب سے غور کے قابل ہے۔ پہلا یہ کہ ایک رسالے میں عربی کے مشہور شاعر متنبیؔ کے تین شعر بطور استشہاد پیش کیے گئے ہیں[2] جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ رسائل عام مورخین کے قول کے مطابق چوتھی صدی کے نصف آخر میں شائع کیے گئے۔ کیونکہ ۳۵۴ھ میں تو متنبیؔ نے وفات پائی نہ کہ ۲۱۸ھ سے پہلے جس طرح داعی ادریس نے روایت کی ہے۔[3] اس کا جواب داعی مذکور نے یہ دیا ہے کہ یہ اشعار کسی کاتب نے نقل کرتے وقت داخل کر دیے ہوں گے۔ یہ جواب کافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اشعار اخوان الصفا کی عبارت سے بہت پیوستہ ہیں۔ اور اشعار کا نقل کرنا

---

[1]- دور ستر کے دوسرے داعی مطلق۔

[2]- رسایل $\frac{4}{111}$ مطبوعہ مصر۔

[3]- مامون نے ۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ داعی ادریس کی روایت کے مطابق یہ رسایل ۲۱۸ھ سے پہلے کے ہونے چاہییں۔ فانبتھت الاخوۃ بعد ما قدا تھم ثلاث مائۃ سنۃ واربعۃ وخمسین یوماً من ایام الشمس بحساب القمر (ما سائل $\frac{3}{4}$) اس عبارت سے بھی پتا لگتا ہے کہ اخوان الصفا اتنی مدت تک مستور رہے اور پھر ظاہر ہوئے حالانکہ مہدی کے ظہور کی تاریخ ۲۹۶ھ ہے۔

اخوان الصفا کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ متعدد رسالوں میں عربی اور فارسی اشعار نقل کیے گئے ہیں مزید برآں متنبّی کے تین شعر ہر نسخے میں پائے جاتے ہیں۔ اگر در اصل کتاب میں نہ ہوتے تو بعض ایسے بھی نسخے ملتے جن میں یہ شعر نہ ہوتے۔

دوسرا یہ کہ اخوان الصفا نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ افلاک کی گردش قریب قریب بدل گئی ہے۔ اہل شر کی مدت قریب الختم ہے۔ اہل خیر کا دور ابھی شروع ہونے والا ہے[1] ایک نہیں بلکہ متعدد مقامات پر یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ ایک رسالے میں تو اپنی پیشین گوئی کی تائید میں یہ کہا ہے کہ ہم اپنے ظہور کا سال بلکہ مہینہ بھی بتا سکتے ہیں[2] اگر ۲۱۸ھ سے پہلے رسایل کی تاریخ مقرر کی جائے تو اس کے اور مہدی کے ظہور کی تاریخ کے درمیان جو ۲۹۷ھ ہے کم سے کم اسی سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔ پھر اخوان الصفا کے اس دعوے کے کیا معنی کہ تم ہمارے بھائیوں کو خوشخبری دو کہ اہل خیر کا ظہور قریب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مقام پر یہ کہا گیا ہے کہ دور الکشف قریب میں شروع ہونے والا ہے ہم اس کی خوشخبری دیتے ہیں۔ حالانکہ فاطمیین مصر کے عقیدے کے مطابق مہدی سے جو دور شروع ہوا وہ ظہور کا دور ہے نہ کہ کشف کا۔ دور کشف تو آخری زمانے میں قایم القیامہ شروع کریں گے جیسا کہ ہم فصل (۳۲) میں بیان کر چکے ہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر یہ رسالے مہدی کے جد امجد امام احمد بن عبداللہ کے ہوتے تو فاطمیین یا ان کے عہد کے داعی اپنی تصنیفوں میں ضرور ان کا حوالہ دیتے۔ کیونکہ متاخرین اسماعیلی ان رسالوں کو بہت بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ اور ان کا نام قرآن الائمہ رکھا ہے[3] اس لحاظ سے فاطمی خلافت کے متقدمین داعی بھی ضرور اس بات کی طرف توجہ دلاتے کہ ہمارے امام احمد نے

---

(۱) رسائل $\frac{۴}{۱۹۸ - ۱۹۹ - ۲۳۸}$ (۲) رسائل $\frac{۴}{۲۳۸}$

(۳) قرآن مجید کا نام قرآن الامہ رکھا گیا ہے (المسائل الیسفیہ)

جو ظہور کی خوشخبری دی تھی وہ سچی ثابت ہوئی اور ہمارے ائمہ خلق کی ہدایت کے لیے کہف تقیہ (یعنی پوشیدگی کے غار) سے باہر نکلے لیکن کسی امام یا داعی نے ان رسائل کا کچھ بھی حوالہ نہیں دیا۔ منصور اور معز کے قاضی نعمان بن محمد متوفی ۳۶۳ھ نے اپنی تاریخ شرح الاخبار میں اور معز کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن نے اپنی تصنیف سرائر النطقاء میں مامون کے زمانے کا وہ واقعہ لکھا ہے جو اس زمانے کے امام کے ایک داعی سے متعلق ہے۔ لیکن کتب مذکورہ میں نہ امام الزمان کا نام ہے اور نہ رسائل کا کوئی ذکر ہے حالانکہ ان کتابوں کی تصنیف رسائل کے تقریباً سوا سو سال بعد ہوئی۔ فاطمی خلافت کے زوال کے بعد یعنی رسائل شائع ہونے کے ساڑھے تین سو سال بعد متاخرین یمنی داعیوں میں سب سے پہلے جس نے رسائل کا حوالہ دیا ہے وہ داعی ابراہیم بن حسین الحامدی ہے جس کا سن وفات ۵۵۷ھ ہے۔ اس کے بعد متعدد داعیوں نے اپنی اپنی تصنیفوں میں رسائل کے حوالے دیے۔ چوتھا اہم سبب یہ ہے کہ اخوان الصفا کے چوتھے جز کے گیارھویں رسالے میں ایک روایت اس طرح درج ہے۔ ابو معشر جعفر بن محمد المنجم نے محمد بن موسیٰ الخوارزمی سے محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے یحییٰ بن منصور سے روایت کی ہے کہ میں (یحییٰ بن منصور) اور چند منجم مامون کے پاس پہنچے اور مامون کے پاس ایک جماعت حاضر تھی ۱؎ ان راویوں میں ابو معشر نے ۲۷۲ھ میں اور محمد بن موسیٰ نے ۲۵۹ھ میں وفات پائی ۲؎ داعی ادریس کی روایت کے مطابق رسائل اخوان الصفاء مامون کے زمانے میں شائع ہوئے یعنی ۲۱۸ھ سے پہلے ان کی اشاعت ہوئی کیونکہ ۸ ارجب ۲۱۸ھ میں مامون کا انتقال ہوا۔ خود اخوان الصفاء نے روایت مذکورۂ بالا ابو معشر سے

۵۱۔ رسائل $\frac{4}{325}$ (مطبوعۂ مصر)
۵۲۔ ابن خلکان $\frac{1}{112}$ - $\frac{2}{79}$ -

سے کی ہے جو بہت مشہور منجم ہے اور جس کا انتقال ۲۷۲ھ میں ہوا۔ اس حساب سے اگر ہم داعی ادریس کی روایت کو برقرار رکھیں تو تسلسل تواریخ حوادث میں غلطی واقع ہوتی ہے جس طرح اخوان الصفا نے ابومعشر کی حکایت سے پہلے "وقد ذکر افلاطون" کہا ہے۔ اسی طرح "وقد حکی لنا" ابومعشر کہا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابومعشر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس مقام پر اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ تمام ترپن رسالے جن میں رسالہ جامعہ بھی شامل ہے ایک ہی زمانے میں تالیف کیے گئے ہیں۔ کیونکہ اگلے رسالوں میں پچھلے رسالوں کا اور پچھلے رسالوں میں اگلے رسالوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

چوتھی صدی کے نصف آخر کے اسمٰعیلی قرامطہ نے شاید یہ رسالے تصنیف کیے ہوں

ان اعتراضوں پر غور کرنے کے بعد یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ان رسالوں کا شائع کرنے والا اسمٰعیلیوں کا وہ فرقہ ہوگا جو قرامطہ کے نام سے مشہور تھا اس فرقے کے افراد چوتھی صدی کے نصف آخر میں عراق اور شام میں موجود تھے۔ اسی وجہ سے یہ لوگ بصرے کے اخوان الصفا کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے اور فاطمیین مصر کے درمیان کئی لڑائیاں ہوئیں جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1]۔ ان کے ساتویں امام محمد بن اسمٰعیل عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے۔ ان کے چند افراد ممکن ہے کہ پوشیدہ امام کی نسل سے کسی امام کے ظہور کے منتظر ہوں جس کا نام انھوں نے قائم رکھا ہے۔ اس کی تائید اخوان الصفا کے اس بیان سے ہوتی ہے جس کا حوالہ ہم ابھی دیں گے۔

یہ رسالے خواہ بقول داعی ادریس ۳۱۵ھ سے پہلے شائع ہوئے ہوں یا عام مورخوں کے خیال کے موافق چوتھی صدی کے نصف آخر میں جبکہ بنی بویہ کی شیعی حکومت تھی تالیف کیے گئے ہوں اس امر میں شبہہ نہیں ہو سکتا کہ یہ اسمٰعیلیوں کا کام ہے۔ پروفیسر کاسانوا Casanova

[1] فصل ۴۱ (بنو فاطمہ اور قرامطہ کے درمیان لڑائی)

رسالہ جامعہ کا انکشاف نہ بھی کرتا تو دوسرے مطبوعہ رسائل اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ اسمٰعیلیوں کے افکار کے نتیجے ہیں۔ ہر زمانے میں ایک امام کا موجود ہونا خواہ وہ ظاہر ہو یا مستور۔ ایک ایسا عقیدہ ہے جو تمام شیعی فرقوں سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن ایک خاص انجمن کا قیام جو "دعوت" کہی جاتی ہے۔ اس کے حدود (ارکان) کی تنظیم۔ اس کے مختلف درجے جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1] دور الکشف اور دور الستر۔ عالم کے موجودات کا یونانی فلسفہ کے اصول کے مطابق وجود میں آنا اور ان کا مقابلہ حدود دعوت سے۔ یہ ایسے مسائل ہیں۔ جو صرف اسماعیلی فرقے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیعہ کے دوسرے فرقوں کو ان سے کوئی تعلق نہیں۔

علاوہ اس کے چوتھے جزء کے نویں رسالے میں یونانی حکماء کی چار عیدوں، عید ربیع، عید صیف، عید خریف اور عید شتا کا مقابلہ اسلامی شریعت کی چار عیدوں عید الفطر، عید الاضحیٰ، عید غدیر خم اور عید وفات نبی صلعم سے کیا گیا ہے۔ حضرت کے انتقال کے سبب وحی منقطع ہو گئی۔ اہل بیت پر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ دشمنوں نے ان کا حق چھین لیا۔ ان مصیبتوں کا خاتمہ واقعہ کربلا پر ہوا۔ ان مظالم کے باعث اخوان الصفا چھپ گئے۔ اور خلان الوفا کی دولت منقطع ہو گئی۔ پھر انشاء اللہ ہماری دولت فاطمیہ کا ظہور ہو گا۔ ہمارا پہلا قائم باطل کی حکومت کو مغلوب کر کے حق کی دولت کی بنیاد ڈالے گا۔ اس دن ہماری پہلی عید ہو گی۔ اس کے بعد ہمارا دوسرا قائم ظاہر ہو گا جس کے عہد میں حق کو پورا عروج ہو گا اور باطل مٹ جائے گا۔ یہ ہماری دوسری عید کہلائے گی۔ ہمارے تیسرے قائم کے دور میں پھر حق و باطل برابر کی قوت حاصل کرینگے۔ اور ایک دوسرے کا مقابلہ کرے گا۔ یہ عید تیسری ہو گی۔ چوتھے قائم کے زمانے میں حق بالکل مغلوب ہو جائے گا۔ اور باطل اس پر غلبہ پائے گا

[1] فصل ۳۳۔

یہ عید چوتھی ہو گی جس کا نام "عید حزن وکآبہ" ہو گا۔ اس روز پھر ہم اپنے تقیے اور پوشیدگی کے غار کی طرف لوٹ جائیں گے اور عوام کی نظروں سے چھپ جائیں گے۔ پھر ہم ایک مدت کے بعد ظاہر ہوں گے اور ہمارا پہلا قائم نکل کر حق کا جھنڈا بلند کرے گا۔ اسی طرح دور کشف اور دور ستر کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ یہی خدا کی سنت ہے جس میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہو گا[۱]۔ اسماعیلی علماء قائم اول سے مہدی۔ قائم دوم سے معز۔ قائم سوم سے مستنصر۔ قائم چہارم سے آمر مراد لیتے ہیں کیونکہ مہدی نے خلافت عباسیہ کا مقابلہ کر کے دولت فاطمیہ کی بنیاد ڈالی۔ معز کے زمانے میں اس خلافت کو عروج ہوا۔ مستنصر کے عہد سے زوال شروع ہو کر آمر پر خلافت ختم ہوئی[۲] اور اس کے ڈھائی سالہ لڑکے امام طیب کو مستور ہونا پڑا۔ بہر حال مذکورہ بالا امور اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ رسائل اسماعیلیوں کی تصنیف ہیں۔

الرسالۃ الجامعۃ رسالہ جامعہ کے نسخے اسماعیلیوں کے ہاں بکثرت موجود ہیں۔ عوام میں پہلا وہ شخص جس نے اس کا پتا لگایا پروفیسر کاسانوا (Casanova) ہے۔ اس رسالے کو اسماعیلی بہت اہم سمجھتے ہیں۔ یہ اس سے پہلے کے باون رسایل کا خلاصہ ہے اور اس میں ان کے مسائل کی کچھ تاویل بیان کی گئی ہے۔ پھر بھی اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ ہم اپنے اسرار تصریح سے بیان نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے پڑھنے والے کو پوری تشفی نہیں ہوتی۔ اس رسالے کی ابتدا میں پڑھنے والے سے سخت معاہدہ لیا گیا ہے۔

اخوان الصفاء کی حقیقت خود ان کی زبان سے۔ اخوان الصفاء کہتے ہیں کہ وہ ہم اہل عدل و ابناء حمد ہیں[۳] ہم اہل بیت رسول ہیں

---

[۱] ۔ رسایل ۴/۳۰۱-۳۱۰ ۔ [۲] ۔ الرسالۃ الوحیدۃ للداعی الحسین بن علی بن محمد بن الولید (متوفی ۶۶۷ھ) ۔ [۳] ۔ فصل ۳۳ (عہد الاولیاء) ۵۲ ۔ رسایل ۴/۱ ۔

ہم علم خدا کے خازن اور علم نبوت کے وارث ہیں[۱] ہمارا جوہر سماوی اور ہمارا عالم علوی ہے۔ ہمارے نفوس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ ہم میں اور دوسرے انسانوں میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے[۲] ہم دنیا میں ائمہ برحق ہیں۔ ہماری پیروی سے دنیا نجات پائے گی۔ ہمارا ہر فرد خدا کی وہ حجت ہے جو دنیا سے کبھی مرتفع نہیں ہوتی۔ ہمارا نسب[۳] کبھی منقطع نہ ہوگا۔ ہمارے مذہب میں[۴] دوسرے تمام مذاہب مستغرق ہیں[۵]۔

ہم ایک زمانے میں ظاہر تھے۔ ہماری حکومت کا سکہ جاری تھا۔ دشمنوں کے جور و ظلم کی وجہ سے ہم مخفی ہوگئے اور اپنے باپ آدم کے کہف تقیہ میں جاکر سو رہے تھے۔ اب چونکہ اہل شر کا دور ختم ہونے والا ہے۔ ہم جلد ظاہر ہونگے اور زمین کو عدل و انصاف سے آباد کریں گے۔ جیسے وہ اب ظلم و جور سے آباد ہے۔ اسی ظہور کی تمہید میں ہم نے یہ رسالے شائع کیے ہیں تاکہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور ہماری پیروی کریں۔ لوگوں نے شریعت کو ناپاک کر دیا۔ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم اسے پاک کریں اور لوگوں کو یہ بتائیں کہ شریعت حقیقت میں حکمت اور فلسفے پر مبنی ہے۔ اس لیے ہم نے علوم متداولہ کے ذریعے وجود نفس اور آخرت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر فن کے چند ابتدائی مسایل بطور "شبہ المدخل والمقدمات" بیان کیے ہیں۔ تاکہ تمام فنون سے لوگ ان کے ذریعے شریعت سے واقف ہوں۔ ہمارے رسائل چار اجزا پر مشتمل ہیں۔ ہر جز میں متعدد رسالے ہیں جن کی تعداد باون ہے ان تمام رسالوں کا خلاصہ ایک الگ رسالے

۱۔ رسایل $\frac{۴}{۳۰۷ - ۴ ۲۳}$ (مطبوعہ مصر)۔ ۲۔ رسایل $\frac{۴}{۲۱۵ - ۲۰۸ - ۲۰۹}$
۳۔ $\frac{۴}{۲۹۲ - ۴۰۶ - ۱۰۵}$ - ۴۔ فانتبہت الاخوۃ بعد رقد تھم ثلاث مائۃ سنۃ و اربعنا و خمسین یوماً من ایام الشمس بحجاب القمر (رسایل $\frac{۳}{۳۰۴}$)۔ رسائل $\frac{۴}{۸۵}$ -

نے جامعہ میں لکھا گیا ہے جو تریپنواں رسالہ ہے اور جس کا نام ہم نے جامعہ رکھا ہے۔ اس میں ہم نے اپنے مقاصد پر روشنی ڈالی ہے۔ ہمارے علوم چار قسم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ پہلی قسم کتب حکماء اور فلاسفہ ہیں۔ دوسری قسم کتب انبیاء تیسری قسم کتب الطبیعیۃ اور چوتھی قسم کتب الاہیۃ ہیں۔

اخوان الصفا کی انجمن اور اس کے درجے

ہماری انجمن میں ہر طبقے کے لوگ شامل ہیں جو متفرق شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ امراء۔ علماء۔ فقہاء۔ کاریگر اور عمال اس کے ارکان ہیں۔ ہر طبقے کی طرف ہم نے اپنا ایک منتخب بھائی اس کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ کل ارکان ان کے نفوس کی قوتوں کے لحاظ سے چار درجوں پر تقسیم کیے گئے ہیں۔ پہلے درجے میں جس میں قوت عاملہ ترقی پاتی ہے سولہ سال سے تیس سال تک کے نوجوان ہیں۔ جن کا نام ہم نے "ابرار رحماء" رکھا ہے۔ ان کا فریضہ ہے کہ مختلف صنعتیں سکھیں۔ دوسرے درجے میں جس میں قوت حکمت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اکتیس سال سے چالیس سال تک کے لوگ ہیں جنھیں ہم "اخیار فضلاء" کہتے ہیں۔ ان سرداروں کو چاہیے کہ اپنے ماتحتوں پر حکومت کریں۔ تیسرے درجے میں جس میں قوت ناموسیہ انتہا کو پہنچتی ہے اکتالیس سال سے پچاس سال تک تجربہ کار لوگ ہیں جن کا نام "فضلاء کرام" رکھا گیا ہے۔ یہ ملوک اور سلاطین کا درجہ ہے۔ چوتھے درجے میں جس میں قوت ملکیہ کو کمال حاصل ہوتا ہے اکاون سال سے زندگی کی آخری مدت تک کے لوگ ہیں۔ یہ فرشتوں کا درجہ ہے۔ اس میں آدمی اشیاء کی حقیقت کا مشاہدہ آنکھ سے کرنے لگتا ہے۔ کلام مجید کی آیہ کریمہ "یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" سے اشارہ اسی درجے کی طرف ہے[1]

اخوان الصفاء کے مذہبی سیاسی اجتماعی اخلاقی نظامات

اسمٰعیلی مذہبی نظام کے چند

(۱) رسائل $\frac{۴}{۲۲۲-۲۲۴}$ مطبوعہ مصر۔

اہم اصول اس کتاب کی فصل (۳۳) میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ ہم یہاں ان کی کچھ مزید تفصیل درج کرتے ہیں۔

مذہبی اور سیاسی نظام

روحانی اور جسمانی کل موجودات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایک ہے اور تمام صفات سے برتر و اعلیٰ ہے۔ اس کی ذات سے سب سے پہلے وہ موجود صادر ہوا جسے عقل اول کہتے ہیں جس طرح اعداد میں ایک سے دو صادر ہوتا ہے عقل اول خدا کا پہلا کلمہ ہے۔ جس کے ذریعے تمام دوسرے موجودات قائم ہیں عقل اول سے نفس کلیہ کا فیضان ہوا جسطرح دو سے تین کا عدد نکلتا ہے۔ اسیطرح تمام موجودات ایک دوسرے سے حسب ذیل پیدا ہوئے

ترتیب اعداد	ترتیب موجودات	اسباب ترتیب موجودات
۱	اللہ تعالیٰ	ایک سے پیشتر کوئی عدد نہیں۔ ایک تمام اعداد کا مبدء ہے۔
۲	عقل اول	عقل کی دو قسمیں ہیں۔ غریزی اور مکتسب۔
۳	نفس کلیہ	نفوس تین ہیں۔ نباتیہ۔ حیوانیہ۔ ناطقہ۔
۴	ہیولیٰ	ہیولی چار ہیں۔ ہیولیٰ اولیٰ۔ ہیولی کل۔ ہیولیٰ طبیعیہ۔ ہیولی صناعیہ۔
۵	طبیعت	طبیعتیں پانچ ہیں۔ حرارت۔ برودت۔ رطوبت۔ یبوست۔ طبیعت خامسہ (فلک)
۶	جسم کلی	جسم کی جہتیں چھ ہیں۔
۷	فلک	افلاک سات ہیں۔
۸	ارکان	ارکان کے مزاج آٹھ ہیں۔
۹	مولدات	مولدات کی نوعین نو ہیں۔
۱۰	(الف) معادن	
۱۱	(ب) نباتات	
۱۲	(ج) حیوانات	

اس مقام پر اخوان الصفا کہتے ہیں کہ یہ ترتیب حکما فیثا غورییین کی ہے جن کا فلسفہ یہ ہے کہ موجودات کی ترتیب اعداد کی طبیعت کے مطابق ہے۔ ہماری ترتیب اس سے اعلیٰ ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تمثیل عدد ایک سے بھی نہیں دیتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک اور اس کے بعد جتنے اعداد ہیں سب ایک غیر کے محتاج ہیں جو عادؔ (یعنی شمار کرنے والا) ہے۔ یعنی حقیقت میں اللہ تعالیٰ عاد ہے اور تمام مخلوقات معدودات ہیں جن میں عقل اول پہلا معدود ہے۔ جو عدد ایک کے مماثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک شمار کرنا بھی توحید میں خلل ڈالتا ہے۔ اسطرح بعض موقعوں پر اخوان الصفاء نے اپنی جدت بھی دکھائی ہے؀ ورنہ اکثر مسایل میں حکمائے یونان کی تقلید کی ہے۔ جیساکہ انھوں نے خود اعتراف کیا ہے۔

عقل۔ نفس۔ ہیولیٰ۔ طبیعت۔ یہ سب بسیط ہیں۔ طبیعت ایک قوت ہے نفس کلیہ کی قوتوں میں سے جو تمام عالم میں فلک محیط سے لے کر زمین کے مرکز تک پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ قوتیں آپس میں ایک دوسرے سے متصل اور مربوط ہیں۔ معدنیات کا آخری درجہ نباتات کے پہلے درجے سے متصل ہے۔ اسی طرح نباتات کا آخری درجہ حیوانات کے پہلے درجے سے ملا ہوا ہے اور حیوانات کا آخری درجہ انسان کے پہلے درجے سے مربوط ہے۔ انسان کا آخری درجہ ملائکہ کے پہلے درجے سے متعلق ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اخوان الصفاء کا نظریہ ڈاروِن کے نظریے کے موافق ہے؎ اخوان الصفاء کے ارتقا کے اصول نفس کی قوتوں

لہ۔ رسایل ۳ ۱۸۲-۲۱۰ قال فیثاغورث ان الباری تعٰلیٰ واحد لا کالاحاد ولا یدخل فی العدد ولا یدرک من جهة العقل ولا من جهة النفس فهو فوق الصفات الروحانية (ذکر الفلاسفة من کتاب الملل والنحل للشهرستانی)

؎۔ یہ لوگ دسویں صدی کے ڈاروِن کے مذہب کے اشخاص بیان کیے گیے ہیں۔ لیکن اس تشبیہ سے زیادہ کوئی تشبیہ غیر مناسب نہ ہوگی۔ ارتقا کا بیان زمانہ جدید کے اعتبار سے اخوان الصفا کی عقل سے بہت دور تھا۔ (فلسفہ اسلام ۷۲)

اور کمالات پر مبنی ہیں۔ نباتات میں نخل کو حیوان سے زیادہ قریب بتایا گیا ہے۔ حیوانات میں گھوڑا انسان سے زیادہ قریب شمار کیا گیا ہے۔ بخلاف ڈارون کے نظریے کے جس میں جسم کی ساخت اور شکل و شباہت اصل قرار دی گئی ہے اس نے بندر کو انسان سے بہت قریب بتایا ہے علاوہ اس کے اخوان الصفا نے کامل خلقت کے حیوانات کا ابتدا میں مٹی سے پیدا ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ آدم خط استوا کے تحت مٹی سے پیدا ہوئے[۱] یہ نظریہ ڈارون کے نظریے کے خلاف ہے۔

بہر حال نفس کلیہ سے لے کر جس کا تیسرا درجہ ہے موالید ثلثہ تک جو آخری مخلوقات ہیں ایک سلسلہ قایم ہے جس کا ہر تحتانی فرد فوقانی فرد سے متصل ہے۔ یہ سلسلہ اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے۔ مقصد اس سلسلے سے یہ ہے کہ اس کے افراد بتدریج ترقی پائیں۔ یعنی تمام قوتیں نفس کلیہ کے دائرے تک پہنچ جائیں اور نفس عقل کا درجہ حاصل کرے۔ ہر قوت میں جو نقصان پیدا ہو گیا ہے وہ دور ہو جائے اور اسے کمال حاصل ہو۔ ہر فوقانی فرد کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے تحتانی فرد کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرے۔ اور ہر تحتانی فرد کا فریضہ یہ ہے کہ وہ اس فیض کو قبول کرے۔ یہ سلسلہ نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ دنیا میں انبیا بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ انسان کو کمال حاصل ہو۔ اب اگر یہ نفس انسان خدا کی معرفت حاصل کرے گا اور اس کے احکام کے موافق عمل کرے گا تو قید جسمانیت اور دام طبیعت سے نجات پاکر اعلیٰ علیین یعنی عالم الافلاک کی طرف بلند ہو گا۔ جو اس

---

[۱] رسایل $\frac{2}{155}$ من الحیوانات ما قارب رتبتہ الانسانیۃ بصورۃ جسدہ مثل القرود ومنہا بالاخلاق النفسانیۃ کالفرس فی کثیر من اخلاقہ وکالطائر الانسی ایضاً ومثل الفیل فی ذکائہ وکالببغاء فی الاصوات وکالنحل اللطیف الصنائع (کیفیۃ صورۃ الحیوانیۃ مما تلی الانسانیۃ من الرسالۃ الثالثۃ من الجزء الثالث)

کے لیے جنت ہے۔ ورنہ اسفل سافلین یعنی معدنیات کے آخری
درجہ میں گرے گا جو اس کے لیے جہنم ہے۔ بارہا اور بے حد تکرار کے
ساتھ یہ کہا گیا ہے کہ جنت اور جہنم تمثیلی چیزیں ہیں جہنم حقیقت میں
دار الکون والفساد ہے اور جنت در عالم الافلاک والکواکب ہے[1]
عالم کے نمونے پر انسان پیدا کیا گیا ہے۔ گویا انسان ایک
عالم صغیر ہے۔ جس طرح خود عالم ایک انسان کبیر ہے۔ جتنی قوتیں
اس عالم میں پھیلی ہوئی ہیں وہ نفس کلیہ کی قوتیں ہیں جن سے مختلف
اعمال صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے اچھی قوتوں کا نام ملائکہ ہے۔
اور بری قوتیں شیاطین کہی جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے نفس غضبیہ شہوانیہ
کو شیطان اور نفس ناطقہ کو آدم کہا گیا ہے۔ یہی اصول آدم اور
ابلیس کے قصے کی تاویل میں اختیار کیا گیا ہے جس کی تفصیل گزر چکی
ہے[2] نفس کے ساتھ جسم اس لیے مربوط کیا گیا ہے کہ وہ اس کے
ذریعے کمال حاصل کرے۔ اس کی مثال جسم کے ساتھ ایسی ہے جیسی
راکب کی مثال سفینے کے ساتھ یا ساکن کی مثال مسکن کے ساتھ۔ جب
مسافر اپنی منزل کو پہنچ جائے گا تو اسے سفینے کی ضرورت نہیں رہیگی۔ لہذا بقدر
ضرورت جسم کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ ہمہ تن اہتمام نفس کی تہذیب ہونی چاہیے۔
موت جسم سے نفس کے جدا ہونے اور عالم ارواح میں داخل ہونے کا نام
ہے۔ جس طرح حیات رحم سے جنین کے جدا ہونے اور عالم دنیا میں
داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ جسم کی موت نفس کی پیدائش ہے۔ انسان کو
چاہیے کہ کمال حاصل کرے اور بشری طاقت کے موافق اپنے خالق سے مشابہت
پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہی فلسفے کی تعریف ہے۔
تہذیب نفس کے دو ذریعے ہیں۔ ایک شریعت اور دوسرا

---

[1] رسایل ۱/۹۲-۹۱۔ ناصر خسرو (روشنائی نامہ۔ زاد المسافرین) فصل ۳۲ (انحطاط نفوس عاصیہ صفحہ ۲۸-۵۵) ملاحظہ کیجیئے۔
[2] فصل ۳۲ (حضرت آدم اور انکی حقیقت) مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ جامعہ

فلسفہ۔ پہلا ذریعہ دوسرے ذریعے سے کہیں اچھا ہے۔[۱] ہم بندگان خدا کو آخرت کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہمارا اصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی قابلیت کے مطابق تعلیم دی جائے۔ ابتدائی درجے والے عام لوگوں کو مذہب کے صرف ظاہری مسایل سکھائے جائیں۔ متوسط درجے والوں کو عملی علم کی تلقین کی جائے۔ خاص بالغین کو حقایق اشیا سے آگاہ کیا جائے۔[۲] جو شخص طوفان طبیعت سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ اس سفینے میں سوار ہو جائے جسے ہمارے باپ نوح نے بنایا تھا تاکہ وہ ہیولی کے دریا کے بھنور سے نجات پائے۔ جو شخص بصیرت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ہمارے ساتھ دیکھے تاکہ اسے وہ ملکوت سماوات نظر آئے جو ہمارے باپ ابراہیم کو نظر آئی تھی[۳]

عالم کی ابتدا اور انتہا۔ نبوت۔ وصایت۔ امامت۔ دور ستر۔ دور کشف۔ نفوس مومنین کی ترقی۔ نفوس کفار کا تنزل۔ ان سب مسایل کے متعلق جو اخوان الصفاء کے عقاید ہیں وہ اس سے پہلے بیان کیے جا چکے ہیں[۴] شر کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ یہ ایک عارضی چیز ہے جو بغیر قصد کے پیدا ہو گئی ہے۔ عالم کے ابداع میں اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ مبدع حقیقی نے شر کو ہرگز نہیں پیدا کیا۔ وہ کسی سے برائی نہیں چاہتا۔ نہ وہ کسی پر ظلم کرتا ہے۔ اس کا منشا خیر کلی اور وجود محض ہے۔ اس لیے عقل کو کامل پیدا کیا۔ عقل سے نفس اور نفس سے

---

[۱] رسایل ۴/۱۶۲۔ [۲] ۴/۴۶-۴۷ ۔ یہ لوگ فطرت اور مذہب اور شریعت سے بالاتر ہیں" (بحیہ۔ ٹی۔ ڈی بوائر صفحہ ۶۵ ترجمہ اردو) (فی) استعمال احکام التنزیلات الظاهرة صلاح للمستعملین فی دنیاهم و فی معرفتهم اسرارها الخفیة صلاح لهم فی امر معادهم و آخرتهم (۴/۱۹۰)" اخوان الصفا کی حقیقت" جو اس فصل میں ابھی گزر چکی ہے۔
[۳] رسایل ۴/۸۵۔ [۴] فصل ۳۲ (علم حقیقت)

طبیعت نکلی اور طبیعت سے مولدات پیدا ہوئے۔ یعنی موجود اول موجود ثانی کا علت بنا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علت سے معلول ہمیشہ ناقص اور گھٹتا ہوا رہے گا۔ اب عقل چونکہ ہر طرح کامل ہے اور تمام بری صفتوں یعنی حسد تکبر وغیرہ سے پاک اور بری ہے اسلئے وہ یہ کوشش کرتی ہے کہ نفس کے نقصان کو دور کرے اور اسے اپنا سا کامل بنائے۔ نفس اپنی جگہ اس کوشش میں مصروف ہے کہ طبیعت کو ترقی کے زینے پر پہنچائے۔ اس لیے طبیعت کو چاہیے کہ نفس کا اور نفس کو چاہیے کہ عقل کا فیض قبول کرے۔ یعنی ہر مفضول کو چاہیے کہ وہ فاضل کے فیض کو قبول کرے اور اس کے درجے تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ مفضول کے اس کوشش میں قاصر رہنے کا نام شر ہے۔ پس شر مترادف ہے قصور۔ تخلف اور نقص کا۔ جب مفضول فاضل کے فیض کو پوری طرح سے قبول کرلے گا۔ اسوقت شر عالم سے بالکل اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد عالم جسمانی کے پیدا کرنے اور افلاک کی گردش سے یہی ہے۔[1]

خلاصہ یہ ہے کہ اخوان الصفا ایک عقلی انتخابی الٰہی شریعت پیش کرتے ہیں جو ایک جبلت روحانیہ ہے۔ جو منجانب نفس کلیہ کسی دور میں نفس جزئیہ سے جو جسد بشری میں ہو قوت عقلیہ کے ذریعے خدا کے حکم سے ظاہر ہوتی ہے تاکہ اس کی ہدایت سے دوسرے نفوس جزئیہ جو اجساد بشریہ میں ہیں نجات پائیں اور وہ ان کو خدا کی طرف جذب کرے۔[2]

اجتماعی نظام | اجتماعی نظام اخوان الصفاء کا اس اصول پر ہے کہ تمام بنی نوع انسان ایک ہی خدا کے

---

[1] - الجامعہ ۔۔ ۲-۳۲-۶-۳ -

[2] - رسائل $\frac{4}{182}$ -

بندے ہیں۔ گویا سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ایک کو دوسرے سے ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جیسا بھائی بھائی سے کرتا ہے۔ دولتمندوں کو چاہیے کہ وہ اپنی دولت سے فقیروں اور محتاجوں کی مدد کریں۔ اور عالموں کو چاہیے کہ وہ اپنے علوم و معارف سے جاہلوں کو بہرہ ور کریں۔ غرض کہ تمام لوگ آپس میں ایسا اتحاد پیدا کریں جس سے یہ ظاہر ہو کہ سب ایک ہی جسم کے اعضا ہیں۔ جن میں ہر عضو بغیر کسی احسان جتلانے کے دوسرے عضو کی خدمت کرتا ہے[1] عالم ایک انسان کبیر ہے جس میں نفس کلیہ کی قوتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان قوتوں کو آپس میں متحد ہو کر ایسی مجموعی طاقت حاصل کرنی چاہیے جس کے ذریعے وہ عقل کے دربار میں باریابی حاصل کریں۔ جو باری تعالیٰ کا اصل مقصد ہے۔

اخلاقی نظام

اخلاقی نظام زہد۔ تقویٰ۔ پرہیزگاری۔ اور ریاضت پر ہے۔ ہر شخص کو کمال حاصل کرنے میں اجتہاد کرنا چاہیے۔ اس نکتے پر بہت زور دے کر یہ کہا گیا ہے کہ اجتہاد کا ترک کرنا گناہ ہے۔ ہر شخص اپنے عمل میں آزاد ہے۔ عقل کی روشنی میں اسے عمل کرنا چاہیے۔ اور اسی طرح کا عمل مدح کے لائق ہے۔ جس نے اجتہاد کیا اور اس سے ایسا فعل صادر ہوا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ تعریف کا سزاوار ہے۔ اور جس نے اجتہاد کیا لیکن اس سے ایسا فعل صادر ہوا جس سے وہ روکا گیا تھا وہ معافی اور بخشش کا مستحق ہے۔ کیونکہ اس نے اپنے اجتہاد سے کام لیا۔ بندہ اسی فعل پر سزا کا مستحق ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے ضمیر کے خلاف کام کرتا ہے[2] خلوص۔ ایمانداری اور اجتہاد کی بہت نصیحت کی گئی ہے۔ اکمل با اخلاق انسان وہ ہے جو مشرقی ایرانی کی نسل سے ہو۔ عربی دین رکھتا ہو یرانیوں کا ساز و فہم ہو۔ چال چلن میں مسیح کے پیرؤوں کا سا ہو۔ خلق، زہد اور ورع میں مثل شامی درویشیوں (ابدالوں) کے ہو۔ اہل یونان کیطرح علوم سے باخبر ہو اہل ہنود کی طرح

---

[1] رسائل $\frac{1}{131}$ ۔ [2] رسائل $\frac{4}{53-181}$ ۔

کشف اسرار پر قدرت رکھتا ہو۔ اور بالآخر خصوصیت کے ساتھ اس کی کل روحانی زندگی صوفی کی سی ہو۔ رسائل میں جا بجا سیاست کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اخوان الصفا کا مقصد اصل میں سیاسی تھا۔ لیکن یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مذہبی تحریک جب ابتدائی درجے سے گزر کر ترقی کے زینے پر پہنچتی ہے تو سیاسی بن جاتی ہے۔ اسلام میں مذہب اور سیاست دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔

رسایل پر تنقید اور ان کا اثر

اخوان الصفا نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مذہب کی عمارت کو فلسفے کی بنیاد پر قایم کریں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ان علوم وفنون کے مسایل پر بحث کی جو اس زمانے میں رائج تھے۔ اور ان کے ذریعے شریعت کو با حکمت ثابت کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ بعض مسایل زمانۂ حال کے جدید انکشافات کی روشنی میں غلط ثابت ہوئے۔ مثلاً جہاں انھوں نے موجودات کی ترتیب بیان کی ہے وہاں افلاک اور کواکب سیارہ کو ساتواں موجود بتایا ہے۔ اور اس پر یہ دلیل قایم کی ہے کہ چونکہ کواکب سیارہ سات ہیں، اس لیے ان کا اور ان کے افلاک کا درجہ موجودات میں ساتواں ہے[1]۔ حالانکہ چند نئے سیاروں کا انکشاف ہو چکا ہے۔ اور ممکن ہے کہ اور سیارے بھی آہستہ آہستہ منکشف ہوں۔ لہٰذا اب افلاک کا وہ درجہ نہیں رہتا جو انھوں نے بتایا ہے۔ زمین کو بطلیموس کے نظام کے موافق ساکن مانا ہے[2]۔ حالانکہ علاوہ

[1] الرسالۃ الجامعہ (متعدد مقامات پر)۔ [2] والخامسۃ من الریاضیات رسالۃ فی جغرافیا۔ ھذہ کلمۃ معربۃ وانما ھی جغرافی بمعنی البلاد والقصد منہا صورۃ الارض وما علیہا من الجبال والمدن وقد ذکرنا ما قالت الحکماء واھل العلم من حال وقوفہا فی وسط الہواء بجمیع ما علیہا وکیفیۃ مکانہا ومستقرہا فکانت اقاویل مختلفۃ والذی اتفق علیہا اھل العلم ووافق۔

دوسری دلیلوں کے فوکالٹ پنڈیولم کے ذریعے ہم زمین کی حرکت کے اثر کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ کواکب میں صرف چاند کے جرم کو تاریک بتایا گیا ہے[۱]۔ لیکن دوربین کی مدد سے دوسرے سیاروں عطارد۔ زہرہ وغیرہ کے اجرام بھی چاند کی طرح تاریک نظر آتے ہیں۔

بعض موقعوں پر اخوان الصفا کی تعلیم میں تضاد و تناقض پایا جاتا ہے۔ عام طور پر تعلیم دیجاتی ہے کہ انسان کو اجتہاد کرنا چاہیے اور دین و دنیا میں اپنی کامیابی کے اسباب پیدا کرنے چاہیں۔ اور ایک مقام پر یہ کہا جاتا ہے کہ تمام حوادث جو فلک قمر کے نیچے واقع ہوتے ہیں وہ سب کواکب کے اثرات سے ہوتے ہیں۔ خوش قسمتی اور بدقسمتی انھی اثرات کے نتیجے ہیں[۲]۔ بعض باتیں جو محض اتفاقی ہیں ان کو اخوان الصفا نے حقیقت کے پیرائے میں ظاہر کرکے ان سے عجیب عجیب استدلال کیا ہے۔ چنانچہ حروف تہجی کی تعداد اٹھائیس ہے۔ اس تعداد کا مقابلہ چاند کی منزلوں۔ انسان کی انگلیوں کے جوڑوں۔ پیٹھ کے مہروں وغیرہ میں بھی ملایا گیا ہے[۳]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ کما ای اخوا ننا ایدھم اللہ ھو قول الذی قال انھا واقفۃ فی الھواء فی الموضع اللائق بھا .... فھذا القول اصح مایحتمل علیہ الانسان من ھذا الباب فانھا اعنی الارض حیۃ متحرکۃ بما علیھا تشبۃ بجملتھا صورۃ حیوان واحد تام الخلقۃ (الرسالۃ الجامعۃ صفحہ ۸۰) جغرافیہ اصل میں یونانی لفظ ہے۔ "جیو" بمعنی زمین اور "گرافوس" بمعنی لکھا ہوا یا لکھنا یا لکھنے والا ہے۔ اخوان الصفا کا قول کہ جغرافیا اصل میں جھرافی بمعنی دولاب ہے غور طلب ہے۔

۱۔ رسائل $\frac{۲}{۳۷}$ ۔ ۲۔ رسایل $\frac{۴}{۳۶}$ ۔

۳۔ منھا اربعۃ عشر خرزۃ فی اسفل الصلب واربعۃ عشر فی اعلاہ (رسایل $\frac{۳}{۳۵۶}$) پیٹھ کے مہروں کا ۲۸ ہونا بھی تحقیق طلب ہے۔

مسائل کے مطالعہ کرنے والے کو ایک دقت یہ ہوتی ہے کہ مضمون کا مطلب واضح طور پر سمجھ میں نہیں آتا۔ بارہا اخوان الصفا یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے راز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ تصریح کرنا ہم ناجائز سمجھتے ہیں۔ رسالہ جامعہ میں بھی انھوں نے اسی اصول پر عمل کیا ہے۔ صرف چند مسائل کی تاویل کی ہے[1] قطع نظر ان چند جزئی امور کے ثبوت نفس۔ اس کی مختلف قوتیں اور اس کے گوناگوں افعال کے بیان میں یہ رسائل ایک بہترین کتاب ہیں جس کی نظیر شاید ہی مل سکے۔ آخرت کی طرف شوق دلانے والی نصیحتیں جس موثر پیرائے میں کی گئی ہیں وہ حقیقت میں تعریف کے قابل ہے۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ ایسے مشکل فلسفیانہ مسائل نہایت فصیح سلیس۔ عام فہم عبارت میں بیان کیے گئے ہیں۔[2]

چونکہ اخوان الصفا نے اکثر مسائل اسماعیلی عقاید کی روشنی میں پیش کیے ہیں اس لیے ان کے رسایل کو عام مسلمانوں میں زیادہ مقبولیت نہ ہو سکی۔ جرمن مستشرق ٹی۔ جے۔ ڈی بوائر کہتا ہے کہ "اس طرح فلسفے اور مذہب میں مصالحت پیدا کرنے سے کوئی بھی رضامند نہ ہوا۔ متکلمین اس لیے ان کی تحقیر کرتے تھے کہ اخوان الصفا کی قرآن کی تفسیر ان کو پسند نہ تھی۔ جیسے ہمارے زمانے کے علمائے مسیحی کونٹ ٹولسٹائی[3] کی شرح کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور خالص ارسطاطالیسی فلسفے کے ماہرین ان کے دائرۃ العلوم کی فیثاغورثی افلاطونی میلان کو اسی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ زمانہ موجودہ میں کوئی فلسفے کا معلم روحانیت یا اسرار مخفی یا اس قسم کے آثار کو بری نظر سے دیکھتا ہے۔ لیکن بصرہ کے اخوان الصفا کی تحریرات اور خیالات نے تعلیم یافتہ

---

[1] مثلاً آدم کے قصے اور جن وغیرہ کی تاویل (الرسالۃ الجامعہ ۴۸-۵۵)

[2] مقدمہ ڈاکٹر طہٰ حسین، صفحہ ۱۵ (المطبعۃ العربیہ بمصر)

[3] Count Tolstoi.

اشخاص پر بہت اثر کیا۔ اس اثر کا ایک ہی ثبوت کیا کم ہے کہ رسایل کے متعدد نسخے ملتے ہیں حالانکہ یہ کتاب طولانی ہے۔ اکثر فرق اسلام میں مثل فرقہ باطنیہ و اسماعیلیہ و حشیشیین و دروزیین اور ایسے ہی نام کے فرقے تقریباً ایسے ہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

"یونانی حکمت نے اس صورت سے مشرق میں عام قبولیت پیدا کی۔ سب سے بڑا مذہبی عالم غزالی اخوان الصفا کی دانش سے بے توجہی کرنے کے لیے آمادہ تھا۔ لیکن اخوان الصفا کے عام پسند فلسفے سے اقتباس کرنے میں اس نے بھی کوتاہی نہ کی۔ شاید غزالی نے اس سے زیادہ اس فلسفے سے اخذ کیا ہے جس کے اقرار کرنے کی اسے پروا نہیں۔ رسائل سے اور لوگوں نے بھی کام لیا ہے۔ ابتک اس کا اثر اسلامی مشرق میں جاری ہے۔ بغداد میں سنہ ۵۱۱ھ میں اخوان الصفا کے رسائل ابن سینا کی تصانیف کے ساتھ جلا دیے گئے تو اس سے کیا ہوتا تھا۔"[1]

[1] ماخوذ از ترجمہ فلسفہ اسلام (جامعۂ عثمانیہ)

فصل (۳۵)

اگلے یا قدیم اسماعیلیوں کے عقائد اور ان کی اصلیت اور ماخذ

(۱) اسماعیلی عقاید

جو شخص اسمٰعیلیوں کے عقیدے جاننا چاہتا ہے اسے پہلے فصول (۳۲، ۳۳ اور ۳۴) کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس سے کئی عقیدے معلوم ہو جائیں گے۔ علاوہ اس کے ایک اسمٰعیلی داعی مطلق علی بن محمد بن الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے اس موضوع پر ایک خاص کتاب "تاج العقاید" لکھی ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ حال ہی میں مستشرق ایوانو (Ivanow) نے شائع کیا ہے[1]۔ اس میں سو عقیدے درج کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ہم یہاں چند اہم مسائل کے متعلق اسمٰعیلیوں کے عقیدے بیان کریں گے۔

[1] ۔ فہرست ماخذ "تاریخ فاطمیین مصر"۔

توحید اور رسالت

مبدع سبحانہ تعالیٰ ایک ہے اور وہ کسی صفت یا نعت سے موصوف و منعوت نہیں کیا جا سکتا۔

اسے کسی صفت سے موصوف کرنا گویا اس کی ذات میں کثرت ثابت کرنا ہے جو شرک کا مترادف ہے۔ اس مسئلے میں اسمٰعیلیوں کی یہ دلیل ہے کہ اگر ہم مبدع پر صانع کا لفظ اطلاق کریں تو صانع اس بات کا مقتضی ہوگا کہ اس کے ساتھ صنعت اور مصنوع دونوں ہوں۔ اسی طرح اگر ہم اسے قادر کہیں تو لفظ قادر یہ چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ قدرت اور مقدور علیہ کا بھی تصور ہو۔ یہی حالت تمام صفات اور نعوت کی ہے۔ ایک چیز کے ثابت کرنے سے دوسری اور دو چیزیں بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاتی ہیں۔ سب مل کر تین ہو جاتے ہیں جس سے بجائے توحید کے تثلیث لازم آتی ہے۔ اس سے مبدع سبحانہ و تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے۔ اس مسئلے کے متعلق حضرت امام باقرؑ سے روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ عالم ہے۔ لیکن اس معنے سے کہ وہ جسے چاہتا ہے اسے علم کی دولت بخش کر عالم بناتا ہے۔ نہ اس معنی سے کہ خود علم اس کی ذات میں قائم ہے۔ بے شک وہ قادر ہے لیکن اس معنی سے کہ وہ اپنے بندوں کو قدرت عطا فرما کر قادر بناتا ہے نہ اس معنے سے کہ قدرت اس کی ذات میں قائم ہے۔" یہی مذہب معتزلہ اور حکماء کا بھی ہے[1]۔

---

[1] ان الباطنیۃ القدیمۃ قد خلطوا کلامھم ببعض کلام الفلاسفۃ وصنفوا کتبھم علی ذلک المنھاج فقالوا فی الباری تعالیٰ انا لا نقول ھو موجود ولا لا موجود ولا عالم .... فان الاثبات الحقیقی یقتضی شرکۃ بینہ وبین سائر الموجودات (شہرستانی ۹۰)

اسمٰعیلی توحید کے مسئلے میں باری تعؐ کی ذات پر لفظ "واحد" کا اطلاق کرنا بھی اس کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اخوان الصفا کے ایک رسالے میں یہ لکھا ہے کہ "حکماء فیثاغوریین باری تعؐ کا مقابلہ عدد واحد سے کرتے ہیں"۔ لیکن ہم اس کی ذات کو اس سے بھی منزہ سمجھتے ہیں۔ ہم باری تعؐ کو عادّ (یعنی شمار کرنے والا) کہتے ہیں۔ واحد تو معدود ات میں شامل ہے جو اس کی مخلوقات ہیں لہ

تمام صفات حقیقت میں اس مبدع اول پر واقع ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ اور جس کا دوسرا نام عقل اول یا امر یا کلمہ ٢ہے۔ عالم جسمانی میں یہ صفات امام پر صادق آتی ہیں کیونکہ وہ عقل اول کے مقابلے میں قائم ہے۔

عقل اول سے نو عقول کا صادر ہونا، دس افلاک کا بننا، صاحب جثہ ابداعیہ کی پیدایش اور سات ناطقوں یعنی انبیاء مرسلین کے قیام وغیرہ کی کیفیت فصل (۳۲) میں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے۔ اسماعیلی ساتویں عدد کو "کامل" ہونے کی وجہ سے ایک پراسرار عدد سمجھتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں اس عدد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی لیے ان کے اور ناموں میں "فرقہ سبعیہ" بھی شامل ہے۔

لہ۔ رسالۃ المبادی العقلیۃ علی رای اخوان الصفا من الجزء الثالث و قول فیثاغورث فی الالٰہیات ان الباری تعالی واحدٌ لا کالآحاد و لا یدخل فی العدد و لا یدرک من جہۃ العقل و لا من جہۃ النفس (الشہرستانی فی ذکر الحکماء الیونانیین)۔

٢ه The Logos of the Alexandrian Philosophers. The "eternal word" called sphota which is the true cause of the world is in fact Brahman (Max Muller, The Six Systems of Indian Philosophy, p. 399).

یہ لوگ کہتے ہیں کہ عالم کے مختلف نظاموں میں سات کو بڑا دخل ہے۔ چنانچہ آسمان، زمینیں، کواکب سیارہ، دریا، جہنم کے طبقے، قرآن مجید کی قرأتیں، سورہ فاتحہ کی آیتیں، انسان کے چہرے کے منافذ، گردن کے مہرے، ہفتے کے دن، بیت اللہ کے طواف وغیرہ یہ سب سات سات ہیں۔ اسی طرح انبیاء مرسلین جنھیں اسماعیلی نطقا کہتے ہیں ان کے ادوار بھی سات ہیں[1]۔ ہر ناطق کا ایک قایم مقام ہوتا ہے جو صامت کہا جاتا ہے۔ یہ علم باطن کا وارث ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے نام وصی، اساس، اور سوس بھی ہیں[2]۔ نبی مرسل کو ناطق اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ آیہ کریمہ "ھذا کتابنا ینطق علیکم بالحق" کے موافق ایک نئی کتاب اور شریعت خدا کی طرف سے لاتا ہے۔ وصی کو صامت اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تاویل بیان کرتا ہے۔ ظاہر کے بارے میں خاموشی اختیار کرتا ہے یعنی ظاہر نہیں بیان کرتا[3]۔

مذکورہ بالا اصول کے مطابق اسماعیلیوں کے نزدیک سات ناطق گزرے۔ پہلے ناطق حضرت آدم تھے جنھوں نے خدا کے حکم سے ایک نئی شریعت وضع کی۔ ان کے بعد حضرت نوح مبعوث ہوئے جنھوں نے حضرت آدم کی شریعت کو منسوخ کر کے ایک دوسری نئی شریعت پیش کی۔ اسی طرح برابر نطقا آتے رہے۔ ہر ناطق اپنے پیش رو کی شریعت کو منسوخ کر کے خاص اپنی شریعت کی تعلیم دیتا رہا۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلعم نے گزشتہ انبیا کی تمام شریعتوں کو منسوخ کر کے ایک جدید شریعت وضع کی۔ آپ نے اپنی وفات سے پہلے

---

[1] - اکثر اسماعیلی کتابوں میں۔ شہرستانی نے بھی اس قول کو نقل کیا ہے۔ (الملل والنحل ۹۱)۔

[2] - سوس کے معنی جڑ ہیں۔ تاویل تنزیل کی جڑ ہے۔

[3] - الناطق فی عصرالرسالۃ ھو الرسول والصامت اساس شریعتہ و صاحب تاویلہ فالرسول ینطق بالظاہر والاساس صامت عنہ ہو للباطن (اساس التاویل فی ذکر آدم)

حضرت علیؓ پر نص کی۔ حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنا جانشین بنایا۔

امام معز کی دعاؤں میں ظاہری شریعتوں کے معطل ہونے کی مفصل کیفیت [1]

یہ سلسلہ لگاتار امام محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق تک پہنچا جو ساتویں ناطق اور ساتویں رسول ہیں اور جنھوں نے رسول اللہ صلعم کی شریعت کے ظاہر کو معطل کر کے باطن کو کشف کیا اور عالم الطبائع کو ختم کیا۔ یہی مہدی ہیں جن کے ذریعے زمین عدل و انصاف سے آباد ہوگی جس طرح ان سے پہلے ظلم و جور سے معمور تھی۔ یہی یوم آخر ہیں۔ یہی قائم القیامہ ہیں۔ انھی کی طاعت میں نجات اور مخالفت میں ہلاکی ہے۔

ناطقوں کے مبعوث ہونے اور ان کی شریعتوں کے منسوخ ہونے کے متعلق جو کچھ ہم نے ابھی بیان کیا ہے اس کا حوالہ عام تاریخوں میں پایا جاتا ہے [2] اس کی تصدیق فاطمیین مصر کے سب سے مشہور امام معز

---

[1] یہ دعائیں بہت اہم ہیں۔ کیونکہ امام موصوف نے جو کچھ ان میں کہا ہے وہ ان کا عقیدہ ہے جس طرح وہ خود کہتے ہیں :۔ "وانا اعتقد انک ولی مابی وما ھو فی العالم من نعمتہ" (دعاء یوم الخمیس) دعا میں بندہ خلوص کے ساتھ معبود کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جو کچھ اپنے دل میں ہے کہ دیتا ہے۔ اسماعیلیت کی حقیقت سمجھنے کے لیے ان دعاؤں سے بڑھکر کوئی معتبر اور مستند حوالے کی ضرورت نہیں۔ اس کی تائید بعد میں آنے والے داعیوں سے ہوتی ہے۔ [2]۔ حتی یقوم النبی السابع من النطقاء فینسخ جمیع الشرائع التی کانت قبلہ ویکون صاحب الزمان الاخیر فکان اول ھولاء النطقاء آدم .... والسابع من النطقاء ھو صاحب الزمان وعند ھولاء الاسماعیلیۃ انہ محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق وانہ الذی انتھی الیہ علم الاولین وقام بعلم بواطن الامور وکشفھا (مقریزی ۲/۲۳۰-۲۳۱) وجب ان یکون فی ھذا العالم عقل

(متوفی ۳۶۵ھ) کی دعاؤں سے ہوتی ہے۔ ان دعاؤں کو اسماعیلی بہت معتبر اور متبرک سمجھتے ہیں یہ دعائیں تعداد میں سات ہیں۔ ہر دن کے لیے ایک دعا خاص ہے جس میں ایک ناطق اور اس کے وصی اور ائمہ کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ پہلی دعا یکشنبہ کی ہے جس میں حضرت آدم کا ذکر ہے۔ اسی طرح سلسلے سے سات دعاؤں میں سات ناطقوں اور ان کے حدود کے نام ہیں۔ آخری دعا شنبہ کی ہے جس میں امام محمد بن اسماعیل کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ساتویں امام ہونے کے علاوہ ساتویں وصی۔ ساتویں ناطق اور ساتویں رسول بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیام سے "عالم الطبائع" کو ختم اور (حضرت) محمد (صلعم) کی شریعت کے ظاہر کو معطل کیا۔ امام معز کی دعاؤں کی اصل عبارت یہ ہے:۔

اللھم صل علی ابینا آدم .... وعلی بابہ ووصیہ شیث بن آدم وعلی ائمۃ دورہ وھم ستۃ الحدود وکل ذی حدود وذلک ان لکل ناطق فی دورہ ستۃ حدود السابع یعود کھو وھم[۱] .... وصل علی رسولک نوح الذی شرفتہ .... وعطلت بہ ظاھر شریعۃ آدم وجعلتہ ثانی النطقاء کما قلت فقضاھن سبع سموات .... وصل علی سیدنا محمد نبی الرحمۃ .... الذی شرفتہ وکرمتہ وعطلت بہ ظاھر شریعۃ عیسیٰ .... وصل علی بابہ ووصیہ علی بن ابی طالب وعلی ائمۃ دورہ الستۃ الحسن والحسین

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ متشخص یسمونہ الناطق وھو النبی، ونفس متشخصۃ وھو الوصی ..... فی کل زمان دائرا علی سبعۃ سبعۃ حتی ینتھی الی الدور الاخیر ویدخل زمان القیامۃ وترتفع التکالیف وتضمحل السنن والشرائع (شہرستانی ۹۰-۹۱)۔ [۱]۔ انوش بن شیث وقینان بن انوش ومھلائیل بن قینان واخنوخ بن مھلائیل وھو ادریس النبی ومتوشلخ بن اخنوخ ولامخ بن متوشلخ (دعاء یوم الاحد من ادعیۃ الامام المعز)۔

وصل علی القائم .... و اسماعیل (الصادق) و جعفر و محمد و علی
بالحق الناطق بالصدق التاسع من جده و الرسول الثامن من
ابیه الکوثر السابع من آبائه الائمۃ سابع الرسل من آدم و سابع
الاوصیاء من شیث و سابع الائمۃ من آله البورۃ کما قلت
خلقنا السموات و الارض فی ستۃ ایام سواء للسائلین ثم
استوی الی السماء و هو استواء امر النطقاء بالسابع القائم
کما ذکرناہ آنفاً الذی شرفته و عظمته و کرمته و ختمت به عالم
الطبائع و عطلت بقیامه ظاهر شریعۃ محمد صلعم و تملأ به الارض
عدلاً و قسطاً کما ملئت جوراً و ظلماً کما اخبر عنه نبیک حین قال
المهدی منا .... و هو یوم القیامۃ و البعث ....
المهدی باللہ .... وصل علی خلفائه الراشدین الذین
یقضون بالحق و به یعدلون۔ اللهم انسهم نکت صلاحاً و فلاحاً
و اعنهم علی اعز از ما اسرو ہ من الحق المبین۔

سات رسولوں، سات وصیوں اور سات اماموں کی تفصیل اس طرح بتائی گئی ہے:-

رسول (ناطق)	—	وصی (صامت)	سات ائمہ (حدود) جنمیں ساتواں امام ناطق ہوتا ہے
۱) حضرت آدم	—	حضرت شیث	چھ ائمہ + حضرت نوح (ناطق دوم)
۲) حضرت نوح	—	حضرت سام	چھ ائمہ + حضرت ابراہیم (ناطق سوم)
۳) حضرت ابراہیم	—	حضرت اسماعیل	چھ ائمہ + حضرت موسیٰ (ناطق چہارم)
۴) حضرت موسیٰ	—	حضرت ہارون	چھ ائمہ + حضرت عیسیٰ (ناطق پنجم)
۵) حضرت عیسیٰ	—	حضرت شمعون	چھ ائمہ + حضرت محمد صلعم (ناطق ششم)
۶) حضرت محمد صلعم	—	حضرت علی	چھ ائمہ + حضرت محمد بن اسمٰعیل (ناطق ہفتم)
۷) حضرت محمد بن اسماعیل[1]	—	"	

[1] - ادعیۃ الایام السبعۃ لمولانا الامام المعز۔ ان دعاؤں کے متعدد نسخے ملتے ہیں۔

باب الابواب جعفر بن منصور الیمن نے جو امام معز کے ہم عصر اور داعی الدعاۃ قاضی القضاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) کے مولی ہیں اپنی متعدد تصنیفوں میں سات اماموں کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً:

(۱) واما ما نصّہ التوراۃ ان طول السفینۃ ثلث مائۃ ذراع وعرضہا ستون ذراعاً فاشار ان دعوۃ الائمۃ لا تنقطع الا بعد ثلاثین اماماً منہم خمسۃ عشر قائمین بظاہرہا وخمسۃ عشر داعین الی باطنہا ویبشرون الخلق بمن یاتی بنسخہا واظہار شریعۃ غیرہا وانما اقتصرنا علی ستۃ ائمہ وان السابع ھو القائم بتبدیل الشریعۃ لمن عرف ذلک وعقلہ[۱]

(۲) الناطق السابع ھو المہدی والتسعۃ عشر ملکاً ھم حدودہ الذین ملکوا ازمۃ دعوتہ الباطنۃ وانکروا الظاہر والعمل بہ وجعلوہ ھباءً منثوراً[۲]

(۳) انا نقول ان الادوار ستۃ اولہا دور آدم..... والدور السادس دور محمد واساسہ امیر المومنین وستۃ ائمۃ اولہم الحسن والحسین وعلی ومحمد وجعفر واسماعیل والدور السابع دور القائم محمد بن اسماعیل وخلفاؤہ سابعہم المہدی یختم بہ الدنیا وتنفتح الآخرۃ۔[۳]

(۴) وسابع النطقاء ھو متم دور المصطفی[۴]

(۵) نسخ نوح۔ اتی ابراہیم بباطن شریعتہ۔ ولرسول اللہ ستۃ ائمۃ من المتممین۔ تمام العدد بالسابع محمد بن اسماعیل۔ تزرعون سبع سنین۔ اخذت الجنۃ ورمی ظاہرہا وھو التبن طعاماً للبہائم ظاہرھم فتہم یاول لشیعتہم وباطن علم التحقیق للمحق العارف[۵]

(۶) فازرعوھا ست سنین وذروھا فی السنۃ السابعۃ
.... عنی بہ موسیٰ ان الستۃ القائمین بعدی ھم للامۃ

---

[۱] سرائر النطقاء صفحہ ۹۵۔ [۲] تاویل الزکوٰۃ ۱۷۔۹۷۔ [۳] کتاب الادلۃ والشواہد فی آخر کتاب الفرائض وحدود الدین۔ [۴] الفترات والقرانات صفحہ ۳۔ [۵] الفترات۔

کالموالی والامة لهم کالعبید فاذا ظهر السابع وجب علیهم طاعته وترک الامر الاول الذی قامت الشریعة بہا......
واذا تم لمحمد بن اسمٰعیل سبعة ائمة وثمان خلفاء فعلیکم ستر ریاستکم وهم الذین نطق بهم الکتاب فی قصة هود بانه سخرها علیهم سبع لیال وثمانیه ایام.......... وکذلک بعد تمام هؤلاء الائمة السبعة والخلفاء الثمانیه یتم امر محمد الجسمانی وینفتح الدور الروحانی [1]

اسماعیلیوں کی کتابوں میں ظاہری شریعت کی تعطیل کے متعدد حوالے ملتے ہیں۔ ہم نے طوالت کے خوف سے صرف چند حوالے دیے ہیں۔ امام معز کی دعا میں جو تعطیل کا لفظ ہے اس کے معنی تبدیل و نسخ ہیں جیساکہ جعفر بن منصور الیمن کے کلام سے واضح ہے جیسے ہم نے ابھی نقل کیا ہے اور جیساکہ آیندہ حوالوں سے معلوم ہو گا۔ علاوہ اس کے شریعت محمدی کا مقابلہ انبیا سالفین کی شریعتوں سے کیا گیا ہے جن کا ظاہر منسوخ کر دیا گیا ہے۔ غرضکہ ساتویں رسول محمد بن اسماعیل بن جعفر الصادق کے عہد سے جو قائم سابع اور یوم القیامة والبعث ہیں ظاہری شریعت معطل ہو گئی اور باطنی شریعت شروع ہوئی۔ گویا چھٹا جسمانی دور ختم ہو کر ساتویں روحانی دور کی ابتدا ہوئی اب ظاہری اعمال یعنی نماز۔ روزے وغیرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی کیونکہ ان کی تاویلیں جن کی تفصیل فصل (۳۲) میں گزر چکی ہے ظاہر کر دی گئی ہیں۔ ممثولات کی معرفت اور ولایت (محبت) کافی ہے [2] سب سے اہم راز جسے امام معز کے باب الابواب

---

[1] سرائر النطقاء ۹۵- ۱۱۵- یہ سب کتابیں باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی ہیں۔

[2] صاحب القیامة یکون التکلیف فی حده مرفوعاً و یتجرد حینئذٍ الباطن ویسقط الظاهر ویکون الباطن ظاهراً علی خلاف ما هو فی حدود الرسل قبل ذالک (اساس التاویل۔ قصہ آدم) القائم بالتاویل المجرد عن فض

جعفر بن منصور الیمن نے سرائر النطقا (حوالہ مذکورہ بالا نمبرا) میں صاف صاف ظاہر کر دیا ہے یہ ہے کہ "ہم نے صرف اماموں چھ پر اقتصار کیا ہے اور بے شک ساتویں امام (یعنی محمد بن اسماعیل) ہی اہل معرفت و عقل کے لیے مبدل شریعت ہیں" دوسرے حوالے جو اس کے بعد دیے گئے ہیں وہ سب اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہی قدیم اسماعیلیوں کا اہم عقیدہ ہے۔

امام معز کی دعا کا حوالہ قدیم جلیل القدر داعیوں نے دیا ہے اور اس کی شرح بھی کی ہے۔ چنانچہ داعی ابراہیم بن الحسین الحامدی (متوفی ۵۵۷ھ) نے جو ظہور کے آخری زمانے یعنی امام آمر کے عہد میں موجود تھے اپنی مہتم بالشان کتاب "کنز الولد" میں کہتے ہیں کہ "محمد بن اسماعیل شریعت محمدی کو تمام کرنے والے ہیں اور وہ ساتویں رسول ہیں جن کا ذکر مولانا معز کی دعاؤں میں ہے[1] سیدنا محمد بن طاہر بن محمد بن ابراہیم (متوفی ۵۸۴ھ) اپنی حقیقت کی مشہور تصنیف "الانوار اللطیفہ" میں لکھتے ہیں کہ "محمد بن اسماعیل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- ظاہر العمل ولا یرفض العقلیات (تاویل الشریعۃ للامام المعز صفحہ ۱۴۸) یجب علی الحد وداں یفاتحوا اھل الدعوۃ بالبیان و یدعوا الی التاویل لا الی التنزیل و الی الباطن لا الی الظاھر الذی ھو حد الناطق (تاویل الزکوۃ لجعفر بن منصور الیمن صفحہ ۱۷۴)۔ [1] ۔ و اما محمد بن اسماعیل فھو متمم شریعتہ (ای شریعۃ محمد صلعم) و موفیھا حقوقھا وحدودھا و ھو السابع من الرسل بیان ذلک فی ادعیۃ مولانا المعز السبعۃ و ھو الذی یشھد لہ و للقائم محمد بن عبد اللہ المھدی لانہ قائم القیامۃ الوسطی و قائم القیامۃ الاولی ھو امیر المومنین و قائم القیامۃ الکبری ھو صاحب الکشف فی اذانہ بقولہ اشھد ان محمداً رسول اللہ

کے قیام سے دور ستر پورا ہوا۔ اب ہمیں دور کشف کی ابتدا اور چھٹے رسول کی شریعت کے منسوخ ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیے[۱] مولانا معز نے اپنی یوم السبت کی دعا میں اسی طرح ارشاد فرمایا ہے" لیکن داعی ادریس (متوفی ۸۷۲ھ) اپنی معتبر و مستند تالیف "زہر المعانی" میں ساتویں دعا کی شرح اس طرح کرتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل نہ متم ہیں نہ رسول۔ بلکہ ان کا درجہ قایم سابع کا ہے۔ ان کے ظاہر شریعت کے معطل کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انھوں نے شریعت کے معانی بیان کیے اور اس کے اسرار کشف کیے[۲] امام محمد بن اسماعیل کے بعد جو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ واشہد ان محمد رسول اللہ (کنز الولد صفحہ ۵۰۰)

[۱]۔ فکان محمد بن اسماعیل متم الدور وخاتم الرسل المنتهية اليه غاية الشرائع المختومة به ...... اذ بقيامه تمام دور الستر واعتقاد دور الكشف ونسخ شريعة الرسول السادس وبذلك نطق مولانا المعز صلعم في دعاء يوم السبت حيث قال وعلى القائم بالحق .... سابع الرسل من آدم .... وختمت به عالم الطبائع ...... وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد صلعم كل ذلك بالقوة لا بالفعل لكونه قائماً بالقوة وهو ممثول شهر رمضان لكونه التاسع من جده الرسول ورمضان هو التاسع من شهور السنة (الانوار اللطيفة۔ الفصل الخامس من الباب الثاني من السراد الثالث)۔ [۲]۔ محمد بن اسماعيل ليس بمتم ولا رسول وانما وقع عليه اسم الناطق السابع لنطقه بالامر الالهي فلذلك صار ناطقاً وخاتماً للاسبوع وقائماً وهو ناسخ شريعة صاحب الدور السادس ببيان معانيها واظهار باطنها المبطن فيها ومحمد بن اسماعيل لم يبطل شيئاً من ظاهر شريعة محمد بل اكدها وانما عنى الامام المعز بقوله" وعطلت بقيامه ظاهر شريعة محمد" لما كان لمعاينها

چودہ امام ان کی نسل سے ہوئے اور روز قیامت تک ہوں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ مبینا ولاسرارها کاشفا ومجلیا فازال عن اتباعه اعتقاد الظاهر علی مافیه من تعطیل و تشبیه للمبدع الحق لمخلوقاته فعطل ذلک الاعتقاد (زهر المعانی صفحہ ۵۶۵-۵۷۰) مستشرق "ایوانو" نے زہر المعانی کا یہ اقتباس نقل کرکے اس پر اس طرح تنقید کی ہے:۔

Sayyidna Idris obviously tries here, as on many other occa sions, to avoid falling between two stolls, without any convineing result. This is one of the examples of that mystic vision, in which two contradectory statements are both admitted as true at one and the same time. In such cases the student is required to possess strong confidence in the honesty of the author to treat his statements seriously, and not to take it for ordinary foolishness. (The Rise fo the Fatimids, p. 244).

بہرحال امام معز کی دعا اور داعی ادریس کی شرح میں بین فرق ہے تعطیل شریعت کا مترادف ترک یا رفض شریعت ہے جیسا کہ قاضی نعمان بن محمد نے کہا ہے:۔ واستحل المغیرة واصحابه المحارم کلها واباحوها وعطلوا الشرائع وترکوها وانسلخوا من الاسلام جملة .... ورفضوا الظاهر (منازل الائمة فی دعائم الاسلام) والقائم هو مبطل الشرائع کلها ومسقط ظاهرها لنطقاء والعمل به (تاویل الزکوٰة للداعی جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۶۱) داعی ادریس نے اپنی ایک دوسری تصنیف "عاصمة نفوس المهتدین" میں جو بعث الله محمد بن اسماعیل وهو نبی "ناطق نسخ شریعة محمد ومعنی الناطق هو الناسخ للشریعة" کا جواب دیا ہے وہ بھی کافی نہیں ہے۔ معترض ایک زیدی ہے جو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس

ان کو امام معز نے اپنی دعا میں محمد بن اسماعیل کے خلفائے راشدین کہا ہے۔ داعی جعفر بن منصور الیمن نے بھی ان کے لیے یہی لفظ استعمال کیا ہے۔ اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ امام مذکور سے قایم کا روحانی دور شروع ہوا۔ اس دور کے اماموں میں سے جس امام کو موقع ملے وہ قایم کی حیثیت سے ظاہر ہو کر عدل و انصاف سے حکومت کرے گا جیسا کہ "تیرہ رسایل" میں امام حاکم کے متعلق اور "مجالس مستنصریہ" میں امام مستنصر کی نسبت پیشین گوئی کی گئی تھی۔[1]

قیامت کے روز تک جتنے امام ہوں گے ان کی گنتی میں اختلاف ہے۔[2]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ چند کتابیں ہیں جو صلیحی مصنف کی ہیں جن میں محمد بن اسماعیل کے متعلق اس طرح لکھا ہے۔ تعطیل شرایع کا حوالہ غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی تصنیف "المستظہری" میں بھی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (۴۸۷-۵۱۲ھ) کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس کا جواب "دامغ الباطل" میں داعی علی بن محمد الولید (متوفی ۶۱۲ھ) نے یہ دیا ہے کہ ہم تعطیل شریعت کے قائل نہیں ہیں۔ [1]۔ رسالۃ مباسم البشارات (تیرہ رسایل) المجالس المستنصریہ ۱۸-۳۶۔ [2]۔ داعی حمید الدین کرمانی نے راحۃ العقل میں لکھا ہے کہ قایم القیامۃ پچاسویں امام ہوں گے:۔ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفاً وھو صاحب القیامۃ خمسین حداً ھم اصحاب الاسابیع فی الادوار السبعۃ سبعۃ فی سبعۃ والجامع لشملھم (راحۃ العقل المشرع الرابع عشر من السور السابع)۔ لیکن اسی داعی نے اپنے ایک دوسرے رسالے میں کہا ہے کہ قایم القیامہ سویں امام ہوں گے:۔ بل ای انت عن الامام التاسع والخمسین باستعلاء کلمتہ علی کل کلمۃ تخالف ماجاء بہ النبی صلعم بل ای انت عن الامام المائۃ الذی یملک فیعز من یشاء و یذل من یشاء (الرسالۃ الواعظہ من ثلاث

[1] نسخۂ جماعت سلیمانی میں "وعطلت بقیامہ ظاہر الشرائع" ہے۔ کنز الولد اور زہر المعانی کے مذکورہ بالا حوالوں سے ظاہر ہے کہ اس نسخہ میں تحریف ہو گئی ہے۔

بہر حال امام معز کی دعاؤں اور ان کے باب الابواب جعفر بن منصور الیمن کی کتابوں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ اگلے اور قدیم اسماعیلیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ امام محمد بن اسماعیل کے عہد سے ظاہری اعمال اٹھ گئے اور علم باطن کا دور شروع ہوا۔ چنانچہ بعض قدیم اسماعیلی فرقے مثلاً قرامطہ اور نزاری (خوجے) یہی عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ انھوں نے کھلم کھلا اپنا عقیدہ ظاہر کر دیا[1] امام مہدی اور اس کے جانشینوں نے اس قسم کے عقیدے ظاہر نہیں کئے۔ اس کی وجہ مستشرق "اولیری" نے یہ بتائی[2] ہے کہ ان حکمرانوں کو بلاد مغرب۔ مصر اور شام وغیرہ پر مستقل حکومت کرنے کا موقع ملا اور ان ممالک میں اکثریت اہل سنت کی تھی۔ اس لیے انھوں نے صرف ایسے عقیدے ظاہر کئے جو ان کی رعایا کے عقیدوں سے ملتے جلتے تھے[2] بخلاف قرامطہ کے جن میں اکثر فلاحین یعنی کاشتکار تھے۔ ان لوگوں کو مستقل حکومت کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے انھوں نے ایک "کثیف شکل" اختیار کی۔ اور اپنے اصلی عقیدے ظاہر کر دیے۔ مہدی اور اس کے خلفا نے باطن کی تعلیم تو دی لیکن اس کے ساتھ اس امر پر بھی زور دیا کہ باطن کے ساتھ ظاہر کی بھی ضرورت ہے۔ ظاہری اعمال دور کشف میں قایم القیامہ ہی اٹھائیں گے۔ جو قیامت کے روز ظاہر ہوں گے[3] یہی تعلیم داعی

---

[1] فصل ۳۱ (قرامطہ کی ترقی۔ اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)۔

[2] فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں). O'Leary, p. 33.

[3] المسائلۃ الخامسۃ عن اهل دور الکشف وما یحط من الشرائع۔ الجواب ...... واما الشرائع فتحط عنهم ...... التکلیفات کالصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج والجهاد وتبقی معهم الشرائع العقلیات التی هی عقد النکاح والطلاق والمواریث والاملاک ودفن الموتی وغسلهم الاجسام بالماء وما شاکل ذلک من الشرائع العقلیه (اربعۃ کتب اسماعیلیه) Edited by R. Strothmann, Gootingen, Germany 1943

نعمان بن محمد اور دوسرے داعیوں مثلاً حمید الدین کرمانی، موئد شیرازی اور ناصر خسرو وغیرہ کی کتابوں میں پائی جاتی ہے [1] اس مقام پر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ باطن کی تعلیم ہر کس و ناکس کو نہیں دی جاتی تھی بلکہ اس میں سننے والے کے استعداد اور وقت کے مقتضا کا بڑا لحاظ کیا جاتا تھا جیسا کہ "دعوتوں کی مجلسوں اور ان کے طریقوں" میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ مجلسیں صرف قصر ہی میں پوشیدہ مقام پر ہوا کرتی تھیں۔ مبتدی صرف ظاہر کی تعلیم سے مستفید ہو سکتے تھے۔

غرضکہ اسماعیلی دعوت کی ابتدا کو تقریباً بارہ صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس بڑی مدت میں کئی مذہبی اور سیاسی دور ہوئے جس کی وجہ سے اس میں مختلف فرقے پیدا ہوئے۔ اصل عقیدوں میں تبدیلیاں ہوگئیں۔ ہر فرقے نے ایک علٰحدہ اعتقاد اختیار کیا۔ اس وقت جو اسماعیلی موجود ہیں ان میں بعض تو امام حاکم کو خدا مانتے ہیں جیسے دروزی۔ بعض باطن ہی کے قائل ہیں جیسے نزاری جو عام طور پر خوجے کہے جاتے ہیں [2] اور بعض باطن کے ساتھ ظاہر کے بھی پابند ہیں جیسے داودی اور سلیمانی [3]

---

[1] ۔ تاویل دعائم الاسلام ۔ المجالس المویدیہ ۔ زاد المسافرین وجہ دین وغیرہ ۔ بلکہ داعی کرمانی نے یہ لکھا ہے کہ دور کشف میں بھی ظاہری اعمال برقرار رہیں گے ۔ کیونکہ اعمال ہی کے ذریعے نفس کی ترقی ہو سکتی ہے (کتاب الریاض صفحہ ۲۵۳ ۔ الرسالۃ الواعظ ۔ تیرہ رسایل) صرف یہی داعی کا یہ تصور ہے ورنہ امام معز اور جعفر بن منصور الیمن اور دوسرے سب داعیوں کی یہ تعلیم ہے کہ دور کشف میں ظاہری اعمال مرتفع ہو جائیں گے :۔ والقائم هو مبطل الشرائع کلها و مسقط ظاهر النطقاء والعمل به (تاویل الزکوٰۃ لجعفر بن منصور الیمن)

[2] ۔ فصل ۳۱ (اعمال شریعت کے متعلق نزاریوں کا عقیدہ)

[3] ۔۔ سلیمانی جماعت کے ہاں سیدنا داود بن عجب (متوفی ۹۹۷ھ) کے بعد سے قائم کا دور شروع ہو گیا ہے جیسا کہ راتب کی دعاء سے واضح ہے :۔ دعاۃ الدور

امام، اس کے اوصاف اور اس کی معرفت و ولایت

امام علم خدا کا خازن اور علم نبوت کا وارث ہے۔ اس کا جوہر سماوی اور اس کا عالم علوی ہے۔ اس کے نفس پر افلاک کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق اس عالم سے ہے جو خارج از افلاک ہے۔ اس میں اور دوسرے بندگان خدا میں وہی فرق ہے جو حیوان ناطق اور غیر حیوان ناطق میں ہے۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ الطیبی من سیدنا ذویب بن موسیٰ الی سیدنا داود بن عجب و دعاۃ الدور الجدید و قرن القائم السعید من سیدنا سلیمان بن حسن الی حد سیدنا فلان بن فلان وکافۃ الدعاۃ الموہلین غیر المنفردین من سیدنا خطاب بن حسن الی سیدنا فلان بن فلان و جمیع المنصوبین المطلقین فی الجزیرتین الھندیہ والسندیۃ من سیدی محمد علی الی حد سیدی فلان بن فلان ۔ ان کے ہاں ائمہ محتجبین کے نام دعاء التقرب اور دعاء التوسل میں اس طرح بتائے گئے ہیں :۔ وبالائمۃ الطاہرین الثلاثۃ المستورین احمد امیر المومنین عبد اللہ بن محمد و احمد بن عبد اللہ والحسین بن احمد وبالمحتجبین بعد الامر الثلاثۃ والمہدین لہم مولانا یحیی و مولانا ابی طالب و مولانا علی وبالقائمین من نسلہم عبد اللہ الامام المہدی (صحیفۂ سلیمانیہ صفحہ ۵۲ - ۵۹ - ۱۵۳) زمانۂ حال میں بھی ناگپور (سی۔پی) میں فرقہ داودیہ سے چند چھوٹے فرقے نکلے جن کے رہبروں نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ قائم القیامہ کے حجت ظاہر ہو چکے ہیں اس لیے اب ظاہری عبادات کی ضرورت نہیں۔ ان میں ''مہدی باغ والے'' مشہور ہیں جن کے صدر ملک کہلاتے ہیں اور جو صرف فرض کی نمازیں پڑھتے ہیں۔ راقم الحروف کو ایک دفعہ ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ [1] فصل ۳۴۔ ائمہ نے اپنی دعاؤں میں جو نقائص اور گناہوں کا اعتراف کیا ہے وہ حقیقت میں ان حدود کے گناہ ہیں جو ان کی ضمن میں ہیں۔ (الشموس)

ہر زمانے میں ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہ سکتی ورنہ وہ متزلزل ہو جائے۔ اماموں کا سلسلہ روز قیامت تک حضرت فاطمہؓ ہی کی نسل میں جاری رہے گا۔ باپ کے بعد بیٹا خواہ وہ عمر میں بڑا ہو یا چھوٹا، بالغ ہو یا نابالغ امام ہوتا رہے گا سوائے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے جو ایک خاص صورت ہے۔ امام ہی کو دنیا پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرے سب حکام غاصب اور متغلب ہیں۔ کبھی امام ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اپنے دشمنوں کے خوف سے چھپ جاتا ہے[۱] اس صورت میں اس کے نائب جنھیں داعی کہتے ہیں اس کے قائم مقام ہوتے ہیں[۲]

امام معصوم ہوتا ہے۔ اس سے کوئی خطا نہیں ہو سکتی۔ ہر حالت میں اس کے حکم کی تعمیل لازمی ہے خواہ اس میں کوئی حکمت نظر آئے یا نہ آئے[۳]

۱۔ وبالائمۃ الطاہرین الثلاثۃ المستورین من خوف اعدائک الظالمین (صحیفۃ الصلوۃ) ۲۔ فصل ۲۵ (دعاۃ مطلقین)۔ ۳۔ وسواء عرفت الحکمۃ فی افعالہم ام لم تعرف فاما متھم ثابتۃ (تیرہ رسائل بیاسم البشارات فصل ۱۲) والائمۃ لم تقم امورہم الابمعاملۃ اہل الدنیا بالدنیا واخشی علیک انک ان صرت الی دار الامام ان تری بعض ذلک فتنکرہ بلسانک او بقلبک فتہلک قال ماکنت بالذی انکر شیئا من ذالک ما کان فالح علیہ فی الاذن فقال ان لم یکن من ذالک بد آخذ علیک العہد کما اخذتہ اولاً انک ان رأیت الامام بعینک ...... لا تنکر ذلک بقلبک ولا بلسانک .... قال الرجل فواللہ لو لا ما کان منہ الیّ لہلکت کما قال ولکن اذا رأیت امراً انکرہ ذکرت ما کان منہ (الہمۃ فی آداب اتباع الائمۃ صفحہ ۱۵۴) الرسل والائمہ معصومون فیما یتعلق بالرسالۃ والامامۃ

امام غیب اور آنے والے حوادث سے واقف ہے اور شریعت کے تمام علوم جانتا ہے[1] خصوصاً کلام مجید کے حروف مقطعات کے اسرار سے سوائے امام کے دوسرا واقف نہیں[2]

ہر مومن پر اپنے زمانے کے زندہ امام کی معرفت واجب ہے۔ اگر وہ دنیا سے چل بسے اور اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے تو اس کی موت

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ من السہو والتحریف والغلط فاما ما یتعلق بافعال البشر فانہم غیر معصومین بل ہم العاصمون انفسہم دیناً واختیاراً کما حکی اللہ عن یوسف بقولہ "فاستعصم" ولم یقل فعصمناہ وعلی ہذا التمثیل یجب علی من رائی من افعال احد من الائمۃ الذین مایظن بتقصیرہ انہ خطیئۃ او معصیۃ ان لا یغیر ذلک صحۃ یقینہ ولا یشک فی دینہ بل ینتظر انابتہ ویرھب توبتہ (المجالس المستنصریۃ صفحہ ۲۴) الملائکۃ المقربون ہم الائمۃ المعصومون وہم افضل من الرسل المؤیدین والملائکۃ بالفعل ہم المقربون فوق الرسل باربع درجات (تاویل الزکوٰۃ للداعی جعفر بن منصور الیمن صفحہ ۱۴۹-۱۵۶)۔ القتل لیس بواقع علی الامام بل ہو اقتصاص ممن فی ضمنہ (الشموس)

[1] ۔ وللامام الحاکم معجزۃ بل معجزات واخبارہ بالکائنات قبل کونہا واظہارہ للعلوم المکنونۃ (المصابیح للداعی الکرمانی) الائمۃ یعلمون اسماء الملوک والدعاۃ الی یوم القیامۃ (کتاب الوصایا من دعائم الاسلام للقاضی نعمان بن محمد) لیکن یہی قاضی اپنی کتاب "الہمۃ" (صفحہ ۳۴) میں کہتے ہیں کہ ائمہ جو علم غیب جانتے ہیں اس سے مراد علوم مکنونہ ہے۔

[2] ۔ حروف مقطعات کی تاویلیں تاویل الشریعۃ۔ کتاب الکشف۔ المجالس المویدیہ۔ تیرہ رسائل۔ المجالس المستنصریہ وغیرہ میں بیان کی گئی ہیں۔ المجالس المستنصریہ کا ایک مخطوط نسخہ کتب خانہ آصفیہ (حیدر آباد) میں موجود ہے اور کتاب الکشف کا ایک صحیح نسخہ جرمن مستشرق شترو طمان نے تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے۔

جاہلیت کی موت ہے[1]۔ امام کی معرفت کے بغیر اس کی نجات ناممکن ہے۔ معرفت کی طرح ہر مومن پر اپنے زمانے کے امام کی ولایت بھی فرض ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسماعیلی اسلام کے سات دعائم شمار کرتے ہیں۔ یعنی ولایت، طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد۔ ان سب میں ولایت کا درجہ پہلے رکھا گیا ہے۔ یعنی ولایت کے بغیر کوئی عمل مقبول نہ ہوگا۔ کوئی کیسے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کرے لیکن اگر وہ امام کی ولایت کا قایل نہ ہو تو اس کے سارے اعمال محض بیکار ہیں۔ کسی شمار میں نہیں آسکتے۔

مہدی اور قائم القیامہ مہدی اسماعیلیوں کے اعتقاد کے لحاظ سے عبد اللہ بن حسین ہیں جو گیارھویں امام اور فاطمیین کے ظہور کے پہلے خلیفہ ہیں۔ ان کا ظہور ۲۹۷ھ میں بموضع رقادہ ہوا۔ ان کے بعد نو امام ہوئے جو ظہور کے امام کہلاتے ہیں۔ ۵۲۵ھ میں اکیسویں امام نامی طیب ڈھائی سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے مستور کر دیے گئے[3]۔ اس امام کی نسل سے روز قیامت تک "ستر" میں ائمہ یکے بعد دیگرے ہوتے رہیں گے جن کا آخری امام قایم القیامہ ہوگا جس سے دور کشف کی ابتدا ہوگی جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ یہ سب ائمہ اولوالامر کہلاتے ہیں جن کی طاعت بندگان خدا پر فرض ہے[2]۔

---

[1] من مات ولم یعرف امام زمانہ حیاً مات میتۃً جاھلیۃ (دعایم الاسلام)

[2] قال اللہ تعالیٰ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" قال بعضھم المراد باولی الامر امراء السرایا وھذا القول فاسد لانہ من زعم انھم امراء السرایا فقد جعل لھم بذلک الفضل علی ائمتھم الذین امروھم علی تلک السرایا واوجب طاعتھم لھم واوجب لھم طاعۃ جمیع المومنین لان قول اللہ یا ایھا الذین آمنوا یدخل فیہ کل مومن ولا یجب ان یستثنی من ذالک مومن دون مومن الا بحجۃ من الکتاب او بیان من الرسول (ولایۃ الائمۃ من دعائم الاسلام)۔

[3] من الآراء الفاسدۃ والاعتقادات المولمۃ ان الامام مختف لا یظھرون من خوف المخالفین (رسائل ۲/۵۸)

مہدی کے مسئلے میں اسماعیلیوں اور دوسرے شیعوں میں بڑا اختلاف ہے۔ اثنا عشری کہتے ہیں کہ وہ مہدی جن کی خوشخبری آنحضرت صلعم نے دی ہے وہ بارھویں امام ہیں جو تقریباً پانچ یا سات سال کی عمر میں دشمنوں کے خوف سے سامرا[1] کے ایک سرداب میں چھپ گئے۔ ان کی یہ غیبت عارضی ہے۔ یہی امام قیامت کے روز تک زندہ رہیں گے اور قایم القیامہ کی حیثیت سے قیامت کے روز ظاہر ہو کر عدل و انصاف سے روئے زمین پر حکومت کریں گے لیکن اسماعیلیوں کے ہاں "مہدی" کا ظہور ہو چکا اور ان کی نسل سے قیامت کے روز جو امام ظاہر ہوں گے وہ قایم القیامۃ ہوں گے[2]

اسمٰعیلی دعوت کے نظام کی صداقت پر آفاق و انفس کی شہادت

اسماعیلی دعوت کے نظام کی مفصل کیفیت گزر چکی ہے[3] اسماعیلی کہتے ہیں کہ بمصداق آیہ کریمہ "سنریھم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق" ہماری دعوت کے نظام کی صداقت پر آفاق و انفس دونوں گواہی دیتے ہیں۔ جس طرح جسمانی عالم میں سات سیارے ہیں جن کی تاثیروں سے جمادات، نباتات اور حیوانات پیدا ہوتے ہیں اسی طرح دعوت میں سات ناطق اور سات امام ہیں جن کی تعلیم کے اثر سے مومنین پیدا

---

[1] - دجلہ کے مشرقی کنارے پر بغداد سے ۷۵ میل دور ایک شہر ہے۔ اس کا اصلی نام "سُرَّ من رأیٰ ہے" (معجم البلدان $\frac{۳}{۱۴}$)۔ [2] - مہدی سے متعلق حدیثوں پر ابن خلدون نے بہت تفصیل سے بحث کی ہے (مقدمہ ۳۱۱-۳۲۰) اور مرجلیوث (پروفیسر عربی- اکسفورڈ یونورسٹی) نے "مہدویت اور مہدیوں" پر ایک مفید رسالہ لکھا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ یہ اعتقاد اصل میں یہودیوں اور نصرانیوں کا ہے۔ اسم المھدی عبید اللہ کقول جمھور المورخین فتسمیٰ بعبد اللہ بعد الظھور بو قادۃ (دستور المنجمین ۱۵۷) [3] - فصل ۳۳-

ہوتے ہیں ۔ جس طرح دن میں سورج اور رات میں چاند نکلتا ہے اسی طرح ظاہری دعوت میں نبی اور باطنی دعوت میں وصی ظاہر ہوتا ہے ۔ جس طرح آٹھویں آسمان پر بارہ برج ہیں اسی طرح زمین میں بارہ جزیرے ہیں جن میں سے ہر جزیرے پر ایک حجت (امام کا مددگار) مقرر کیا جاتا ہے[1] ساتویں عدد پر اسماعیلیوں کا بڑا دارومدار ہے کیونکہ وہ اعداد میں پہلا عدد کامل ہے ۔ اسی وجہ سے اسماعیلی "سبعیہ" کہلاتے ہیں ۔

ہدایت اور نجات کے لیے جسمانی اور روحانی حدود کی وساطت

جسمانی حدود سے مراد ناطق، اساس، امام، باب، حجت، داعی بلاغ، داعی مطلق، داعی محصور، ماذون مطلق اور ماذون محصور ہیں[2] ۔ ان دس وسائط کے بغیر بندے کا خدا تک پہنچنا ناممکن

---

[1] ۔ ثم قالوا ما من فريضة وسنة وحكم من احكام الشرع الا وله وزان من العالم عددا في مقابلة عدد وحكما في مقابلة حكم فان الشرائع عوالم روحانية امرية والعوالم شرائع جسمانية خلقية فعلى هذا الوزان صاروا الى ذكر اعداد الكلمات والآيات وان التسمية مركبة من سبعة واثني عشر حرفا وان التهليل مركب من اربع كلمات .... ثم لا يعمل العاقل فكرته فيه الا ويعجز عن ذلك خوفاً من مقابلة بضده وهذه المقابلات كانت طريقة اسلافهم (الشهرستاني ۹۲)

[2] ۔ راحة العقل (مشرع ۶ ۔ سور ۱۲) ان حدود کی تعداد اور ناموں میں اختلاف ہے ۔ چنانچہ امام معز کی سات دعاؤں میں "متم"، لاحق اور جناح ہیں جو اسرافیل، میکائیل اور جبرئیل کے مقابلے میں ہیں ۔ (دعاء یوم الاحد) بعض کتابوں میں "ذو مصّہ اور داعی مکلب" ہیں ۔

ہے۔ ان کا مقابلہ روحانی عالم کے دس حدود یعنی عقول عشرہ سے کیا جاتا ہے۔ جس طرح آنکھ کی بصارت بغیر سورج یا چاند یا چراغ کے نور کے کچھ نہیں کر سکتی اسی طرح عقل کی بصیرت بغیر ناطق یا وصی یا امام کی ہدایت کے راہ راست نہیں بتا سکتی[۱] گو ناطق، اساس اور امام اپنے زمانوں میں بندوں کی رہنمائی کرتے ہیں لیکن ان کا تعلق خدا سے براہ راست نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اور خدا کے درمیان عقول عشرہ کی وساطت ہے۔ جو کچھ "مواد" یعنی برکات الالٰہیہ انھیں پہنچتے ہیں وہ ان کی وساطت سے پہنچتے ہیں[۲]

ائمہ کا خدا کے اوصاف سے موصوف ہونا

باری تعالیٰ کے جو اوصاف قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں ان سے حقیقت میں ائمہ موصوف ہیں۔ کیونکہ ذات باری تمام اوصاف سے منزہ اور مبرا ہے جس طرح بیان کیا جا چکا ہے۔ "انا الاول وانا الآخر وانا الظاہر وانا الباطن وانا بکل شئی محیط وانا الحفیظ العلیم۔ وانا بنیت السماء ودحوت الارض۔ نحن آل اللہ ونحن ارسلنا نبیاً صادقا۔ ما قیل فی اللہ فھو فینا وما قیل فینا فھو فی شیعتنا" یہ سب اقوال ائمہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں[۳] معز

---

[۱] ۔ دیوان المؤید الشیرازی (پہلا ارجوزہ) ص۲ ۔ فصل ۳۲ (علم حقیقت) تاویل الدعائم کی مجلسیں ۔ آنحضرت نے اس طرح فرمایا ہے:۔ تسلمت من خمسة وسلمت الی خمسة وبینی وبین ربی خمسة" [۲] ۔ زہر المعانی ۲۶۴ - ۲۶۹ اور المجالس المؤیدیہ ۔ ان اقوال کی تاویلیں کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ نے "عقل عاشر" کی زبان سے یہ کہا ہے جو مدبر عالم طبیعت ہے ۔ اس کے علاوہ اور دوسری تاویلیں بھی ہیں۔ مقابلے کے لیے یہ قول ملاحظہ کیجیے:۔۔۔ "کل ما فی التوراة وسائر الکتب من وصف اللہ فھو خبر عن ذلک الملک والا فلا یجوز ان یوصف الباری تعالیٰ بوصف قالوا فان الذی کلم موسی تکلیما

کے شاعر ابن ہانی اور حافظ کے شاعر انس الدولہ کا کلام گزر چکا ہے[1] کلام مجید کی اکثر آیتوں میں "ربک" سے مراد دور متعلقہ کا ناطق (مستقر امام) ہے[2] عالم الغیب والشہادہ قایم القیامہ ہیں[3] لا الہ الا اللہ کی تفسیر "لا امام الا امام الزمان" ہے[4] شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو میں اللہ سے مراد عقل اول ہے جس کے مقابلے میں جسمانی عالم میں امام ہے[5]

(ب) اسماعیلی عقاید کی اصلیت اور ماخذ

امام کا آسمانی حق اور اس کے متعلق غلو آمیز عقاید

سوائے کیسانیہ اور زیدیہ کے کل شیعی فرقوں کے اعتقاد کے لحاظ سے سچے امام کی دو بڑی اہم شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ فاطمی ہو۔ اور دوسری یہ کہ اس کے پیش رو نے اس پر نص بھی کی ہو۔ ائمہ کی جامع اور مانع تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ وہ زمین پر خدا کے خاص منتخب نمایندے ہیں جنھیں اس نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے رہنما بنایا ہے۔ اور جنھیں مافوق الطبیعت قوتوں سے سرفراز کیا ہے۔ اور جنھیں مومنین سے بیعت لینے کا حق کسی انتخاب اور امت کے اجتماع سے نہیں بلکہ براہ راست خدا سے حاصل ہے۔ غرضکہ شیعہ آسمانی حق کے اصول کے قایل ہیں جو جمہوری انتخاب کے اصول سے مخالف ہے[6]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ہو ذلک الملک والشجرۃ المذکورۃ فی التوراۃ ہو ذلک الملک ویتعالی الرب عن ان یکلم بشراً تکلیما (الشہرستانی فی ذکر الیہود)

[1] ۔ فصل ۳۰ (فاطمیین کے شاندار مظاہرے)۔ [2] ۔ فصل ۳۲ (حضرت آدم اور ان کی حقیقت)

[3] ۔ راحۃ العقل ۔ ۲۶۴ - ۲۶۶ - ۲۶۸ - ۲۶۹ ۔ اساس التاویل میں اکثر مقامات پر ۔ شہرستانی نے بھی ایسی تفسیریں اسماعیلی کتابوں سے نقل کی ہیں (صفحہ ۸۱) [4] ۔ تاویل الشریعۃ بین کلام المعز صفحہ ۴

[5] ۔ المبدء والمعاد صفحہ ۱۳۱ ۔ [6] ۔ ان کا استدلال یہ ہے۔ وکیف للناس جمیعاً ان یجتمعوا

کہا جاتا ہے کہ آسمانی حق اور خاندانی حکومت ایسے تصورات ہیں جن کی طرف عرب کی ذہنیت مائل نہیں ہوتی۔ کیونکہ عرب ایک حریت پسند قوم ہے۔ جب کسی قبیلے کے شیخ کا انتقال ہو جاتا تو قبیلے والے اس کی جگہ کسی اور شیخ کا انتخاب کر لیتے بخلاف ایرانیوں کے جو آسمانی حق کو بڑا اہم سمجھتے تھے اور جن کے ہاں حکومت ایک ہی خاندان میں محدود رہتی تھی۔ ساسانی بادشاہ اپنے آپ کو دیوتا یا ربانی وجود کہتے اور قدیم کیانی خاندان کی اولاد ہونے کے علاوہ اپنے آپ کو حکومت اور فرّ کیانی کا جائز وارث سمجھتے تھے۔ ساسانیوں کے عہد میں حق آسمانی کا عقیدہ جس عمومیت اور جوش کے ساتھ ایران میں پھیلا غالباً اس کی مثال کسی دوسرے ملک میں نہیں ملتی۔ شاہی خاندان کے علاوہ کسی متنفس کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ شاہی لقب اختیار کر لیتا۔ اس کی جرأت زعم و شرارت کا ایک فعل سمجھا جاتا تھا جو بالائے فہم بلکہ بالائے وہم ہوتا تھا۔ مورخ دینوری نے بہرام چوبیں کا قصہ نقل کیا ہے جو بادشاہی کا دعوی کرتا تھا حالانکہ اسے شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا۔[1]

ائمہ کے متعلق جو غلو آمیز عقیدے پھیلے ان کا بانی ایک یمن کا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ علی اختیار رجل واحد علی اختلاف آرائهم ومذاهبهم وما کان فی اکثر الناس من الحسد من بعضهم لبعض واذا کان الناس هم الذين يقدمون الامام فالامام مامور عن امر هم وعامل من عمالهم ولهم اذا عزله كما قالت المرجئة والامامة من دين الله (دعائم الاسلام) قالوا (ای العامة) خلاف الواحد والجماعة القليلة لا يعد خلافا...... ولو كان كما زعم القائلون بالكثرة انها علامة اهل الحق لكان قيام النبيين بالرسالة والقليل ممن اتبعهم على غير الحق (اختلاف اصول المذاهب ۱۲۲-۱۲۸) بخلاف اس کے ابن خلدون یہ کہتا ہے:۔ الامامة ليست من اركان الدين وانما هي من المصالح العامة المفوضة الى نظر الحق (مقدمہ صفحہ ۲۱۲)۔

[1] Browne A Loiterary History of Persia, $\frac{1}{128}$

باشندہ نامی عبداللہ بن سبا تھا جس نے حضرت علیؑ کو "انت انت" کہا تھا۔ یعنی تم خدا ہو[1]۔ آپ نے اسے مدینہ منورہ سے شہر بدر کرکے مدائن بھجوادیا۔ چونکہ یہ یہودی تھا اس لیے حضرت موسیٰؑ کے وصی یوشع بن نون کے متعلق بھی یہی عقیدہ رکھتا تھا[2]۔ آسمانی حق اور حلول و تناسخ وغیرہ جیسے ایرانی خیالات کے یمن میں شائع ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ایرانیوں نے عام الفیل یعنی حضرت رسول خدا صلعم کی ولادت مبارک کے سال میں یمن فتح کیا تھا۔

سب سے پہلا مہدی اور اس کی غیبت

عبداللہ بن سبا کے پیرو سبائیہ کہلاتے تھے ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ امام عارضی طور پر غیبت اختیار کر سکتا ہے۔ لیکن وہ ایک روز ظاہر ہوگا اور روئے زمین پر عدل و انصاف سے حکومت کرے گا۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ "عصر الغنی[3]" قریب ہے۔ اسی لیے ابتدا میں اماموں کی تعداد چار تک محدود کی گئی جیسا کہ ان کا شاعر کثیر کہتا ہے:۔

الا ان الائمۃ من قریش　　ولاۃ الحق اربعۃ سواء

علیٌّ والثلاثۃ من بنیہ　　ھم الاسباط لیس بھم خفاء

فسبط لایذوق الموت حتی　　یقود الجیش یقدمہ اللواء

تغیب لایری فیھم زمانا　　برضوی عندہ عسل وماء

وہ سبط لایذوق الموت" سے مراد محمد بن الحنفیہ ہیں۔ یہی پہلے امام ہیں جو مہدی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ یہ رضویٰ میں مدفون ہیں لیکن

---

[1] واتاہ (علیاً) قوم فقالوا انت الھنا وخالقنا فامر بضرب اعناقھم و اضرم لھم نارا (دعائم الاسلام) نصاریٰ نے بھی اسی طرح غلو کیا۔ قالت النصاری در المسیح ھو الذی یغفر زلۃ آدم و ھو الذی یحاسب الخلق و یحیی تارۃ اخری للقضاء بین الاحیاء و الاموات (الشہرستانی)۔ [2] طبری $\frac{1}{2942}$

شہرستانی ۸۱۔ [3] Millennium

ان کے اتباع کیسانیہ کہتے ہیں کہ انھوں نے عارضی غیبت اختیار کی ہے۔ قیامت کے روز یہ ظاہر ہوں گے۔

عالم روحانی اور عالم جسمانی کا مبدء و معاد

عالم روحانی اور عالم جسمانی کے مبدء و معاد کے متعلق اسماعیلی جو عقاید رکھتے ہیں وہ فصل (۳۲ اور ۳۳) میں تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ سے عقل اول کا ابداع۔ اس کے بعد دیگر عقول کا انبعاث۔ نو افلاک اور زمین کی خلقت۔ عناصر اربعہ سے معادن، نباتات اور حیوانات کی پیدائش وغیرہ کے متعلق جو تصورات ہیں وہ رسائل اخوان الصفاء سے ماخوذ ہیں جیساکہ خود اسماعیلی داعیوں نے "الشخص الفاضل" کے حوالے سے بیان کیا ہے[1]۔ ان رسائل کے علوم و فنون کا ماخذ اخوان الصفاء کے قول کے مطابق یونانی فلسفہ ہے[2]۔ خصوصاً اس کا وہ حصہ جو ارسطوی

---

[1] ۔ اسماعیلی داعیوں کی کتابوں میں "الشخص الفاضل" سے اشارہ امام احمد بن عبداللہ (مستور) کی طرف ہے جنھیں وہ رسائل اخوان الصفاء کا مصنف مانتے ہیں (فصل ۳۴ ۔ داعی ادریس کی روایت)۔

[2] ۔ علومنا ماخوذة من الکتب المصنفة علی السنة الحکماء والفلاسفة ومن الکتب المنزلة ومن الکتب الطبیعیہ ومن الکتب الالهیة (رسایل ۴/۱۰۶) مذهب اخواننا الکرام المنظر فی جمیع علوم الموجودات التی فی العالم مثل ما کان یفعله الحکماء الفیثاغوریون (الرسالة الاولی فی العدد) نری ان العقل الاسلامی کان قد وعی ما اتصل الیه من فلسفة الیونان و حکمة الهند و آداب الفرس و الآداب العربیة و الاسلام وغیره من الدیانات السماویة وغیر السماویة (مقدمہ رسایل اخوان الصفاء ۔ ڈاکٹر طہ حسین) ان الباطنیة القدیمة قد خلطوا کلامهم ببعض کلام الفلاسفة و صنفوا کتبهم علی ذلک المنهاج (شہرستانی ۹۰)۔

اور جدید افلاطونی جماعت کی تعلیم سے تعلق رکھتا ہے[۱]۔ یہ فلسفہ تقریباً تیسری صدی ہجری سے مسلمانوں میں رائج ہوا۔ یونانی علوم و فنون کا ترجمہ خلیفہ عباسی منصور (۱۳۶-۱۵۸ھ) ہی کے عہد یعنی دوسری صدی ہجری کے آخر سے شروع ہو چکا تھا۔ مامون (۱۹۸-۲۱۸ھ) نے ۲۱۷ھ میں بیت الحکمت قایم کر کے سینکڑوں کتابوں کا ترجمہ عربی میں کروایا۔ علاوہ یونانی کے اور دوسری زبانوں مثلاً سریانی۔ پہلوی۔ فارسی اور سنسکرت سے بھی عربی میں ترجمے شائع ہوئے۔ مسعودی کہتا ہے کہ جب مانی۔ ابن دیصان اور مرقیوں کی کتابوں کا ترجمہ عبداللہ بن المقفع (متوفی ۱۴۳ھ) نے پہلوی اور فارسی زبانوں سے شائع کیا اور ابن ابی العرجاء۔ حماد عجرد۔ یحییٰ بن زیاد اور مطیع بن ایاس نے مذاہب مانیہ۔ دیصانیہ مرقونیہ کی تائید میں کتابیں تصنیف کیں تو زنادقہ کی تعداد بڑھ گئی اور ان کے خیالات لوگوں میں شائع ہوئے[۲]۔ بہر حال اس عہد کے علوم و فنون کا بہت بڑا ذخیرہ عربوں کے ہاتھ لگا جسے انھوں نے تیسری صدی ہجری کے اوائل ہی میں اپنی زبان میں منتقل کر لیا۔ اسماعیلیوں کے ذاتی کتب خانوں میں جو مذہبی کتابیں فی زمانہ پائی جاتی ہیں ان میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جو چوتھی صدی

---

[۱]۔ جدید افلاطونی اسکول کا موجد Ammonius Saccas ہے۔ لیکن حقیقت میں اس مکتب خیال نے حکیم Plotinus (متوفی ۲۶۹ء) کے تحت ہیئت شکل اختیار کی۔ یہ کہتا ہے کہ باری تعالیٰ پر موجود اور واحد کا اطلاق کرنا بھی درست نہیں۔ وہ ان اوصاف سے اعلیٰ اور افضل ہے جیسا کہ ہم اسماعیلی توحید میں بتا چکے ہیں۔ (فصل ۳۵) مکتب مذکور سے واقف ہونے کے لیے ملاحظہ کیجیے "ارسطو کا مذہب" Arabic Thought and its place in History, p. 19 by O'Leary.

[۲]۔ مسعودی $\frac{۸}{۲۹۳}$ ۔

سے پہلے تصنیف کی گئی ہو۔ خود ان کے مہدی کا ظہور تیسری صدی ہجری کے اواخر یعنی ۲۹۷ھ میں ہوا۔ سب سے قدیم کتابیں جو دستیاب ہوسکتی ہیں وہ داعی ابوحاتم الرازی (متوفی ۳۲۲ھ)۔ داعی ابویعقوب السجستانی (متوفی ۳۳۱ھ) اور داعی الدعاۃ و قاضی القضاۃ نعمان بن محمد (متوفی ۳۶۳ھ) کی ہیں[1]

دور کشف، دور فترت، دور ستر، جنت اور جہنم اور نفوس کی جزا اور سزا کے مسائل کم و بیش ہندی فلسفے سے ملتے جلتے نظر آتے ہیں جیسا کہ ہم فصل (۳۲) کے اواخر میں بتا چکے ہیں۔ دعوت کے حدود و مدارج اس کی رازداری اور خفیہ کاروائی کے قواعد فری میسنری کے قواعد سے مشابہت رکھتے ہیں[2]

اسماعیلی فلسفے اور یونانی فلسفے میں فرق

بعض مسائل میں اسماعیلیوں نے جدت پیدا کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات آن واحد میں پیدا کیے گئے۔ ان میں سر مو فرق نہ تھا۔ حیات۔ علم اور قدرت میں سب یکساں تھے۔ گویا کمال اول میں سب بالکل مساوی تھے۔ ان کا آپس میں تباین کمال ثانی میں ہوا۔ اس تباین کا سبب باریؔ کی توحید ہے۔ یعنی جس موجود نے اپنی ذاتی کوشش سے جب اور جیسی توحید کی اس کے مطابق اسے کمال ثانی حاصل ہوا۔ تمام موجودات میں سب سے پہلے ایک موجود نے اپنی ذات کو پہچانا جس کی وجہ سے اسے خدا کی معرفت حاصل ہوئی۔ اس لیے اسے کمال ثانی پہلے حاصل ہوا اور وہ موجود اول کہلایا۔ اس کے دوسرے نام عقل اول،

---

[1] الکلام علی مذہب الاسماعیلیۃ و اسماء المصنفین (ابن الندیم ۲۶۴-)
[2] A kind of free masonary in seven (afterwards nine) grades (Arabic Thoughts, p. 157 and Sypringett, p. 182) فصل ۳۱ فرقۂ دروزیہ کی دو جماعتیں)

قلم، روح وغیرہ ہیں۔ اس کے بعد دیگر عقول وجود میں آئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے[1] رسالۃ جامعہ میں جو اخوان الصفاء کے تمام رسالوں کا خلاصہ ہے لکھا ہے کہ ابداع میں شر کی کوئی اصلیت نہیں۔ جو توحید کے میدان میں سابق ہو گیا وہی بازی لے گیا۔ اس کا آگے بڑھ جانا خیر محض ہے۔ جو پیچھے رہ گیا وہ ناکام رہا۔ اس کا پیچھے رہ جانا شر محض ہے۔ شر تخلف کا نام ہے۔[2]
یونانی فلاسفہ کہتے ہیں کہ چونکہ ایک سے ایک ہی کا صادر ہونا ضروری ہے اس لیے باری تعالیٰ[3] سے صرف عقل اول کا وجود ہوا۔ عقل اول سے عقل ثانی اور فلک اول کا اسی طرح عقل عاشر سے عالم طبیعت وجود میں آیا۔[3]

دوسرا فرق یہ ہے کہ فلاسفہ باری تعالیٰ کو تمام موجودات کی علت قرار دیتے ہیں لیکن اسماعیلیوں کے اعتقاد کے لحاظ سے تمام موجودات کی علت عقل اول ہے اور وہی تمام اوصاف سے موصوف ہے۔ باری تعالیٰ علت ہونے سے مبرا اور منزہ ہے۔[4]

تیسرا فرق یہ ہے کہ اسماعیلی کہتے ہیں کہ عقل اول کا وجود بطریق ابداع ہوا نہ کہ بطریق فیض جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں۔[5]

چوتھا فرق یہ ہے کہ فلاسفہ عالم کو قدیم مانتے ہیں اور اسماعیلی اس کو حادث قرار دیتے ہیں۔

صوفیوں کو اسماعیلیوں سے کوئی تعلق نہیں

بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ صوفی اصل میں اسماعیلی ہیں۔ اور تصوف کے اصول اسماعیلی اصول پر منطبق کیے گئے ہیں۔ لیکن بقول پروفیسر براؤن "یہ رائے

---

[1] ۔ فصل ۳۲ (عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا)۔
[2] ۔ الرسالۃ الجامعہ۔ صفحہ ۳۲۔ [3] ۔ "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" (ملا صدرا)
[4] ۔ العقل الاول علۃ تنتهی الیھا الموجودات۔ [5] ۔ وجود العقل الاول لا علی طریق الفیض کما یقول الفلاسفۃ بل علی طریق الابداع (راحۃ العقل مشرع ۲ سور ۲)

درست نہیں ہے۔ کیونکہ صوفی اپنے مسلک میں خاص طور پر ایک انتخاب کرنے والا شخص ہوتا ہے اور عام طور پر آزاد خیالات رکھتا ہے صوفیوں کا ایک پسندیدہ قول یہ ہے کہ "خدا کے راستے انسانوں کے نفوس کے مانند مختلف اور بے شمار ہوتے ہیں علم طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ہو" تو تصوف کی تعریف زیادہ صحیح طور پر بخلاف ایک مخصوص تحریک کے ایک غیر مخصوص سکون سے کی جا سکتی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے اور علما بھی خاص کر وہ جنھوں نے کبھی مشرق نہیں دیکھا اسماعیلیوں اور زمان حال کے بابیوں کو صوفیوں کے رشتہ دار سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے درمیان وہی طبعی اختلاف اور تضاد ہے جو اعتقادی مسلک اور اختیاری مسلک کے درمیان ہوتا ہے۔ خصوصاً بابی صوفیوں سے نفرت کرنے میں شیعوں کے برابر ہیں کیونکہ صوفیوں کا نقطۂ نظر ایک معین اور اعتقادی مذہب کے حقوق سے بالکل علیحدہ ہے۔ اور یہی صوفی، آزاد، مذہب سے متنفر، مسیحی مبلغ ہنری مارٹن[۱] کی تصنیفوں میں بہت واضح نظر آتا ہے۔ شیعہ ملاؤں کا جو سلوک صوفیوں کے ساتھ ہوتا ہے موریر[۲] نے نہایت عمدگی سے اپنی نادر کتاب حاجی بابا کی بارھویں فصل میں اس کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے۔ پھر بھی تصوف مختلف زمانوں میں خاص طور پر سنی ملکوں میں زیادہ مقبول رہا ہے۔ اور جس شخص نے سب سے بڑے صوفی جلال الدین رومی کی مثنوی پڑھی ہے اسے معلوم ہو گا کہ کئی مقامات پر معتزلیوں۔ فلسفیوں اور دوسرے آزاد خیال فرقوں پر حملہ کیا گیا ہے۔ اور بہت سے ایسے لوگ جو مذہبی خیالات کی وجہ سے قتل کیے گئے ہرچند کہ وہ بعد کے زمانے میں ولی قرار دیے گئے لیکن حقیقت میں وہ مختلف ملحدانہ عقیدوں کے مبلغ تھے۔ مثلاً حسین بن منصور الحلاج ایک سازشی اور خوفناک ذہنیت رکھنے والا قرامطہ سے ملا ہوا تھا[۳]

---

[۱] Henry Martyn [۲] Morier [۳] وکان المنصور مقبلاً اماً جسوراً علی السلاطین مرتکباً للعظائم ویدعی عند اصحابہ الالٰہیۃ ویظہر مذاہب الشیعۃ للملوک ومذاہب الصوفیۃ للعامۃ (ابن الندیم ۲٦۹)

حکمت الاشراق کا مصنف شیخ شہاب الدین مقتول (۵۸۷ھ) جامی کے قول کے مطابق زندیق، کافر اور فلاسفہ کا معتقد تھا[1] اور فضل اللہ حروفی عقیدے کا موجد تھا جسے تیمور نے ۸۰۳-۸۰۴ھ میں قتل کر دیا۔ اسی کے پیرو نسیمی (ترکی شاعر) کی ۸۲۰-۸۲۱ھ میں شہر حلب میں کھال کھینچی گئی۔ ملحد مبلغ کے لیے صوفی، درویش، یا مذہبی فقیر کا بھیس اختیار کرنا ایک کھلی ہوئی بات تھی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے موقعوں پر حشیشین[2] کے فدائیوں نے بھی ایسا ہی بھیس بدلا۔ لیکن اصلی صوفی کبھی ایک دوسرے سے مشابہ نہیں ہوتے۔ کیونکہ ان کا انفرادی مسلک اشاعت کی طرف کم مائل ہے[3]

۱۔ نفحات ۳۸۳-۶
۲۔ خشاشون (الفاطمیون فی مصر صفحہ ۱۱۸)
۳۔ Browne 1|421
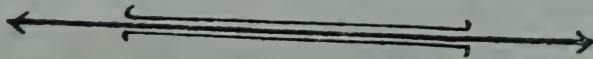
فصل (۳۶)

دولت فاطمیہ کے متعلق مورخوں کی رائیں

سید امیر علی کی رائے

ابتدائی زمانے کے فاطمیین بطلیموسوں کی طرح علم و حکمت کے بڑے حامی تھے۔ انھوں نے کالج۔ پبلک کتب خانے اور سائنس کے ادارے (دار الحکمۃ) جن میں بکثرت کتابیں، ریاضی کے آلات اور ایک فنی اشٹاف موجود تھا قایم کئے یہ ادبی خزانے تمام لوگوں کے لیے بغیر کسی فیس کے وقف تھے۔ لکھنے کی چیزیں مفت فراہم کی جاتی تھیں۔ خلفاء ہمیشہ مباحثے کی مجلسیں منعقد کرتے جن میں مذکورۂ بالا مدرسوں کے اساتذہ حصے لیتے تھے۔ یہ مجلسیں ان کے مختلف شعبوں کے لحاظ سے منطقیوں۔ ریاضی دانوں۔ قاضیوں اور طبیبوں پر مشتمل تھیں جن میں ہر طبقے کے علماء اپنے خاص خاص لباس (خلعت)[۱] پہنکر شریک ہوتے تھے۔ دو لاکھ ستاون ہزار کی رقم جو محاصل کے باقاعدہ ذریعوں سے وصول ہوتی تھی ان مدرسوں پر ہر سال خرچ

---

[۱] - انگریزی یونیورسٹیوں کے گون میں عربی خلعت کی اصلی وضع اب بھی باقی ہے (سید امیر علی - تاریخ عرب - صفحہ ۶۱۴)۔

کی جاتی تھی۔ اس رقم سے استادوں کی تنخواہیں اور عام سائنٹفک تعلیم کی چیزیں مہیا کی جاتی تھیں۔ ان مدرسوں میں ہر علم و فن کی تعلیم جس کی انسان کو ضرورت پڑتی ہے دیجاتی تھی۔ علم ہئیت و نجوم کو ترقی دینے کے لیے اکثر مقاموں پر رصدگاہیں بنائی گئی تھیں۔ علماء اور حکماء ان مسلمان فراعنہ کی حکومت کو پر رونق بنانے کے لیے ایشیا اور اندلس سے بلائے جاتے تھے۔

بنو فاطمہ اور بنو عباس کی حکومتوں کے اصول عام طور پر چند عہدوں کے سوا جن کے نام مختلف تھے ایک دوسرے سے مشابہ تھے۔ لیکن ایک خاص اور اہم فرق یہ تھا کہ دولت فاطمیہ کے آخری زمانے میں امیر الجیوش کا اثر بہت بڑھ گیا۔ یہ امیر اپنے عہدے کے علاوہ وزارت کے عہدے کا بھی حامل تھا۔ اس کے اقتدار نے کمزور خلفاء کی شخصیت کو مٹا دیا۔ ان کا زوال مستنصر کے زمانے سے شروع ہوا۔ اس خلیفہ کے عہد سے سازش نے سیاست کی جگہ لینا شروع کی۔ آداب و اخلاق کی کوئی اہمیت نہ رہی۔ سیاسی خدمتوں نے عزت اور ترجیح کے دروازے کھول دیے۔ عالم کی جگہ جاسوس کو مل گئی۔ شریفوں۔ خودداروں اور وفاداروں کو خوشامدیوں اور طفیلیوں نے پیچھے ہٹا دیا۔ حکام یہ کوشش کرنے لگے کہ رعیت میں پھوٹ ڈالکر حکومت کریں لیکن ان کی اس کوشش کا مہلک اثر انھی کی ذات پر پڑا۔[۱]

پروفیسر حسن ابراہیم حسن کی رائے

بنو فاطمہ ایک وسیع حکومت اور ایک عظیم الشان تمدن کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہوئے۔ جن کی نظیر مشرق میں ان سے پہلے کم ملتی ہے۔ یہ تمدن اپنے مختلف شعبوں کی مستحکم تنظیم، فوجوں اور جنگی جہازوں کی آراستگی، محکموں کی عدالت اور مذہبی رواداری میں مشہور رہے۔ ان سب سے اہم اس کی علم اور

[۱] Syed Ameer Ali, .History of Saracens, p. 614-615.

ثقافت کی وہ تائید اور امداد ہے جسے سب جانتے ہیں۔ اس تمدن کے بعض آثار اب بھی باقی ہیں۔ ان لوگوں نے مصر کے لیے ایک اہم میراث چھوڑی ہے جو جامعہ ازہریہ ہے۔ ہم اس سے فاطمیین کی ان کوششوں کا اندازہ کر سکتے ہیں جو تعلیم کی نشر و اشاعت میں ان کی جانب سے کی گئیں جن کا اثر ازہر میں اب تک باقی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس جامعہ نے بنو فاطمہ کے زوال کے باعث کچھ دنوں تک اپنی اہمیت کھو دی۔ کچھ تعجب نہیں کہ بنو ایوب نے جو سخت متعصب سنی تھے فاطمیوں کے ان تعلیمی آثار کو برباد کرنے کا اہتمام کیا جو شیعی عقائد کی اشاعت کے لیے بنائے گئے تھے۔ ازہر پر تقریباً ایک زمانہ گزرا قبل اس کے کہ حکومت اور دولت کے ارکان نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی۔ جب ظاہر بیبرس متوفی ۶۷۶ھ کا زمانہ آیا جسے علم کا بہت شوق تھا تو اس نے جامع ازہر میں پھر خطبہ جاری کیا۔ اس زمانے سے ازہر کی ترقی کا دور جدید شروع ہوا۔ اب تک عالم اسلامی کے ہر گوشے سے طلبہ اس میں تکمیل تعلیم کے لیے آتے ہیں[1]

دی غویہ اور دوزی کی رائیں[2] پروفیسر براؤن نے اسماعیلیوں کے ذکر میں یہ لکھا ہے کہ "وہ ذہانت اور چالاکی جس نے اس فرقے کو جو دوسرے فرقوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ایسی پر اثر اور زور آور حرکت دی جس سے وہ تقریباً چار سو سال لطف اٹھاتا رہا حسب معمول ایران سے آئی تھی۔ میں اس کے بیان کرنے میں دو بڑے ڈچ عالموں کے اقوال نقل کرنے سے بہتر کچھ اور نہیں کر سکتا۔"

دی غویہ کہتا ہے کہ "عرب اور اسلام سے بڑی نفرت ہی وہ سبب تھا جس نے تیسری صدی کے نصف میں ایک شخص نامی عبداللہ بن میمون کو جو پیشے کی حیثیت سے قداح اور نسل کے اعتبار سے ایرانی تھا ایسی تجویز

[1] الفاطمیون فی مصر ۳۱۵۔

[2] de-Goje and Dozy.

سمجھائی جو بڑی دلیری اور چالاکی سے سوچی گئی اور غیر معمولی یقین اور قوت سے عمل میں لائی گئی۔[۱]

فاتح اور مفتوح کو ایک ہی جماعت میں مربوط کرنا، اور آزاد خیال آدمیوں کو جو مذہب کو عام لوگوں کے لیے ایک لگام سمجھتے ہیں ایک ہی انجمن میں جس کی تعلیم کے مختلف مدارج ہوں شامل کرنا، مومنوں کو کافروں کی حکومت قائم کرنے کے لیے ہتھیار بنانا، غرضکہ ایک بڑی متحد اور اطاعت کیش پارٹی اپنے لیے بنانا جو وقت آجائے تو تخت اگر خود اس کو نہیں تو کم سے کم اس کی اولاد کو دے سکے یہ تھا عبداللہ بن میمون کا زبردست خیال جو اگرچہ عجیب اور بے باک تھا لیکن عبداللہ نے اسے اپنی حیرت انگیز فراست، بے مثل ہوشیاری، اور ایک انسانی دل کی گہری معرفت سے اسے واقعہ بناکے ثابت کر دکھایا۔[۲]

اس کے بعد پھر دخویہ کہتا ہے کہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایسے ذریعے فراہم کیے گئے جو بجا طور پر شیطانی کہے جاسکتے ہیں۔ انسانی کمزوری کے ہر پہلو پر حملہ کیا گیا، ایمان لانے والوں کو جان نثاری سکھائی گئی، بے پروا اشخاص کو صرف رخصت ہی نہیں بلکہ آزادی کی تعلیم دی گئی، عقلمندوں کو فلسفہ بتایا گیا، متعصبوں کو آخرت کی امیدیں دلائی گئیں اور عام لوگوں کو معجزے دکھائے گئے۔ اسی طرح یہود کے سامنے ایک مسیح[۴] نصاریٰ کے روبرو ایک بارقلیط۔

۱۔ Memoire Surles Caramathes

۲۔ یہاں سے دوزی کا قول شروع ہوتا ہے جسے دی خویہ اس جگہ پر نقل کرتا ہے

Histoire des mnselmans de l'Espegne

۳۔ یہاں دوزی کا قول ختم ہوتا ہے۔ ۴۔ من اقاویل الانبیاء قول اشعیاء النبی فی التوراۃ قد جاءک صادق راکب علیٰ حمار ۔۔۔۔ حال الامام (الحاکم بامر اللہ) خالی دلالۃ اصدق ۔۔۔ قد افنی المفسدین ویفنیھم ابد أنکا کسۃ تنفقتیہ بقولہ خذ و اراسوا فلان و اقتلوہ لعصیانھم (رسالۃ مباسم البشارات بالامام الحاکم۔ تیرہ رسائل)۔

مسلمانوں کے لیے ایک مہدی اور ایرانی اور شامی مشرکوں کے لیے ایک فلسفیانہ مذہبی نظام پیش کیا گیا۔ یہ نظام ایک ایسے خاموش استقلال کے ساتھ جاری کیا گیا جو ہمارے لیے حیرت انگیز ہے اور اگر ہم اس کے مقصد کو بھول سکیں تو ہماری تحسین کا مستحق ہے[1]"

پروفیسر براؤن کی رائے

اقوالِ مذکورۂ بالا کے نقل کرنے کے بعد پروفیسر براؤن نے ان پر یہ تنقید کی ہے۔ "اسماعیلی تحریک کے اس واضح بیان پر میں صرف یہ تنقید کرنا چاہتا ہوں کہ یہ بیان کسی طرح سے نہ ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے اپنی کوشش سے ہزاروں خطروں اور مشکلوں کے مقابلے میں اسماعیلیت کی اشاعت کی اور نہ ان داعیوں کی جماعت کے حق میں جن کی کم سے کم وفاداری اور جان نثاری قابل تحسین ہے عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ اور یہاں میں رینے ڈو ساناٹ کی کتاب سے جو حال میں شائع ہوئی ہے ایک اقتباس نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ مستشرق ان معدودے چند یوروپین علماء میں سے ہے جنھوں نے اس عجیب و غریب فرقے کی خوبیوں کو قابل قدر سمجھا۔ فاطمی حکومت عام طور پر اتفاقی مظالم اور سختیوں کے سوا جو وقت اور جگہ کے لحاظ سے ناگزیر تھیں روادار، مفید، علمی اشاعت کی طرف دار اور مؤید تھی[2]"

[illegible] کی رائے

یہ کہتا ہے کہ "چند خاص غلو آمیز باتوں کی وجہ سے متعصب مسلمان ان (اسماعیلی) عقیدوں سے متنفر ہو گئے اور انھیں بالکل ناقابل قبول قرار دیا۔ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ بہت سے اسماعیلی اصول فرقہ معتزلہ سے اخذ کیے گئے جو منجملہ اور مسائل کے خدا کے اوصاف کو تسلیم نہیں کرتا اور عقیدہ اختیار کا قائل ہے۔ باوجود اس جدت کی کمی کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان

---

[1] de Geoeje Memoire sur les Caramathes -

[2] Browne, A Literary History of Persia, 1|394-399. -

کے متعلق مغربی علماء کے فیصلوں میں بڑی سختی کی گئی۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ خلط ملط کر کے سب پر ناپسندیدگی، لعنت اور پھٹکار کا ایک ہی حکم لگانا جیسا کہ مسلمان عالموں کا طرز عمل رہا ہے یقیناً کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ بنو فاطمہ جنھوں نے اسماعیلی مذہب کو مصر میں ترقی اور فروغ دیا۔ ان کے مٹنے سے خوش حالی۔ رونق اور رواداری کا ایسا دور ختم ہو گیا جس سے پھر کبھی مشرق لطف اندوز نہ ہو سکے گا۔ وہ اسماعیلیوں کی شاخ بھی جس سے Assassin[1] کا لفظ مشتق ہے اور جس پر وہ لفظ ابتداءً اطلاق کیا گیا کسی طرح سے پہلا فرقہ نہ تھا جس نے ایک مظلوم چھوٹی جماعت کا یہ ہتھیار اپنے مخالفین کے مقابلے میں استعمال کیا ہو۔ اور خود شیخ الجبل (حسن بن صباح) بھی اتنا بد صورت نہ تھا جتنی اس کی بھیانک تصویر رواج نے کھینچی[2]

اسٹانلی لین پول کی رائے

اسٹانلی لین پول کہتا ہے کہ "فاطمی حکومت جسے معز نے مصر میں قائم کیا اس کے دو صدیوں تک برقرار رہنے کا سبب نہ تو حکمرانوں کی قابلیت تھی اور نہ محکوموں کا اخلاص۔ اکثر خلفاء بڑے عیش پسند تھے اور حکومت وزیروں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی تھی جو بار بار اپنے بادشاہوں یا فوج کے متواتر مالی مطالبوں کی وجہ سے جن کے پورا کرنے میں وہ کبھی کامیاب اور کبھی ناکام ہوتے تھے بدل دیے جاتے تھے۔ اکثر وزراء صرف روپیہ سمیٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان کی پالیسی میں نہ بلند خیالات تھے نہ حوصلہ مند تجویزیں۔ وہ سلطنت جو معز کے زمانے میں شمالی افریقہ۔ صقلیہ۔ شام اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی جلد جلد گھٹ گھٹا کر صرف مصر تک محدود رہ گئی۔ افریقی اضلاع جو صرف خراج گزاری کے تعلق کے باعث

---

[1] یہ لفظ حشیشین سے مشتق ہے جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔

[2] Histoire et Religion des Nosairis.

ملحق تھے سنہ ۴۲۱ھ میں کھلم کھلا خود مختار ہو گئے۔ اور خلفائے عباسیہ کی پھر اطاعت (برائے نام ہی کیوں نہ ہو) کرنے لگے۔ شام پوری طرح کبھی ان کے قبضے میں نہ آیا۔ اور برابر بغاوتوں اور خانہ جنگیوں کا مرکز بنا رہا۔ فقط بلاد عرب میں ان کا زیادہ اثر رہا۔ لیکن وہ بھی ان کی ذاتی کوششوں سے نہیں بلکہ اس عام شیعی تحریک کی وجہ سے جو بغیر ان کی رہنمائی کے وہاں جاری رہی۔ خود مصر میں ان کی قوت نہ کوئی درست اور معقول بنیاد پر قائم تھی نہ کوئی عام شیعی عقیدوں کی پابندی یا ان کے نسبتی جھگڑے پر جس کی کئی بار سنی اور شیعی علماء نے تردید کی۔ ان کا تخت خوف پر مبنی تھا اور ان کی غیر ملکی فوجی کثرت کی ہیبت سے باقی رہا۔ مغرب کی نوجوان ہمیشہ ان کے ہم وطن بربر بھرتی کیے جاتے تھے۔ زر آشنا ترکی جو مشرق سے خریدے جاتے یا خود فوجی ملازمت اختیار کرتے تھے اور حبشی سودانی جو جنوب سے فراہم کیے جاتے تھے۔ یہ سب کے سب مصری خلافت کے حصن حصین تھے اور اس کی دیرپائی کے اصل سبب تھے۔ تاہم اس ظلم کے سامنے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا مصریوں کے سوا یہ ناقابل برداشت بھاری بوجھ کوئی اور قوم اٹھا سکتی۔ یہ سچ ہے کہ خلافت فاطمیہ کی ابتدا سے اس طویل تشدد کی کوئی توقع نہ تھی۔ عزیز بن معز جو ۱ا ربیع الاول ۳۶۵ھ میں اپنے باپ کا جانشین ہوا لیکن اس کی جانشینی کا اعلان عید اضحیٰ تک نہیں کیا گیا نہایت اچھا حاکم، بڑا بہادر، خوبصورت، (اگرچہ اس کے بال سرخی مائل اور آنکھیں نیلی تھیں جن سے عرب ہمیشہ ڈرا کرتے تھے) دلیر، شکار پسند اور بڑا اسچلا جرنل تھا۔ اس کی طبیعت میں مروت اور ملنساری ایسی تھی کہ کبھی ناراض نہ ہوتا اور خونریزی سے نفرت کرتا[1]

---

[1] Stanley Lane-poole, pp. 117-119.

فصل (۳۷)

تبصرہ

اسلام کے جن فرقوں نے مذہب کو فلسفے سے متحد کرنے کی کوشش کی اُن میں معتزلہ اور اسماعیلیہ کو قدامت کا شرف حاصل ہے[1] اب رہ گئی ان دونوں میں سے سابق فرقے کی تعیین اور تخصیص تو اس میں مورخوں کا اختلاف رہا۔ اکثر کی رائے ہیں اسماعیلیوں نے اپنے اصول معتزلیوں سے اخذ کیے ہیں جن کا رئیس واصل بن عطا (متوفی ۱۳۱ھ) ہے لیکن اسماعیلی فرقے کا دوسرے شیعہ فرقوں کی طرح یہ عقیدہ ہے کہ شریعت کے روحانی علوم کا منبع اور سرچشمہ حضرت علیؓ ہیں۔ آپ کے بعد ان علوم کی وراثت آپ کی اولاد کو ملی۔ یہ علوم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق (متوفی ۱۴۸ھ) تک پہنچے۔ آپ نے ان کی اشاعت میں

---

[1] اسی طرح نصارائے نے بھی کیا۔ پہلا وہ نصرانی جس نے دین نصاری کو فلسفے سے ملانے کی کوشش کی اسکندریہ کا باشندہ Clement تھا جو افلاطونی خیالات رکھتا تھا۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ افلاطون نے پہلے ہی سے انجیل کی تعلیمات کی طرف اشارہ کردیا ہے۔
O.Leary Arabic Thought and its place in History.

بڑا حصہ لیا۔ آپ کے شاگرد ابو موسیٰ جابر بن حیان نے ایک ہزار ورق کی ایک کتاب لکھی جس میں آپ کے پانسو رسالے شامل ہیں[1]

دولت فاطمیہ کی بنیاد

بہر حال اسماعیلیوں کی روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق نے "علوم باطنیہ"[2] کی اشاعت میں بڑا اہتمام فرمایا۔ آپ ہی نے ظہور کے پہلے امام مہدی کے ظہور کی تمہید کی جس کی مفصل کیفیت گزر چکی ہے۔ بلاد مغرب (افریقہ کے شمالی حصے) میں اسماعیلی داعیوں نے مسلسل اور جان توڑ کوششیں کر کے اسماعیلیت پھیلائی اور خلافت عباسیہ کے سیاسی اثر کو ان شہروں سے زائل کر دیا۔ ان میں سب سے زیادہ جس داعی کی دلیری محنت اور جانفشانی قابل تعریف و تحسین ہے وہ ابو عبد اللہ شیعی ہے اور فاطمیین کے ظہور کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ ۲۹۶ھ میں اس نے مہدی کو سجلماسہ کے قید خانے سے چھڑا کر پبلک میں ظاہر کیا اور حکومت کی باگ اسے سونپ دی۔ مگر اس کا بھی وہی حشر ہوا جو ابو مسلم خراسانی کا خلافت عباسیہ میں ہوا۔ دونوں نے بے انتہا کوششیں کیں۔ اپنی جانوں کو بڑے خطروں میں ڈالا اور ملک فتح کر کے اپنے آقاؤں کو نذر کر دیا۔ لیکن جب آقاؤں کو تخت ملا اور استقلال حاصل ہو گیا تو انھوں نے پہلے اپنے ہی غلاموں کو موت کے گھاٹ اتارا[3]۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اسماعیلی پہلے ایک فرقے کی شکل میں تھے۔ بڑھتے بڑھتے سیاست کے میدان میں اتر آئے۔ ان کے مہدی کے ظہور کا اصلی مقصد ان کے عقائد کی تعلیم تھی۔ لیکن بلاد مغرب فتح کرنے کے بعد مہدی نے مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا تاکہ لوگ اس کی امامت تسلیم

---

[1] یہ رسالے زیادہ تر زجر۔ فال۔ کیمیا وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہیں۔ جابر بن حیان کا نام کیمیا دنیا میں بہت مشہور رہا ہے (ابن خلکان ج ۱)۔ [2] علم تاویل اور علم حقیقت۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فصل ۳۲)۔ [3] چوں کار مہدی بالا گرفت می خواست تا ایوان شریعت را پست گرداند در احکام آں نہادن جی نمود۔ ابو عبد اللہ را در و شکے افتاد و در آں کار عزیمت او واهی گشت (جہاں کشائے جوینی ۱۵۸/۳)

کریں۔ باطنی اسماعیلی عقائد کی تعلیم صرف "دعوت" کے حلقے تک محدود رہی۔ اس زمانے سے فرقہ اسماعیلیہ کا مذہبی دور سیاسی دور میں بدل گیا جس کے اسباب تفصیل سے بیان کیے جا چکے ہیں [1]

فتوحات اور ان کے اسباب

بلاد مغرب کی بغداد سے دوری حکومت عباسیہ کی کمزوری، بربر کا عربوں سے تعصب اور اثنا عشریوں کے بارھویں امام کی غیبت یہ سب ایسے اسباب تھے جن کی تائید سے اسماعیلی داعیوں کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ملک انکے ہاتھ آیا۔ مہدی اور اس کے دو جانشینوں قائم اور منصور نے بلاد مغرب کی فتوحات کی تکمیل کی۔ سبتہ کے سوا جو اندلس کے بنی امیہ کے تحت باقی رہا مغرب کے تمام شہر ان کے قبضے میں آ گئے۔ ساحل کے اکثر جزیروں پر بھی دولت فاطمیہ کا جھنڈا لہرایا۔ یہاں تک کہ جنیوا بھی ان کی فتوحات میں شامل ہو گیا۔ وقتاً فوقتاً انھوں نے مصر فتح کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ظہور کے چوتھے امام معز نے اپنے غلام جوہر کے ذریعے مصر بھی فتح کر لیا۔ اس کے تقریباً چار سال بعد خود معز قاہرہ پہنچا اور اسے اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ مصر کے بعد شام کے اکثر شہر فاطمیین کے قبضے میں آئے لیکن یہ قبضہ دیرپا ثابت نہ ہو سکا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شامی باغی ہو کر خلافت عباسیہ کے ساتھ ہو گئے۔ فلسطین بھی کچھ عرصے تک خلافت فاطمیہ میں شامل رہا۔ مستنصر کے زمانے میں ایک سال تک بغداد میں ان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ حجاز اور یمن بھی کچھ مدت کے لیے فاطمی قلمرو میں داخل ہو گئے۔ گو فاطمیین کی حکومت کا دائرہ صرف بلاد مغرب، مصر اور کچھ عرصے کے لیے شام اور فلسطین تک محدود رہا لیکن ان کا مذہبی اثر عراق۔ یمن اور ایران میں کئی صدیوں تک باقی رہا۔ اکثر بڑے بڑے

---

[1] فصل ۲۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں) فصل ۳۵ (اسماعیلی عقائد)۔

داعی ایران میں پیدا ہوئے۔ بصرہ اخوان الصفاء کی انجمن کا مرکز تھا۔ شام، یمن، ہندوستان، اور ایران کے بعض شہروں میں اب بھی اسماعیلی پائے جاتے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد تقریباً پانچ لاکھ ہو گی[۱]

فاطمیین کی سیاسی کامیابی اور ان کا عروج

معز اور عزیز کے زمانے میں خلافت فاطمیہ کی شان وشوکت کو روز بروز عروج حاصل ہونے لگا۔ قاہرہ معزیہ آباد ہوا، مصر اور شام خلافت فاطمیہ میں داخل ہو گئے، جامع ازہر اور دوسری مسجدیں تعمیر کی گئیں، رفاہ عام کے کام شروع ہوئے مدرسے جاری کیے گئے۔ کتب خانے کھولے گئے، رصدگاہیں بنائی گئیں، قاہرہ علماء اور فضلاء کا مرکز بنا۔ غرضکہ ممالک فاطمیہ ہر طرح سے سرسبز و شاداب ہوئے، ان کی سیاسی اور اقتصادی حالت میں گوناگوں ترقی ہوئی اور لوگ امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ محصولوں کی فراوانی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ جس سال جوہر مصر میں پہنچا اس سال چونتیس لاکھ دینار خراج وصول ہوا[۲] دولت فاطمیہ میں فلاحین (کسانوں) کی حالت نہایت اچھی تھی۔ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی تھی اور انھیں بڑی سہولتیں پہنچائی جاتی تھیں۔ بہرحال معز اور عزیز کی تعریف اور توصیف پر تمام مورخوں کا اتفاق ہے۔ فتوحات بھی زیادہ تر انھی کے زمانے میں ہوئیں۔

فاطمیین کا عام اسلامی تمدن میں حصہ

فاطمیین نے عام اسلامی تمدن میں جو اس زمانے میں رائج تھا کافی حصہ لیا۔ مسجدیں بنوائیں جن میں سے جامع ازہر، جامع حاکم

---

[۱] ۔ اس میں دروزی، نزاری (خوجے)، اور بھرے دیا لوا بہرداودی رسلیمانی وغیرہ) شامل ہیں۔

[۲] ۔ مقریزی $\frac{1}{۱۳۲}$ ۔

جامع اقمر وغیرہ آج تک باقی ہیں۔ ان میں درس گاہیں قائم کیں جن میں مختلف علوم فقہ، حدیث، تفسیر، تاریخ، نحو و صرف، ہیئت، نجوم، طب اور طبیعیات وغیرہ کی تعلیم تمام رعایا کو بغیر امتیاز مذہب و ملت دی جاتی تھی۔ ایک ایسا کتب خانہ کھولا جس کی نظیر دوسری ریاستوں میں نہ تھی۔ اکثر علوم و فنون کی کتابیں اس میں فراہم کیں۔ جملہ کتابوں کی تعداد تقریباً چھ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ فاضلوں نے اس کتب خانہ سے فائدہ اٹھایا۔ خاص اسماعیلی مذہبی علماء مثلاً جعفر بن منصور الیمن، ابو حاتم الرازی، ابو یعقوب السجستانی، قاضی القضاۃ نعمان بن محمد، احمد حمید الدین الکرمانی، ہبۃ اللہ المؤید الشیرازی، اور حکیم ناصر خسرو کے علاوہ علوم عامہ میں بھی بڑے بڑے قابل اشخاص پیدا ہوئے۔ چنانچہ تاریخ میں ابن زولاق اور مسبحی، نحویین طاہر بن بابشاذ، ہیئت میں منجم علی بن یونس، طبیعیات میں ابو علی حسن بن الھیثم، طب میں موسی بن الغزانی۔ سعید بن بطریق اور عمر بن علی الموصلی جیسے افراد دولت فاطمیہ میں موجود تھے۔ ان کا کتبخانہ صلاح الدین کے لشکر نے بڑی بے دردی سے تباہ کر ڈالا۔ ورنہ ممکن تھا کہ اور عالموں اور ان کی تصنیفوں کا پتا لگتا۔ خلیفہ حاکم نے ایک عظیم الشان رصدگاہ بنوائی جس کی مدد سے اس کے منجم علی بن یونس نے ایک بہترین زیج تیار کی۔ صنعت و حرفت میں بھی بہت ترقی ہوئی۔ جب مستنصر کے خزانے لوٹے گئے تو ان میں ایسی ایسی نایاب چیزیں نکلیں جنھیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ مصر میں ایک بازار "سوق القنادیل" کے نام سے مشہور تھا جس میں طرح طرح کی مصنوعات خرید و فروخت کے لیے آتی تھیں۔ یہاں کے بلور اور مٹی کے برتن اپنی صفائی اور نزاکت میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ نائب حافظ کے عہد میں درد قولنج کے رفع کرنے کے لیے جو ڈھول تیار کیا گیا تھا وہ دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا

لہ۔ فصل ۲۹۔
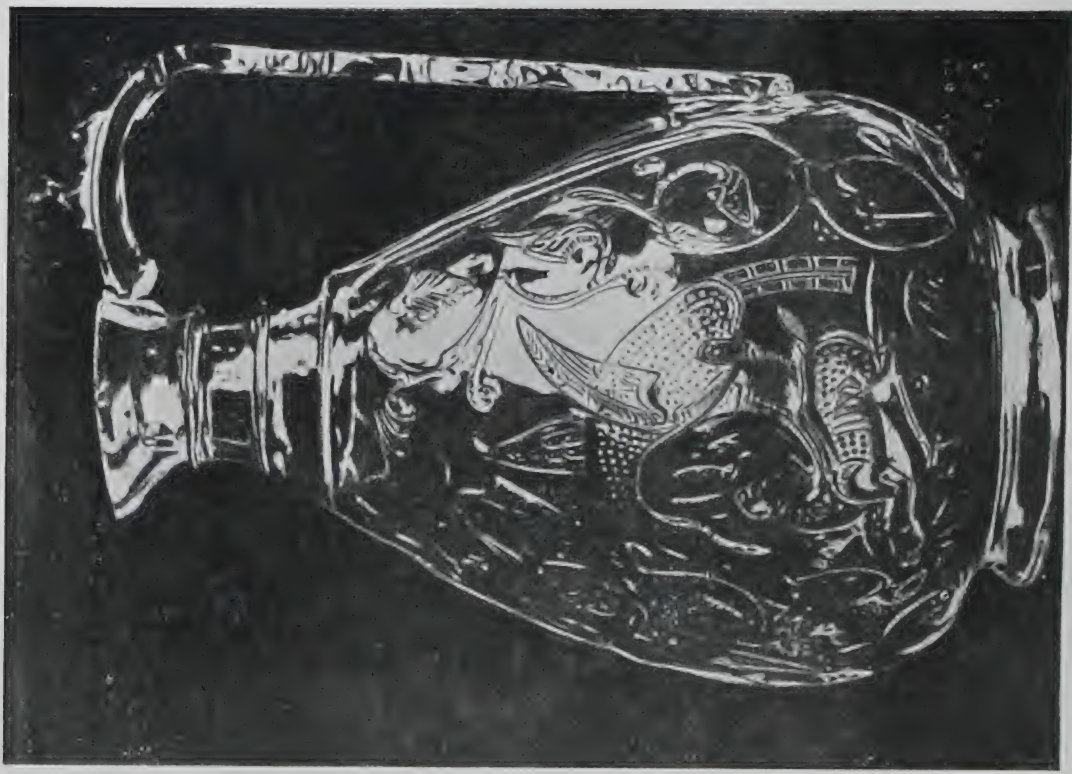
بلور صخری کا آفتابہ جس کی سطح پرندوں اور حیوانوں کی صورتوں اور بیل بوٹوں سے مزین ہے۔
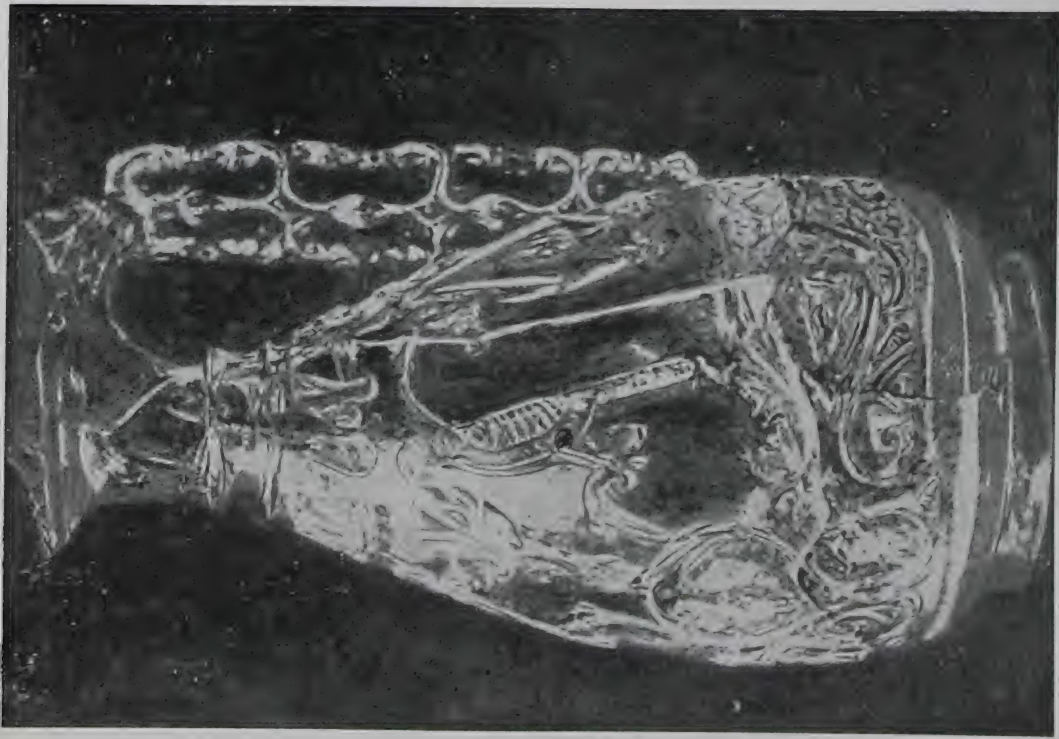
بلور صخری کا آفتابہ جس کی سطح پرندون کی صورتون، بیل بوٹوں اور خط کوفی سے مزین ہے۔

مقابل صفحہ (۵۸۰)

ہے۔ حکومت فاطمیہ کے نظم و نسق کی کیفیت اور فاطمیین کے آسمانی اور موروثی حقوق کی تفصیل گزر چکی ہے[1]۔

فاطمیین کا زوال

عزیز کے بیٹے حاکم کے پچھلے زمانے سے فاطمیین کا زوال شروع ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ حاکم کی مذہبی سختیوں نے دولت کے شیرازے کو منتشر کر دیا۔ اہل کتاب بدظن ہو گئے، اسلام کے دوسرے فرقوں کی ہمدردی جاتی رہی، خارجیوں نے سر اٹھایا، اس کثرت سے وزیر، قاضی، عہدہ دار اور دوسرے خدمت گار قتل کیے گئے کہ بعض اسماعیلی داعی اور قاضی بھی حاکم کے خوف سے مصر چھوڑ کر بھاگ گئے[2] جس سے خود "اسماعیلی دعوت" کا نظام درہم برہم ہو گیا جیسا کہ باب الابواب داعی حمید الدین الکرمانی نے لکھا ہے[3]۔ اسی حکمراں کے عہد میں فرقہ دروزیہ اٹھا۔ جس کی وجہ سے اسماعیلیوں کی قوت جو ایک مرکز پر جمع تھی منتشر ہو گئی۔ نئی جماعت اور پرانی جماعت کے درمیان کئی ہنگامے ہوئے۔ فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا۔ آپس کی تردید میں کئی رسالے شائع ہوئے۔ آخرکار حاکم قتل کر دیا گیا یا اسماعیلی روایت کے مطابق اسے غیبت اختیار کرنی پڑی اور خدا نے اسے اپنی طرف رفع کر لیا[4]۔

---

[1] ۔ فصل ۲۶ اور اس کے بعد کی فصلیں ۔ [2] ۔ فصل ۱۶ (حاکم کے وزیروں، قاضیوں، روسا دولت اور خدمت گاروں کا قتل) [3] ۔ لما وردت الحضرة النبوية مهاجراً رأيت السماء قد اظلت بسحاب عمیم والناس تحت ابتلاء عظیم والعهد في الرسوم السالفة قد نقض وعن اولياء الدين بما كسبت ايديهم قد رفض والعالی قد اتضع والسافل منهم قد ارتفع .... الاحوال التي تشيب لها النواصي (رسالة مباسم البشارات بالامام الحاكم) اصلاح دعوت کے لیے داعی ختکین کا تقرر ہوا جس کی طرف سے کرمانی نے مسائل کا جواب دیا۔

[4] ۔ ثم كانت غيبة الامام الحاكم فانه خرج كما كان يخرج الى البراری فلم يعلم احد بامره كيف كان ورفعه الله اليه (عیون الاخبار $\frac{6}{312}$)۔

حاکم کے بعد اس کا بیٹا ظاہر امام ہوا جس کی عمر سولہ سال کی تھی۔ اس کی کم سنی کی وجہ سے حکومت ایک کونسل کے ہاتھ میں تھی جو حاکم کی بہن کے مشورے سے سلطنت کے امور انجام دیتی تھی۔ عورت کے اقتدار کی دولت فاطمیہ میں یہ دوسری نظیر ہے۔ پہلی نظیر عزیز کی نصرانی بیوی ہے[1] تیسری نظیر مستنصر کی ماں ہے جس کے ہاتھ میں حکومت کا نظم و نسق ایک زمانے تک رہا۔ کیونکہ مستنصر کو جب امامت ملی اس وقت وہ سات سالہ لڑکا تھا[2]۔ اس کے عہد میں فاطمی لشکر کی حالت بہت بگڑ گئی۔ بربری فوجوں کے خلوص اور وفاداری میں فرق آجانے کی وجہ سے عزیز نے ترکی عنصر فوج میں شامل کیا تھا۔ اس کے بیٹے حاکم کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر ترکی فوج کے افسر برجوان نے بربر قوم کے سرگروہ حسن بن عمار سے مقابلہ کیا۔ آپس کی ان لڑائیوں سے فوج خود کمزور ہو گئی۔ مستنصر کی ماں نے اپنے زمانے میں اپنے ہم قوم حبشیوں کو بھی فوج میں بھرتی کر دیا اور اکثر ان کی طرفداری بھی کی۔ اس لیے حبشیوں اور ترکوں میں آئے دن جھگڑے ہونے لگے۔ ترکی فوج کے سردار ناصر الدولہ نے اپنے بے جا مطالبوں سے خزانے پر بڑا بار ڈالا یہ فوج اتنی خودسر ہو گئی کہ اس نے امام کے محل ہی

---

[1] یقول لنا المکین بن العمید ان العزیز تزوج امرءة نصرانیة و رزق منها بنتاً وکان للمرأة اخوان احدهما اسمه ارمیس والآخر ارسانیس وکلاهما بطرک (عبداللہ عنان ۴۳)۔

[2] فقال ما الذی تشیر الیه بفعله فقلت مخاطبة الستر الرفیع اعنی والدة امیر المومنین فی هذا الباب یخرج امرها الی الوزیر بما یسفر معه وجه الحجاب (السیرة المویدیه - ورقة ۶۸) وکان والدها العزیز یحبها ویستمع الی نصحها فی کثیر من الامور وکان لها اثر ظاهر فی توجیه سیاسته نحو النصاری فکلما هبت بادرة من السخط علیهم تدخلت لتلطیفها والعود الی سیاسة التسامح (عبداللہ عنان ۴۲)

[illegible] والامة (الحبشیة) [illegible] صاحب الوقت) الموعود (الفتوحات ۳۳۸)

کو لوٹ لیا اور مستنصر کے پاس ایک بوریے کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔ کتب خانہ فاطمی کی قیمتی کتابیں کوڑیوں کے مول بک گئیں۔ عہدہ داران حکومت ایسے فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے کہ ان کو غسالی اور جاروب کشی اختیار کرنی پڑی [1]۔ وبا نے ان مصیبتوں کو اور بڑھا دیا۔ حکومت کی نیک بختی سے بدر الجمالی طلب کیا گیا جس نے ارمینی قوم کی مدد سے ترکی لشکر کے تمام فتنوں کو دبا کے حکومت کی بنیاد کچھ عرصے کے لیے مستحکم کر دی۔ ملک میں آسودگی اور خوشحالی کے آثار نظر آنے لگے اور تقریباً بیس سال تک رعیت کو امن و امان نصیب ہوا۔

گو مستنصر کے عہد میں الپ ارسلان بساسیری نے بغداد اور داعی علی بن محمد صلیحی نے یمن فتح کیا لیکن یہ فتوحات عارضی تھیں۔ ۴۴۴ھ میں بلاد مغرب نے استقلال حاصل کر لیا اور ملک شام پھر ممالک عباسیہ میں شامل ہو گیا۔ اس طرح دولت فاطمیہ کی وسعت میں روز بروز کمی ہوتی گئی۔ مستنصر اور بدر الجمالی دونوں قریب قریب ایک ہی زمانے میں گزرے۔ مستنصر کے بعد اس کے دو بیٹے نزار اور مستعلی تخت امامت کے لیے جھگڑنے لگے۔ گو مستعلی کو کامیابی حاصل ہوئی لیکن ملک میں الگ الگ ایسے دو فرقے قائم ہو گئے جن میں خانہ جنگی ہونے لگی۔ زوال کے اسباب میں یہ اور اضافہ ہوا۔ آخر کار نزاریوں نے مستعلویوں کے امام آمر کو قتل کر ڈالا۔ ان کا رعب ایسا چھا گیا تھا کہ آمر کا ڈھائی سالہ بچہ امام طیب چھپا دیا گیا جس کی وجہ سے ائمہ قیامت کے روز تک "مستور" رہیں گے۔ آمر کے بعد نائبوں کا سلسلہ شروع ہوا جو دین کی حفاظت کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ یہ سلسلہ صرف ترتالیس (۴۳) سال قائم رہا۔ ان کے زمانے میں حکومت کی حالت اور ابتر ہو گئی۔

ملک کے اندرونی فسادوں کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ پچھلے حکمران

---

[1] فصل ۱۸ (ناصر الدولہ کا استبداد مستنصر کے محل کی لوٹ)

اپنی کم سنی کی وجہ سے حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ عزیز کے بعد نو حاکم گزرے[9] جن میں پانچ ائمہ اور چار ان کے نائب تھے۔ ان نو حاکموں میں سوائے حافظ کے کسی کی عمر اٹھارہ سال سے زائد نہ تھی۔ بعض کی عمر تو پانچ سال اور بعض کی سات سال کی تھی۔ اسی وجہ سے وزیر حکومت کے مالک ہو گئے تھے اور ان کا استبداد بہت بڑھ گیا تھا[1] ایسے نو عمر حکمران عیش و عشرت میں پڑ گئے[2] وزیروں نے ان کو اپنے قابو میں رکھا۔ چنانچہ انھوں نے مؤید

---

[1] ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وزیر افضل نے جو شہنشاہ کے لقب سے مشہور تھا نزار کے انتقام سے بچنے اور اپنے عہدہ پر قائم رہنے کے لیے مستنصر کے سب سے چھوٹے پانچ سالہ بیٹے مستعلی کو تخت امامت پر بٹھا دیا۔ اسی طرح وزیر طلائع بن رزیک نے بھی ایک عمر رسیدہ تجربے کار شخص کو چھوڑ کر حافظ کے پوتے عاضد کو جو ابھی جوان نہیں ہوا تھا حاکم بنا دیا (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے فصل ۱۹-۲۴)۔ [2] ۔ کان الظاهر جمیل السیرة حسن السیاسة منصفاً للرعیة الا انه مشتغل بلذاته محب للدعة والراحة قد فوض الامور الی وزیره الجرجرائی (ابن الاثیر ۹/۱۸۶) وکان الظاهر مشغوفاً باللهو محباً للغناء فتانق الناس فی ایامه بمصر واتخذوا المغنیات والرقاصات وبالغوا من ذلک مبلغاً عظیماً (مقریزی ۲/۱۶۹) وکان من عادة الخلیفة المستنصر فی کل سنة ان یرکب علی النجب مع النساء والحشم الی جب عمیرة بهیئة انه خارج الی الحج علی سبیل اللعب والمجانة وربما حمل معه الخمر عوضاً عن الماء وانشد مرة الشریف ابو الحسن علی بن الحسین بن حیدرة العقیلی فی یوم عرفة:- "قم فانحر الراح یوم النحر بالماء - ولا تضح الا بصهباء" (مقریزی ۲/۳۸۲) شاعر مذکور کا ایک مخطوطہ نسخہ کتب خانہ اسکوریال (اسپین) میں محفوظ ہے۔ خلیفہ مستنصر اور دیگر خلفا کی سیرتیں تفصیل سے بیان کی جا چکی ہیں۔ کان الفاطمیون یناظرون العباسیین فی کل شیٔ حتی فی اسباب الحضارة ففاقوهم فی کثیر من اسباب البذخ والترف .... فان العباسیین ما صنعوا عجائب دنیا شهم وخفا فهن بالجواهر ولکن الفاطمیین ما صنعوا بها

مٹی کے دو ٹکڑے جو سونے کی طرح چمکتے ھین - پہلے پر مسیح ع کی تصویر ھے اور دوسرے پر تین تصویرین ھیں جن پر نام لکھے ہوے ھیں -

مٹی کی بنی ہوئی جالیاں جن میں نمائشی کام کیا گیا ھے -

مقابل صفحه (٥٨٥)

مٹی کی رکابی جوسونے کی طرح چمکتی ھے -

مٹی کی ھانڈی جوسونے کی طرح چمکتی ھے - اس
پر تین دائرے ھین اور ھر دائرے میں ایک پرندہ
ھے جسکی چونچ مین پتی ھے -

مقابل صفحہ (۵۸۵)

شیرازی جیسے جلیل القدر باب الابواب کو مستنصر سے باریابی حاصل کرنے سے ایک زمانے تک روک رکھا۔ بڑی مشکل سے موید کو اجازت ملی۔ چند سال بعد ان کو باوجود ان کی ناراضامندی کے حلب کی جنگ پر بھیجدیا گیا۔ اسی طرح داعی حسن بن صباح سے بھی سلوک کیا گیا۔ بڑی مشکل سے انھیں مستنصر کی ملاقات نصیب ہوئی۔ یہ پہلے مصر سے جبراً واپس کردیے گئے تھے۔ غرضکہ مستنصر کو حکومت سے بالکل بے دخل کردیا گیا۔ آخرکار داعی ادریس کی روایت کے مطابق اسے زہر دے دیا گیا[1] یہ تو حکمرانوں کی بے بسی کا عالم تھا۔ رہے وزرا۔ وہ تو مال و دولت جمع کرنے کی فکر میں لگے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ وزیر افضل کی دولت اتنی تھی کہ اس کے خزانوں کی فہرست مرتب کرنے میں دو مہینے لگے۔ وزیروں کے اس طرزعمل نے حکمرانوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ آمر نے افضل کو قتل کرادیا۔ مؤید مذکور کی کتاب "السیرۃ المویدیہ" کے مطالعے سے وزیروں کے استبداد پر کافی روشنی پڑتی ہے[2] وزیر جب کبھی خود مختار ہوجاتا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:۔ ابنیة المطبخ واتخذوا كوز الزير من البلور صحاحاً بالجوهر ...... فاذا جلس الخليفة في احدى المناظر للراحة وتبديل الثياب وضعوا بين يديه صواني الذهب عليها اشكال الصور الآدمية والوحشية من الفيلة والزرافات ...... (تاریخ مصر الحدیث ۱/۲۴۸)

[1] عیون الاخبار ۷/۲۴۴ مقریزی ۱/۹۷۔ [2] ثم ادخلوني الى الوزير اليهودي صدقة بن يوسف المعروف بالفلاحي وقيل ان ههنا يهودياً يكنى (ابا سعد التستري) يحل منه الوزير الذي دخلت عليه محل اللفظ من المعنى وهو لامور هذه المملكة كلها الاساس والمبني فرأيت منه اهتزازاً لرؤيتي ..... ثم قامت الحسدة من الشياطين فدخلوا في عقل اليهودي ..... هذا الرجل العجمي ...... فرأيت الرجل منقلباً عليه ...... فقلت ما المقصود الا صاحب القصر الذي هو

معزول کر دیا جاتا اور اس کی جگہ دوسرے کا تقرر ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ۴۱۵ھ اور ۴۸۲ھ کے درمیان انتالیس وزیر مامور ہوئے اور پھر برطرف کر دیئے گئے۔ امور مذہبی میں بھی فتور پڑ گیا۔ وزیروں کی طرح کثرت سے قاضی القضاۃ معزول کیے گئے[1] ان کی تعداد بیالیس بتائی جاتی ہے جس میں بعض عہدۂ قضا کے قابل نہ تھے[2] غرضکہ مستنصر کے عہد میں دولت فاطمیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ: اما النعمان دعن الوزراء والوسائط .... ثم ان الفلاحی دس من قبل التستری اذکان مسیطراً علیہ .... حتی فتح اللہ غلقہ فدخلت الی مجلس الخلافۃ فی آخر یوم من شعبان سنۃ تسع وثلاثین واربع مائۃ ۴۳۹ھ ..... ثم الوزیر الیازوری ابتدانی بالدفع عن ذالک المقام (السیرۃ المویدیہ للداعی الموید الشیرازی۔ ورقہ ۶۶-۶۸)۔

[1] ۔ جرمن مستشرق وسٹن فلٹ نے سیوطی کے حوالے سے انتالیس وزیروں اور بیالیس قاضیوں کی فہرست لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض وزیر اور قاضی صرف چند روز اپنے عہدہ پر رہے۔

[2] ۔ وتوجہت بعد ذلک الی الموسوم بالقضاء والدعوۃ الذی کان باب حطتنا والواسطۃ بیننا و بین مجلس الامامۃ وھو یومئذ القاسم بن عبد العزیز بن النعمان فرایتہ رجلاً یعول بلسان لنسبہ فی الصناعۃ وسم بہا دون اللسان سببہ فارغاً مثل فواد ام موسیٰ وفیہ جنون یلوح من حرکاتہ وسکناتہ وھو مع ذلک موتورمنی ...... ورأیتہ استوی علی کرسیہ لقراءۃ ما یقراؤہ علی المومنین و ذکرت قول اللہ تعالی انی وجدت امرأۃ تملکھم واوتیت من کل شیئ ولھا عرش عظیم وکان لہ خلیفۃ یدعی ابن عبدون اشقر ازرق وکلاھما متقل من مغرمۃ العداوۃ لی ..... والسبب فی تولیتہ ابن النعمان عجائز قدام فی القصر حاکمیات وعزیزیات .... سمعت بان ابن النعمان عزل عن القضاء والدعوۃ وان الذی ھو الوزیر الیوم یولی فقلت یجوز ان یولی القضاء الذی کان علیہ فاما الدعوۃ

کے سیاسی اور مذہبی دونوں پہلو کمزور ہو گئے۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ مصر میں اثنا عشریوں کے بارھویں امام کے نام کا سکہ جاری ہو گیا جس سے اسماعیلی دعوت کو بڑا نقصان پہنچا۔ اسی زمانے میں صلیبیوں کے حملے شروع ہوئے۔ بنو فاطمہ کو دوسری اسلامی ریاستوں سے اتحاد کرکے ان کا مقابلہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ صلیبیوں سے مل گئے۔ جنھوں نے ان سے بے وفائی کی اور عین وقت پر ان کی دوستی چھوڑ دی۔ ان اسباب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۵۶۷ھ میں صلاح الدین ایوبی نے خود دولت فاطمیہ کا خاتمہ کرکے مصر میں بنو عباس کا خطبہ پڑھ دیا۔ یہ دولت تقریباً پونے تین سو سال باقی رہی۔

دولت فاطمیہ کے زوال کے بعد اسماعیلیوں کی مذہبی تحریک کا حشر

بے شک اسماعیلیوں نے اپنی سیاسی عمارت کی بنیاد مذہب پر رکھی تھی جسے وہ دعوت کہتے تھے۔ امام مہدی سے لے کر مستنصر کے اگلے زمانے تک تو مذہبی سرگرمی کم و بیش جاری رہی۔ امام کے قصر میں بڑے اہتمام سے مذہبی مجلسیں ہوا کرتی تھیں جن میں علوم اہل بیت پر لکچر دیے جاتے تھے۔ فقہ میں دعائم الاسلام علم باطن

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- التی هو فیها نکرة فلا یجوز ان یقلد منها قلادة فیکون بدعة من البدع فما اصبح صبح الیوم الثانی الا وقرئ سجله بهما وتوفی الیه کلاهما........ فدخلت القاهرة دخول المقهور لا القاهر والمکسور لا الکاسر والمغلوب لا الغالب (السیرة المؤیدیة ورق ۶۴ - ۱۲۶) وفی سنة ۴۴۴ فی المحرم صرف قاضی القضاة قاسم بن عبد العزیز عن القضاء بعد ما باشره ثلاث عشرة سنة وشهرا واربعة ایام وتقلد وظیفة القضاء بعده القاضی الاجل خطیر الملک ابو محمد الیازوری (المقریزی ۲/۱۸۰) یازوری ۴۴۲ھ سے ۴۵۰ھ یعنی آٹھ سال تک وزارت کے عہدہ پر رہا (فصل ۱۸)۔

یا تاویل میں اساس التاویل، تاویل دعائم الاسلام، سرائر النطقاء، اسرار النطقاء، تاویل الزکوۃ، تاویل سورۃ النساء وغیرہ۔ حکمت یا تفسیر قرآن مجید میں مجالس مویدیہ۔ توحید میں تیرہ رسائل۔ کتاب الریاض اور راحۃ العقل جیسی کتابیں تصنیف کی گئیں۔ امام حاکم کے ابتدائی عہد میں ایک دفعہ لوگ اس کثرت سے اسماعیلی دعوت میں شریک ہوئے کہ ہجوم اور بھیڑ بھاڑ میں چودہ آدمی دب کر مر گئے۔ مصر کے علاوہ عراق، شام، یمن اور ہندوستان کے بعض شہروں میں دعوت قائم کی گئی اور تبلیغ کا سلسلہ بڑی کوشش سے جاری رہا۔ اسی زمانے میں ناصر خسرو، حمید الدین کرمانی، موید شیرازی اور حسن بن صباح ایران سے مصر میں آ گئے۔
مستنصر کے پچھلے زمانے سے مذہب کی قوت گھٹنے لگی جس کا ثبوت خود موید شیرازی کی کتاب "السیرۃ المویدیہ" سے ملتا ہے جس کے اقتباسات ابھی ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس امام کی وفات کے بعد خود اسماعیلیوں میں دو فرقے ہو گئے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ مستعلویوں نے امام آمر کے قتل کے بعد اپنی دعوت یمن میں منتقل کر لی نزاریوں نے "الموت" کو اپنا مستقر بنایا۔ دروزی جو حاکم کو خدا مانتے ہیں مصر چھوڑ کر جبل لبنان کی طرف چلے گئے۔ امام آمر کے عہد میں ایک اور فرقہ نکلا جو "بدیعیہ" کہلاتا تھا۔ اس کے بانی دو مصری دھوبی برکات اور حمید بن مکی تھے جنھوں نے اصلی اسماعیلی عقائد ظاہر کیے اور حلاج کا طریقہ اختیار کیا۔ وزیر افضل کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے وہ دار العلم جسے امام حاکم نے کھولا تھا بند کرا دیا۔ آخر کار یہ دونوں وزیر مامون کے زمانے میں قتل کر دیئے گئے۔[1] ایسے فرقوں کے نکلنے سے اسماعیلیوں کی قوت، جو ایک مرکز پر جمع تھی منتشر ہو گئی۔ اب مصر میں بہت کم اسماعیلی رہ گئے۔
اسماعیلیوں کی دعوت کے اصول کے مطابق امامت باپ کے بعد

[1] - فصل ۲۰ (فرقۂ بدیعیہ)۔

بیٹے میں منتقل ہونی چاہیے لیکن امام آمر کے بعد اس اصول میں فرق پڑ گیا۔ بجائے اس کے بیٹے کے اس کا چچیرا بھائی حافظ حاکم مقرر کیا گیا۔ گو مستعلوی کہتے ہیں کہ آمر کے قتل کے بعد اس کا ڈھائی سالہ بیٹا طیب حقیقی امام بنا جو نزاریوں کے خوف سے چھپا دیا گیا۔ لیکن اس کا علم روایت مذکورہ ہی کے مطابق صرف چند ہی افراد کو تھا۔ عام اسماعیلی اس سے بالکل ناواقف تھے۔ اس واقعے سے ممکن ہے کہ بہت سے اسماعیلیوں کے خیالات بدل گئے ہوں گے اور اسی وجہ سے وزیر ابو علی کتیفات نے اثنا عشریوں کے بارھویں امام کے نام کے سکے جاری کیے ہوں گے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہدی اور اس کے بعد کے چند اماموں نے اسماعیلیت کو فروغ دینے کی کوشش تو بہت کی لیکن اس میں ناکام ہونے کے باعث دوبارہ اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی۔ صرف سیاسی قوت پر قانع رہے[۱] اگرچہ ان کی خاص باطنی تعلیم اور مجلسوں کا سلسلہ امام حاکم کے کچھ دیر بعد تک بھی جاری رہا۔ پچھلے زمانے میں دولت فاطمیہ کی امتیازی علامت کے طور پر صرف ان کا خطبہ اور سکہ باقی رہ گیا۔ بربر اور مصری شیعی حکومت سے راضی تو تھے لیکن خود شیعہ بننا نہیں چاہتے تھے۔ شیعوں سے ان کی ہمدردی بہت کم تھی۔ حلول۔ تناسخ۔ آسمانی حق۔ موروثی حکومت وغیرہ کے سے عقیدوں کو ایران میں جیسی مقبولیت ہوئی ویسی مغرب۔ مصر اور بلاد عرب میں نہ ہو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ شیعی فرقوں کے اکثر بانی ایرانی ہوئے۔ اسماعیلیوں میں چند داعیوں کے سوا اکثر بڑے بڑے داعی ایرانی تھے۔ مصر میں جب کبھی ایسے عقیدوں پر زور دیا جاتا تھا تو فساد برپا ہو جاتا تھا جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں مصر میں اسماعیلیت کے عام طور پر نہ پھیلنے کا سبب قلقشندی نے بیان کیا ہے۔

---

[۱] فصل ۱۰ (باغیوں کے قتل کا نتیجہ۔ دولت فاطمیہ کے مذہبی دور کی تبدیلی سیاسی دور میں) فصل ۳۵ (اسماعیلی عقائد)۔

یہ مورخ کہتا ہے کہ "ممالک فاطمیہ میں اکثر اوقات اہل سنت کے "قلوب کی تالیف" کی جاتی تھی۔ ان کے مختلف مذاہب مالکی، شافعی اور حنبلی کی مذہبی رسوم کے اظہار کی عام اجازت تھی۔ مسجدوں میں تراویح کی ممانعت نہ تھی۔ حنفی مذہب کے سوا دوسرے مذاہب خاص کر مالکی مذہب عام طور پر مصر میں رائج تھا۔[1]

اس سلسلے میں ایک اور امر قابل غور یہ ہے کہ خود اسماعیلی مذہب ایک پوشیدہ راز ہے۔ پوشیدگی اور رازداری اس کی فطرت میں داخل ہے۔ اسماعیلیوں کی انجمن جسے وہ "دعوت" کہتے ہیں ایک قسم کی "فری میسنری" ہے۔ یہ لوگ ہر کس و ناکس کو اپنی انجمن میں شریک نہیں کرتے اور جسے شریک کرتے ہیں اس سے زبردست عہد و پیمان لیتے ہیں۔ مصر میں باطنی علوم پر لکچر قصر خلیفہ کے ایک الگ کمرے میں بہت مخفی طور پر دیے جاتے تھے خلاصہ یہ ہے کہ بغداد میں خلافت عباسیہ اور اندلس میں خلافت امویہ کے خوف سے اسماعیلیوں نے اپنے مذہبی اصول کی کبھی کھلم کھلا تبلیغ نہیں کی۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس زمانے میں یہ صلاحیت نہیں کہ علم باطن ظاہر ہو سکے۔ قائم القیامہ ہی کے عہد میں باطن پورے طور پر ظاہر اور آشکارا ہوگا[2] ان واقعات کے لحاظ سے کوئی تعجب نہیں کہ مصر میں اسماعیلیت کبھی عام طور پر نہ پھیلی ہو۔ صرف چند ہی افراد اپنے مذہب سے پوری طرح سے واقف ہوں۔ آخری نائب عاضد کے عہد میں جو کچھ اسماعیلی رہ گئے تھے ان میں سے اکثر قتل کردیے گئے۔ انھی بدنصیبوں میں ایک شاعر فقیہ عمارہ یمنی بھی شامل ہے[3]

صلاح الدین نے اپنے سکریٹری بہاء الدین قراقوش کو قصر کی نگرانی پر مقرر کیا۔ جس نے عاضد کے تمام رشتہ داروں کو قید کر کے مردوں کو عورتوں سے ملنے کی اس لیے ممانعت کردی کہ نہ پھر کوئی فاطمی پیدا ہو سکے اور نہ

---

[1] صبح الاعشی $\frac{3}{522}$ - [2] حرّان کے صابئی بھی اپنا دین چھپاتے تھے اور اسے ظاہر نہیں کرتے تھے۔ اس بارے میں اسماعیلیوں نے ان کی تقلید کی ہے (البغدادی فی الفرق بین الفرق ۲۷۸)۔ [3] قلقشندی ۳

امامت کا دعوی کر سکے۔ قصر ایسا سنسان ہو گیا گویا کبھی اس میں کوئی تھا ہی نہیں[۱]
انھیں اسباب سے مصر میں اسماعیلیوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔

البتہ شام، یمن اور ہندوستان کے ان شہروں میں جہاں فاطمیین کے سیاسی زوال سے پہلے ان کی دعوت پھیل چکی تھی اسماعیلیوں کی مذہبی تحریک کا اثر باقی رہا اور اب تک ہے۔ شام میں دروزی آباد ہیں۔ لیکن اس زمانے میں یہ برائے نام اسماعیلی کہلاتے ہیں۔ بیروت میں چند سر برآوردہ دروزیوں سے راقم الحروف کو ملنے کا اتفاق ہوا۔ انھیں ان کے مذہب سے بالکل ناواقف پایا۔ البتہ دوسرے علوم و فنون میں ان لوگوں نے خوب ترقی کی ہے۔ سیاسی معاملات سے بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ ایران کے بعض شہروں اور دیہات میں بھی چند اسماعیلی نظر آتے ہیں۔ ان میں بعض نزاری یا مریدانِ آغاخان، کچھ علی اللاہی اور بعض ملا یا ملائی کہلاتے ہیں۔ خراسان اور کرمان میں ان کی زیادہ آبادی ہے۔ یہ لوگ عربی زبان بہت کم جانتے ہیں کیونکہ ان کی مذہبی کتابیں فارسی میں ہیں[۲]۔

یمن اور ہندوستان کے بعض شہروں میں اسماعیلیوں کی دو بڑی جماعتیں ہیں۔ ایک نزاری یعنی مشرقی اسماعیلی جو خوجے کہلاتے ہیں اور دوسری مستعلوی جو بوہروں کے نام سے مشہور ہے[۳]۔

دولت فاطمیہ کے آثار

دنیا کے اسٹیج پر دوسری اور دولتوں کی طرح دولت فاطمیہ بھی جلوہ نما ہوئی اور غائب ہو گئی۔ اس کے عظیم الشان محلوں، مسجدوں، مدرسوں، کتب خانوں، رصدگاہوں، سیرگاہوں، اور خزانوں کا جن کی مفصل کیفیت گزر چکی

۱۔ ابن الاثیر $\frac{11}{165}$

۲۔ A guide to Ismaili Literature, by W. Ivanow, pp. 8. 9.

۳۔ خوجہ (فارسی خواجہ) کے معنی صاحب کے اور بوہرہ کے معنی تاجر کے ہیں جیسا کہ اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

ہے اب تو کہیں کوئی نشان تک باقی نہیں - ان میں سے کچھ تو لیل و نہار کی گردش سے اور کچھ ایوبیین کے تعصب کے ہاتھوں تباہ اور برباد ہو گئے [1] لیکن اس کا سب سے بڑا شاندار کارنامہ "جامع ازہر" جب تک صفحۂ ہستی پر باقی رہے گا تب تک اس کی یاد کا نقش لوح روزگار سے کبھی نہیں مٹ سکتا۔ ہزار سال گزرنے پر بھی اب تک اس کا باقی رہنا اور عالم اسلامی کے ہر گوشے سے طلبہ کا تکمیل تعلیم کے لیے یہاں آنا فاطمیین کے بصیرت افروز بے بہا سرمائے کی ایسی اہم میراث ہے جس سے ان کی تعلیمی نشر و اشاعت کی کوششوں کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے [2] کسی نے کیا خوب کہا ہے :-

تلک آثارنا تدلّ علینا ۔۔۔ فانظروا بعدنا الی الآثار

اس تالیف کے آخر میں فاطمیین مصر کے زوال پر فقیہ اور شاعر عمارہ یمنی (متوفی ۵۶۹ھ) کا وہ پر درد مرثیہ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا جو فاطمیین کی شان و شکوہ، جاہ و جلال، ان کے مواسم، ان کی بری اور بحری قوت و طاقت، ان کا رعیت سے حسن سلوک، ان کی فیاضی، مہمان نوازی اور مذہبی رواداری کا ایسا مرقع ہے جس میں دولت فاطمیہ کا اقتداری منظر دیکھنے والے کو مبہوت بنا دیتا ہے۔ جادو بیان شاعر کی سلاست بیانی، گزرے ہوئے مناظر کی عکاسی، تخیل کی شنگرف کاری اور تاثیر کلام کا اندازہ اس سے ہو سکے گا کہ وہ نظم و نثر کے آسمان پر "نثرہ" سمجھا جاتا تھا اس مرثیے کے متعلق مقریزی ابن سعد کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ وہ کسی دولت کے زوال پر اس سے بہتر مرثیہ سننے میں نہیں آیا :-

---

[1] ولا غرو فقد عنی الایوبیون ـ وهم السّنیون الغلاة تبخریب ما ترکه الفاطمیون من آثار لتعلیم عقائد الشیعة الفاطمیة (الفاطمیون فی مصر صفحه ۳۱۵) [2] ولا تزال لبعض هذه الحضارة العظیمة باقیة الی الآن فقد خلفوا لمصر تراثاً هاماً هو "الجامعة الازهریة" ویمکننا ان نقدر المجهودات التی بذلها الفاطمیون فی ایامهم من نظم التعلیم التی ظلت فی الازهر حتی الآن (الفاطمیون فی مصر)

قال الفقیہ ابو محمد عمارۃ بن ابی الحسن علی بن زیدان بن احمد الیمنی الملقب نجم الدین الشاعر المشہور المتوفی سنۃ ۵۶۹ یرثی اھل القصر

رمیت یا دھر کف المجد بالشلل
وجیدہ بعد حسن الحلی بالعطل

سعیت فی منہج الرای العثور فان
قدرت من عثرات الدھر فاستقل

جدعت مارنک الاقنی فانفک لا
ینفک ما بین قرع السن والخجل

ھدمت قاعدۃ المعروف عن عجل
سعیت مھلا اما تمشی علی مھل

لھفی ولھف بنی الآمال قاطبۃ
علی فجیعتھا فی اکرم الدول

قدمت مصر فاولتنی خلائفھا
من المکارم ما اربی علی الأمل

قوم عرفت بھم کسب الالوف ومن
کمالھا انھا جاءت ولم اسل

وکنت من وزراء الدست حین سما
رأس الحصان بھادیہ علی الکفل

ونلت من عظماء الجیش مکرمۃ
وخلۃ حرست من عارض الخلل

یا عاذلی فی ھوی ابناء فاطمۃ
لک الملامۃ ان قصرت فی عذلی

باللہ در ساحۃ القصرین وابک معی
علیھما لا علی صفین والجمل

وقل لاهليهما والله ما التحمت — فيكم جراحي ولا قرحي بمندمل

ماذا عسى كانت الافرنج فاعلة — في نسل آل امير المومنين علي

هل كان في الامر شي غير قسمة ما — ملكتم بين حكم السبي والنفل

وقد حصلتم عليها واسم جدكم — محمد وابوكم غير منتقل

مررت بالقصر والاركان خالية — من الوفود وكانت قبلة القبل

فملت عنها بوجهي خوف منتقد — من الاعادي ووجه الود لم يمل

اسلت من اسفي دمعي غداة خلت — رحابكم وغدت مهجورة السبل

ابكي على ما تراءت من مكارمكم — حال الزمان عليها وهي لم تحل

دار الضيافة كانت انس وافدكم — واليوم اوحش من رسم ومن طلل

وفطرة الصوم اذ اضحت مكارمكم — تشكو من الدهر حيفا غير محتمل

وكسوة الناس في الفصلين قد درست — ورث منها جديد عندهم وبلي

وموسم كان في يوم الخليج لكم — يأتي تجملكم فيه على الجمل

واول العام والعيدين كم لكم — فيهن من وبل جود ليس بالوشل

والارض تهتز في يوم الغدير كما — يهتز ما بين قصريكم من الاسل

والخيل تعرض في وشي وفي شية — مثل العرائس في حلي وفي حلل

ولا حملتم قرى الاضياف من سعة الا — طباق الا على الاكتاف والعجل

وما خصصتم ببر اهل ملتكم — حتى عممتم به الاقصى من الملل

كانت رواتبكم للذمتين ولل — ضيف المقيم وللطاري من الرسل

ثم الطراز بتنيس الذي عظمت — منه الصلات لاهل الارض والدول

وللجوامع من احسانکم نعمٌ — لمن تصدّر فی علم وفی عملِ

وربّما عادت الدّنیا فمعقلها — منکم واضحت بکم محلولة العقلِ

والله لا فاز یوم الحشر مبغضکم — ولا نجا من عذاب الله غیر ولی

ولا سقی الماء من حرّ ومن ظمأٍ — من کف خیر البرایا خاتم الرّسلِ

ولا رأی جنّة الله التی خلقت — من خان عهد الامام العاضد بن علی

ائمتی وهداتی والذّخیرة لی — اذا ارتهنت بما قدّمت من عملِ

تالله لم اوفهم فی المدح حقّهم — لانّ فضلهم کالوابل الهطلِ

ولو تضاعفت الاقوال واتّسعت — ما کنت فیهم بحمد الله بالخجلِ

باب النّجاة هم دنیا وآخرةً — وحبّهم فهو اصل الدّین والعملِ

نور الهدی ومصابیح الدّجی ومحلّ الغیث ان ربت الانواء فی المحلِ

ائمةٌ خلقوا نوراً فنورهم — من محض خالص نور الله لم یغلِ

والله ما زلت عن حبّی لهم ابداً
ما اخّر الله لی فی مدّة الاجلِ
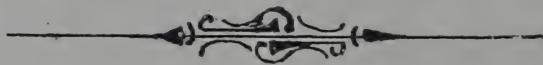
له - صلب فی جملة الجماعة الذین نسب الیهم التدبیر علی السلطان صلاح الدین وانه کان فی النوبة التی لا تقال عثرتها ولا یحترم الادیب فیها ولوانه فی سماء النظم والنثر نثرتها (ابن خلکان بمراجعة کتاب الخریدة لعماد الاصفهانی ۱/۳۷۲) ولله در الفقیه عمارة الیمنی ضمن مرثیة اهل القصر جملا مما ذکر وهی القصیدة التی قال ابن سعد فیها "ولم یسمع فیما یکتب فی دولة بعد انقراضها احسن منها" (مقریزی ۱/۳۹۲)

تمت

"تاریخ فاطمیین مصر" کے مآخذ باعتبار سنین وفات مصنفین

(الف) اسماعیلیوں کی خاص تصنیفیں جو اب تک شائع نہیں ہوئیں اور جن کے مخطوطے مولف کے پاس محفوظ ہیں۔ ان میں سے بعض اہم کتابیں "دارالفکر العربی مصر" میں زیر طبع ہیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔

نمبر	نام مصنف	نام کتاب	سنہ وفات مصنف ہجری	کیفیت۔ (سنہ کتابت یا طباعت، نام ناشر و مطبع اور کیفیت کتاب وغیرہ)
١	نعمان بن محمد (قاضی القضاۃ)	افتتاح الدعوۃ	٣٦٣	ظہور مہدی اور ابتدائی فتوحات کی کیفیت۔
٢	" " "	شرح الاخبار فی فضائل الائمۃ الاطہار	"	اس کتاب کے آخری حصے میں ظہور مہدی کے متعلق حدیثیں ہیں۔
٣	" " "	اختلاف اصول المذاہب	"	اسماعیلی مذہب کے اصول کا مقابلہ دوسرے مذاہب کے اصول سے
٤	" " "	کتاب الہمۃ فی آداب اتباع الائمۃ	"	ائمہ کے اتباع کے آداب (دارالفکر العربی مصر میں زیر طبع ہے)۔
٥	" " "	المجالس والمسائرات	"	مہدی، قائم اور منصور کے زمانوں کے کچھ واقعات۔

۶	نعمان بن محمد (قاضی القضاۃ)	الارجوزۃ المختارہ	۳۶۳	نظم میں تاریخی واقعات۔
۷	〃 〃 〃	دعائم الاسلام (دو جزء)	〃	فقہ کے احکام۔ "باب الولایۃ" میں امامت پر بحث۔
۸	〃 〃 〃	تاویل دعائم الاسلام (دو جزء)	〃	فقہ کے احکام کی تاویلیں جن میں تربیت مومنین کے مدارج اور اسماعیلی دعوت کا نظم و نسق بتایا گیا ہے۔ (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے)
۹	〃 〃 〃	اساس التاویل	〃	تاویل کے اصول (اس کتاب کا ایک مخطوطہ لندن کے کتب خانے میں بھی ہے۔)
۱۰	امام معز	الادعیۃ السبعۃ الایام السبعۃ	۳۶۵	اسماعیلی مذہب کی بنیاد اور اس کی حقیقت (سنہ کتابت ۱۱۸۷ھ)
۱۱	〃 〃	تاویل الشریعۃ	〃	ظاہری شریعت کی تاویلیں (اس کتاب کا حوالہ "راحۃ العقل" میں ہے)
۱۲	اخوان الصفاء	الرسالۃ الجامعۃ (دو جزء)	چوتھی صدی کے نصف آخر میں	رسائل اخوان الصفاء کا خلاصہ اور اسماعیلی تعلیم کے چند مقاصد (اس کتاب کا ایک نسخہ پیرس کے کتب خانے میں بھی موجود ہے)
۱۳	جعفر بن منصور الیمن (امام معز کے باب الابواب۔	الفرائض و حدود الدین	〃	پہلے چھ ائمہ مستورین کے اسماء میں اختلاف کے اسباب بتائے گئے ہیں
۱۴	〃 〃 〃	الفترات و القرانات	〃	اسماعیلی مذہب کی بنیاد و شرائع انبیاء کے منسوخ ہونے کا [illegible] کیفیت اور [illegible]
۱۵	〃 〃 〃	کتاب الکشف	〃	جس میں مستقر یا مستودع [illegible] ان [illegible] اس کا ایک نسخہ تیار کیا ہے جو عنقریب چھپنے والا ہے

۱۶	جعفر بن منصور الیمن (امام معز کے باب الابواب)	سرائر النطقاء	چوتھی صدی کے نصف آخر میں	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور قائم سابع کا ذکر جو مبدل شریعت ہے۔
۱۷	" " "	اسرار النطقاء	"	انبیاء کے قصوں کی تاویل اور امام محمد بن اسماعیل کا ذکر۔
۱۸	" " "	تاویل الزکوۃ	"	زکوۃ کی تاویل اور ائمہ معصومین کے منازل۔
۱۹	" " "	الشواہد والبیان	"	سات ناطقوں کی تفصیل۔
۲۰	الدعاۃ الدروزیہ (عہد امام حاکم)	رسائل الحاکم	"	المکتبۃ الملکیۃ بالقاہرۃ۔ نمبر (۲۰) مذہب الشیعہ۔ یورپ کے کتب خانوں میں بھی یہ رسائل موجود ہیں۔
۲۱	احمد حمید الدین الکرمانی (امام حاکم کے باب الابواب)	المصابیح	۴۱۱ھ کے کچھ بعد	الاہیت، رسالت، وصایت اور امامت کے مباحث خاص کر امام حاکم کی امامت کا ثبوت۔
۲۲	" " "	تنبیہ الہادی المستہدی	"	اسماعیلی عقائد۔
۲۳	" " "	ثلاث عشرۃ رسالۃ	"	مختلف مباحث پر تیرہ رسائل جن میں امام حاکم کے ثبوت میں ایک رسالہ ہے (الرسالۃ اللازمۃ اور مباسم البشارات زیر طبع ہیں)۔
۲۴	" " "	الریاض	"	داعی ابوحاتم الرازی اور ابویعقوب السجستانی کے مباحث کا فیصلہ۔

۲۵	احمد حمید الدین الکرمانی (امام حاکم کے باب الابواب)	راحۃ العقل	۴۱۱ھ سے کچھ بعد	باری، عقل، نفس، بعث، قیامت وغیرہ کے مباحث دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے)
۲۶	احمد بن ابراہیم (یا محمد) النیسا بوری	استتار الامام	تقریباً ۴۲۰ھ	امام عبد اللہ کا پتا کس طرح لگا اور ظہور مہدی کی مختصر کیفیت۔ اس میں "سیرۃ جعفر الحاجب بھی ہے"۔
۲۷	" " "	اثبات الامامۃ	"	امامت کا ثبوت۔ اور امام حاکم بامر اللہ کا مختصر ذکر۔
۲۸	ہبۃ اللہ بن موسیٰ معروف بہ "مؤید شیرازی" (امام مستنصر کے باب الابواب)	السیرۃ المؤیدیہ	۴۷۰ھ	ایران میں دعوت کی حالت اور مستنصر کے عہد کے چند اہم واقعات جو دولت فاطمیہ کے زوال کے اسباب ثابت ہوئے۔ (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے۔)
۲۹	" " "	المجالس المؤیدیہ	"	چھ سو (۶۰۰) مجلسیں کلام مجید کی آیتوں کی تاویل میں (دار الفکر العربی میں زیر طبع ہے۔)
۳۰	خطاب بن حسن الہمدانی	غایۃ المواليد	۵۳۳ھ	امام طیب کی نص کا ثبوت۔ "فاظہر الامام المستور علی بن الامام المستور الحسین الغیبۃ واستخلف حجتہ سعید الخیر الملقب بالمہدی المکنی عنہ بالشمس الطالعۃ" یہ بیان غور کے قابل ہے۔
۳۱	ابراہیم بن الحسین الحامدی (داعی مطلق دوم)	کنز الولد	۵۵۷ھ	یہ کتاب علم حقائق میں نہایت اہم ہے۔

٣٢	؟	دستور المنجمین	در اواخر قرن ششم	مولف آن بقرائن احوال ازہماں فرقۂ اسماعیلیہ بودہ است وتالیف آں در حدود (٥٠٠) ہجری بودہ ظاہراً نسخہ اصل است در کتب خانہ ملی پاریس موجود است بعلامۃ (5968 Arabe) ملاحظہ ہو "تاریخ جہاں کشائی" نادری جلد ٣- صفحہ ٥٨٠-
٣٣	حاتم بن ابراہیم (داعی مطلق سوم)	تحفۃ القلوب	٥٩٦ھ	یمنی دعوت کے قیام کی کیفیت۔
٣٤	" "	الشموس الزاہرہ	"	علم حقائق میں بہت مستند کتاب ہے۔
٣٥	علی بن محمد الولید (داعی مطلق پنجم)	دامغ الباطل	٦١٢ھ	یہ کتاب غزالی کی تصنیف "المستظہری" کے جواب میں لکھی گئی ہے جو خلیفہ عباسی المستظہر باللہ (٤٨٧ھ-٥١٢) کے لیے تیار ہوئی تھی۔
٣٦	علی بن حنظلہ (داعی مطلق ششم)	المبدء والمعاد	٦٢٦ھ	عالم روحانی اور عالم جسمانی کی ابتدا اور انتہا کی کیفیت اور اسماعیلی دعوت کا نظام۔
٣٧	ادریس بن حسن (داعی مطلق نوزدہم)	زہر المعانی	٨٧٢ھ	الاہیت، رسالت، وصایت اور امامت کے مباحث اور فاطمیین مصر کی مختصر تاریخ۔

۳۸	ادریس بن حسن (داعی مطلق نوزدہم)	عیون الاخبار	۸۷۲ھ	حضرت رسول خدا صلعم سے لے کر فاطمیین مصر کے آخری امام طیب تک کی تاریخ۔ حال ہی میں کتب خانۂ آصفیہ حیدر آباد دکن نے اسے حاصل کیا ہے۔
۳۹	" " "	نزہتہ الافکار	"	یمن کے داعیوں کی تاریخ۔
۴۰	" " "	عاصمۃ نفوس المہتدین وقاصمۃ ظہور المعتدین۔	"	یہ کتاب ایک زیدی معترض کے رسالے کا جواب ہے۔
۴۱	اسماعیل بن عبد الرسول	فہرست المجدوع	۱۱۸۳ھ	اسماعیلی مذہبی کتابوں کی نہایت مفید فہرست ہے۔
۴۲	شیخ قطب (برہان پوری)	منتزع الاخبار	تیرھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں	تاریخ تالیف کتاب ۱۲۴۹ھ۔ علاوہ عیون الاخبار کے اختصار کے داعی مطلق زین الدین متوفی ۱۲۵۲ھ تک کی تاریخ ہے۔
۴۳	شیخ عبد علی عماد الدین	لب اللباب	"	حقائق کی معلومات نظم ہیں۔
۴۴	ملا ابراہیم (وانوتی)	شرح اللب المسمیٰ بصور الکتب	۱۳۰۰ھ	"لب اللباب" کی شرح اور اس کے مآخذ نہایت تفصیل

				کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔
	(ب) اسماعیلیونکی خاص تصنیفیں جو شائع ہوگئی ہیں۔			
۱	اخوان الصفاء	رسائل اخوان الصفاء (۴ جزء)	مابین ۳۵۰ھ و ۳۷۰ھ	مطبوعۂ معرفۂ بمبئی۔ علم حقیقت کے مسائل کا بہت معتبر اور مستند ماخذ جو باوجود "حقائق" پر مشتمل ہونے کے دو دفعہ چھپ چکا ہے۔
۲	الدروز (عہد امام حاکم) اصحاب حمزہ بن علی	لمع من کتب الدروز	سنہ۴۱۱ھ و ۴۱۵ھ	الانیس المفید للطالب المستفید (جزء ۲ صفحہ ۶۷ تا ۱۰۵) De Sacy, 1826.
۳	ناصر خسرو (داعی معروف بہ حکیم و سیاح)	وجہ دین۔	سنہ ۴۸۱ھ	احکام شریعت کی تاویلیں۔ یہ کتاب گویا تاویل دعائم الاسلام کا فارسی ترجمہ ہے۔
۴	؍؍	زاد المسافرین	؍؍	باری، عقل، نفس، ہیولی وغیرہ کے مسائل (کادیانی پریس برلین)

۵	ناصر خسرو (داعی معروف بہ حکیم وسیّاح)۔	سفرنامہ بانضمام روشنائی نامہ وسعادت نامہ۔	۴۸۱ھ	مصر کے سفر کے حالات (کاویانی پریس برلین)۔
۶	ثقۃ الامام (بدر الجمالی)	المجالس المستنصریہ	۴۸۸ھ	اس میں مستنصر کو انیسواں امام قرار دیا گیا ہے حالانکہ اسماعیلی عقائد کے لحاظ سے وہ اٹھارویں امام ہیں۔
۷	(منسوب بہ) امام آمر باحکام اللہ	الہدایۃ الآمریہ (یا الرسالۃ الآمریۃ)	۵۲۴ھ	امام مستعلی کی نص کا ثبوت (Isl. Research Association. Bombay 1938)
۸	علی بن محمد الولید (داعی مطلق پنجم)۔	اربعۃ کتب اسماعیلیہ (رسالۃ الایضاح والتبیین و رسالۃ تحفۃ المرتاد وغصۃ الاضداد)	۶۱۲ھ	اس مجموعے میں دو کتابیں "مسائل مجموعۃ من الحقائق العالیہ والدقائق والاسرار السامیہ اور رسالۃ الاسم الاعظم بھی ہیں (باہتمام جرمن مستشرق شتروطمان۔ گوٹن گن۔ جرمنی ۱۹۴۳ء)۔
۹	" "	تاج العقائد (ترجمہ بزبان انگریزی)	"	Ivanow (Bombay)
۱۰	(منسوب بہ) نصیر الدین طوسی	(خلاصہ) روضۃ التسلیم	۶۷۲ھ	Ivanow, J. R. A. S. (1931)
۱۱	" " "	مطلوب المومنین	۶۷۲ھ	Isl. Res. Assoc. Series, No. 2. (Bombay)

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۱۲	سید ناصر	کلام پیر یا ہفت باب	.	علم تاویل میں Isl. Res. Assoc. (Bombay)
۱۳	خاکی خراسانی	دیوان	.	" " " "
۱۴	ڈاکٹر اے۔ ایف۔ ہمدانی	خلاصۂ زہر المعانی (در زبان انگریزی)	.	تاریخ تالیف ۱۹۳۲ء۔ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی۔ اس کا ایک ٹائپ کیا ہوا نسخہ جامعۂ عثمانیہ میں ہے۔
۱۵	میاں بھائی بن شیخ عبدالحسین بی۔ اے۔	گلزار داؤدی	.	تاریخ تالیف کتاب ۱۹۲۰ء۔ اسماعیلیوں کی مختصر تاریخ انگریزی زبان میں۔
۱۶	شیخ محمد علی بن جیوا بھائی	موسم بہار (۳ جزء)	.	اسماعیلیوں کی تاریخ گجراتی زبان میں۔ مطبوعۂ صفدری بمبئی۔ مطبع مصطفائی۔ بمبئی۔
۱۷	حسب ایمائے مولانا غلام حسین	صحیفۂ سلیمانیہ	.	
۱۸	اخوان الصفاء	رسائل اخوان الصفاء	.	Study of Epistles of Ikhwanus-Safa Analytical and Critical (Agra)

(ج) فاطمیین مصر اور ان کے داعیوں کی تاریخیں جو شائع ہوگئی ہیں۔

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۱	صیرفی (ابوالقاسم علی بن منجب امین الدولہ تاج الرئاستہ)	الاشارۃ الی من نال الوزارۃ	۵۲۲ھ	مطبوعہ مصر ۱۹۲۴ء

۲	صیرفی (ابوالقاسم علی بن منجب امین الدولہ و تاج الرئاسہ)	قانون دیوان الرسائل	۵۲۲ھ	مطبوعہ مصر ۱۹۰۵ء
۳	مقریزی (احمد بن علی تقی الدین)	اتعاظ الحنفاء باخبار الفاطمیین الخلفاء۔	۸۴۵ھ	بیت المقدس ۱۹۰۹ء۔ فاطمیین کی مختصر تاریخ لیکن قرامطہ کے مفصل حالات۔ اس کتاب کا زیادہ حصہ ضائع ہوگیا ہے
۴	F. Wustenfeld	Geschichte der Fatimiden Chalifen		Gottingen 1881
۵	Quatremere	Surla Dynastic de Khalifs Fatimites		J. Asoat 1136, 3rd series
۶	J. Mann	The Jews under the Fat. Caliphs		Oxford, 1920
۷	Jhon Nicholson	Estab. of the Fat. Dynasty		Bristol. 1840
۸	De. Lacy O'Leary	A short hist. of the Fat. Khalifate		London 1923

۹	De. Lacy O'Leary	Arabic Thought and its place in History		London 1923
۱۰	P. H. Mamour	Polemics on the origin of the Fat. Caliphs		Luzac, London, 1934
۱۱	W. Ivanow.	The Rise of the Fatimids		Oxf Uni, Press (1942)
۱۲	W. Ivanow	A guide to Ismaili Literature		اسماعیلی کتابوں کی انگریزی میں نہایت جامع اور مفید فہرست۔ Based on Fihrist al-Majdu, London (1933) Prize Publication Fund, R. A. S. London
۱۳	A. S. Tritton	Notes on Ismaili Mss.		B. S. O. S. Vol. II 1933
۱۴		Gazetteer (Bombay) 1899		The best modern account of the Khojas in English
۱۵	Jafar Rahmatullah	Hist. of the Khojas		Bombay 1905

نمبر				
۱۶		Revue du Monde Musulman, I. 48-85		Supplements the above book
۱۷	Sir Joseph Arnold	Judgement in the Khoja Case		Delivered on 12th Nov. 1866
۱۸	Sir Erskine Perry	Sarjun Meer Ali's Case		Cases illustrative of Oriental life and the application of English Law to India 1853
۱۹	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن	الفاطمیون فی مصر واعمالہم السیاسیہ والدینیہ بوجہ خاص		مطبوعہ امیریہ - مصر ۱۹۳۲ء -
۲۰	محمد بن عبداللہ عنان	الحاکم بامر اللہ واسرار الدعوۃ الفاطمیہ -		دار النشر الحدیث - القاہرہ
۲۱	الصحفی القدیم الاستاذ (ج)	الخلیفۃ المعز الدین اللہ		مصر ۱۹۳۰ء - اس رسالے میں "تعمید" امام معز کی تردید کی گئی ہے -
۲۲	عبدالحلیم شرر	حسن بن صباح		لکھنو ۱۹۲۳ء -
۲۳	علی محمد جان محمد چنارا	نور مبین (حبل اللہ المتین)		بمبئی - یہ خاص خوجوں (نزاریوں) کی مفصل تاریخ ہے -
۲۴	محمد نجم الغنی	عقود الجواہر فی تاریخ البواہر		مطلع العلوم مرادآباد ۱۳۲۲ھ -

		(یعنی بوہروں کی تاریخ)	.	
۲۵	ولی الرحمٰن (معتمد) ایم۔اے	ناصر خسرو کی سائیکالوجی	.	J. Osm. Uni. College, 1933
۲۶	فیضی (آصف۔اے۔اے)	قاضی القضاۃ نعمان بن محمد کی سوانح عمری۔		J. R. A. S. (1934)

(د) اسماعیلی فرقوں اور ان کے عقیدوں کی تاریخیں

۱	خالد بن زید الجعفی	دو مخطوط رسالے		ان رسالوں کا ترجمہ ڈورڈ سالسبری نے انگریزی میں کیا ہے۔
۲	جابر بن حیان	مختار رسائل جابر بن حیان		پی۔کراؤس (مطبعۃ الخانجی مصر ۱۳۵۴ھ)۔
۳	استاذ سلیم افندی	حل الرموز فی عقائد الدروز		المقتبس (دمشق ۱۹۱۲ء)
۴	عبداللہ بن المرتضی الحوابی الاسماعیلی۔	الفلک الدوار فی شمائل الائمۃ الاطہار۔		اسماعیلی مذہب کی تاریخ ایک شامی نزاری کے قلم سے (المطبعۃ المارونیہ۔حلب)
۵	Silvestre de Lacy	Expose de la Religion des Druzes 2. Vol.		Paris 1838

London 1886		Memoire sur les Caramathes du Bahrayn et les Fatimides	M. J. de Goeje	٦
Paris 1877		Fragments relatifs a'la doctrine des Ismailis	S. Guyard	٧
		Un Grand Maitre de Assasins, Extract du Journal Asiatique	”	٨
Paris 1900		Histoire de Religion des Nosairis	Dussaud, R.	٩
La Cairo, 1920		La Doctrine Secrete des Fatimides d'Egypte	C-as-anova, P.	١٠

۱۱	Von Hammer	Histoire de l' order des Assasins		Paris
۱۲	Carl of Carnroon	Recollections of the Druses of the Lebanon		
۱۳	Chass and	The Druses of the Lebanon		
۱۴	Springett, Bernard	Secret sects of Syria and the Lebanon Druses		London 1922
۱۵	Hitti, P.	Origin of tthe Druze people		New York
۱۶	Bernard Lewis	The Origin of the Ismalism		A short study of the historical background of the Fat. Cal. (Cambridge)

عبرانی اور شامی الفاظ اسماعیلیوں کی کتابوں میں۔ Der Islam XIX, 243		Hebraische und Syrische Zitate in Ismailisischen Schriften	Kraus, Paul	۱۷
Z. D. M. G, Band 88, p. 32		Jemeniches Ismailitentum nach unveroffent lichten Polimiken	Strothmann, R.	۱۸
J. R. A. S. 509—536		The account of the Ismaili doctrines in the Jamaiut Twarikh of Rashiduddin Fadlullah	R. Levy	۱۹
		A treatise on the	Symogyi, J. de	۲۰

۲۱	Ghaveri, K. M.	Qaramatians in Ibnul-Jawzi's Almuntazam A legendry history of the Bhoras		J. B. B. R. A. S. (1933)

(ھ) اسلامی فرقوں وغیرہ کی تاریخیں جن میں اسماعیلیوں کا بیان ہے۔

۱	النوبختی (ابو محمد الحسن بن موسیٰ)	فرق الشیعة	سنہ ۲۹۰-۳۰۰	شیعی فرقوں کے پیدا ہونے کے اسباب بیان کیے گئے ہیں۔ جمعیة المستشرقین الالمانیہ۔ مطبعة الدولہ سنہ ۱۹۳۱ء استانبول
۲	البغدادی (ابو منصور عبد القاہر بن طاہر)	الفرق بین الفرق	۴۲۹	مصر سنہ ۱۳۲۸ھ
۳	ابن حزم (ابو محمد علی بن احمد)	الفصل فی الملل والاہواء والنحل	۴۵۶	مصر سنہ ۱۳۱۷ھ
۴	الشہرستانی (ابو الفتح محمد بن عبد الکریم)	الملل والنحل	۵۴۸	مصر

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۵	Donaldson, D. M.	The Shi'ite Religion		اسلام کی تاریخ ایران اور عراق میں۔ London 1903 شیعوں خصوصاً اسماعیلیوں کے عقائد اور ان کی مختصر تاریخ۔
٦	Macdonald, D. B.	Develop. of Muslim Theo. Juris. and Const. Theory		

(ڈ) مصر کی تاریخیں

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
۱	الکندی (ابو عمر محمد بن یوسف)	کتاب الولاۃ والقضاہ	۳۵۰	Gibb Memorial Series
۲	ابن زولاق (ابو محمد بن الحسین المصری)	سیرۃ المعز	۳۸۷	یہ کتاب بہت اہم ہے۔ لیکن اب ناپید ہے (بحوالہ مقریزی)
۳	ابن زولاق (ابو محمد بن الحسین المصری)	کتاب فضائل مصر واخبارہا وخواصہا۔	//	مخطوط (کتب خانہ پارس نمبر ۱۸۱۷)
۴	المسبحی (محمد بن ابی القاسم)	تاریخ مصر الکبیر	۴۲۰	ناپید (بحوالہ مقریزی)
۵	عمارۃ الیمنی (ابو الحسن نجم الدین)	کتاب النکت العصریہ فی اخبار الوزراء المصریہ۔	۵۶۹	Paris, 1897.

۶	ابو صالح الارمنی النصرانی	کتاب کنائس مصر و ادیرتھا	۶۰۵	فاطمیین کے نصرانیوں سے تعلقات (آکسفورڈ) J. Wile, Oxford 1800
۷	عبد اللطیف البغدادی (موفق الدین)	مختصر تاریخ مصر	؟	
۸	ابن میسّر (محمد بن علی)	تاریخ مصر	۶۷۷	Henri Masse (Cairo 1919)
۹	المقریزی (تقی الدین احمد بن علی)	المواعظ والاعتبار فی ذکر الخطط والآثار۔	۸۴۵	مصر
۱۰	ابن حجر العسقلانی (شہاب الدین بن علی)	رفع الاصر عن قضاۃ بمصر	۸۵۲	مصر
۱۱	ابن تغریبردی (جمال الدین بن یوسف)	النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ	۸۷۴	مطبعۃ دار الکتب المصریہ (القاہرۃ ۱۳۲۷ھ)
۱۲	ابن تغریبردی (جمال الدین بن یوسف)	مورد اللطافۃ	؟	کمبرج (مختصر اور بہت غلط)

۱۳	السیوطی (عبد الرحمان بن ابی بکر)	حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ	۹۱۱	مصر ۱۳۲۷ھ
۱۴	ابن ایاس (ابو البرکات محمد بن احمد)	کتاب تاریخ مصر المعروف ببدائع الزہور فی وقائع الدہور	۹۳۰	مطبعہ امیریہ - مصر ۱۳۱۱ھ
۱۵	Lane-Poole, Stanley	Coins and Medals		London, 1892
۱۶	" " "	Saladin and the fall of the Kingdom of Jerusalem		" , 1893
۱۷	" " "	History of Egypt in the middle ages		" , 1901
۱۸	" " "	The story of Cairo		" , 1912

۱۹	Margoliouth, D. S.	Cairo, Jerusalem and Damascus		
۲۰	Ahlwardt, W.	List of the Histories of Egypt and their authors		Berlin Library Catol. Vol. IX. No. 9845
۲۱	Becker	Beitrage Zur Geschichte Agyptens unter den Islam		Strassburg, 1903
۲۲	" " "	Papyri, Schott-Reinhardt, Vol. I		Published from the Heidelberg collection of Papyrus. No. 3
۲۳	" " "	Steurpacht und Lehnswesen (Der Islam)		مصر کی مالگزاری اور تقاوی کا بیان

۲۴	Becker	Grundlinien der wirtschaftlichen Entwicklung Agyptens: Klio 9,		مصر کے معاشی ارتقاء کے اساسی اصول اسلام کی ابتدائی صدیوں میں۔

(ز) بلاد مغرب کی تاریخیں

۱	البکری (ابو عبید اللہ بن عبدالعزیز)	کتاب المغرب فی ذکر افریقیہ والمغرب۔	۴۸۷	Leiden, 1881
۲	المراکشی (محی الدین ابو محمد عبدالواحد بن علی التمیمی)	کتاب المعجب فی تلخیص المغرب۔	۶۶۹	Leiden, 1899
۳	ابن سعید (علی بن موسی المغربی)	کتاب المغرب فی حلی المغرب	۶۷۳	

(ح) عام اسلامی تاریخیں

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	ایڈیشن
۱	الیعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن واضح)	تاریخ الیعقوبی (دو جزء)	۲۸۲	Houtsma, Leiden, 1883
۲	الطبری (ابو جعفر محمد بن جریر)	تاریخ الامم والملوک	۳۱۰	Leiden
۳	المسعودی (ابو الحسن علی بن الحسین)	مروج الذہب ومعادن الجوہر	۳۴۶	Paris, 1867---1877
۴	عریب بن سعد القرطبی	صلۃ تاریخ الطبری	۳۶۶	De Goeje, Leiden
۵	الخوارزمی (ابو بکر محمد بن العباس)	رسائل الخوارزمی	۳۸۳	القسطنطنیہ ۱۲۹۷ھ
۶	الشابشتی (ابو الحسن علی)	کتاب الدیارات		مخطوطہ (کتب خانہ برلن نمبر ۱۱۰۰) نصلدی کے ادیار کی تاریخ ۔ شابشتی العزیز کا مصاحب اور اس کے

نمبر	مصنف	کتاب	سنہ	کیفیت
				کتب خانہ کا مہتمم تھا (الفاطمیون فی مصر صفحہ ۷)
۷	بدیع الزمان الھمدانی (احمد بن محمد)	رسائل بدیع الزمان الہمدانی	۳۹۸	بیروت ۱۸۹۰ء
۸	البیرونی (ابو الریحان محمد بن احمد)	الآثار الباقیہ من القرون الخالیہ	۴۴۰	(۱) خوارزم میں فرقہ اسماعیلیہ "بغدادیہ" سے مشہور تھا۔ (۲) داعی کبیر صاحب جزیرہ احمد بن محمد بن شہاب کا حوالہ۔ (۳) غالباً "الرسالۃ اللازمۃ فی الصوم" کی تردید۔
۹	ہلال بن الصابئی (ابو الحسن بن المحسن الکاتب)	تحفۃ الامراء فی تاریخ الوزراء	۴۴۸	
۱۰	القضاعی (القاضی ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ الشافعی)	عیون المعارف وفنون اخبار الخلائف۔	۴۵۴	مخطوطہ (کتب خانہ پیرس)۔
۱۱	الداعی المؤید والشاعر المعری	المراسلۃ فی اکل لحوم الحیوانات	وفاۃ موید ۴۷۰ھ	Art. XI, J. R. A. S. (1902) Arabic Text, pp. 289—312 with an English Translation by Prof. Margoliouth

۱۲	ابو العلاء المعرّی	مکاتیب المعری	۴۷۰	
۱۳	ابن القلانسی (ابو یعلی حمزہ)	تاریخ ابن القلانسی المسمّٰی ذیل "تاریخ دمشق"	۵۵۵	بیروت ۱۹۰۸ء
۱۴	ابن عساکر (الحافظ ابو القاسم علی بن الحسین)	التاریخ الکبیر۔	۵۷۱	دمشق ۱۳۳۲ھ
۱۵	اسامۃ بن منقذ (ابو المظفر بن مرشد بن علی)	کتاب الاعتبار و کتاب العصی	۵۸۴	پچھلے فاطمیین کے کچھ چشم دید واقعات
۱۶	فخر الدین الرازی (محمد بن عمر المعروف بالخطیب)	تاریخ الدول	۶۰۶	مخطوطہ کتب خانہ پیرس۔ اس کے دوسرے جزو میں فاطمیین کے حالات (بحوالہ تاریخ آداب اللغۃ العربیہ لجرجی زیدان)
۱۷	یاقوت (شہاب الدین ابو عبد اللہ الحموی)	ارشاد الاریب الی معرفۃ الادیب المعروف معجم الادباء۔ ۷ جزء	۶۲۶	Margoliouth, 1907—1911
۱۸	ابن الاثیر (علی بن احمد)	الکامل فی التاریخ (۱۲ جزء)	۶۳۰	مصر
۱۹	الفقیہ الوزیر جمال الدین (ابو الحسن علی بن ظافر)	کتاب الدول المنقطعۃ	۶۳۳	

۲۰	سبط ابن الجوزی (ابو المظفر قیزو غلی)	مرأة الزمان	۶۵۴	مخطوطہ (المکتبہ الملکیہ - قاہرہ - نمبر ۵۵۱) -
۲۱	ابو شامہ (عبد الرحمان بن اسمٰعیل)	کتاب الروضتین فی اخبار الدولتین -	۶۶۵	تاریخ عہد نور الدین و صلاح الدین - مصر ۱۲۸۷ھ
۲۲	ابن خلکان (شمس الدین احمد بن ابراہیم الشافعی)	وفیات الاعیان (۲ جزو)	۶۸۱	مصر
۲۳	علاء الدین عطا ملک الجوینی	تاریخ جہاں کشائے سنہ تالیف ۶۵۸ھ	۶۸۱	تیسرے جزء میں فاطمیین خصوصاً نزاریوں کی مختصر تاریخ۔ جوینی "ہولاگو" کے ساتھ ۶۵۴ھ میں نزاریوں کے قلعے فتح کرنے میں معروف تھا۔
۲۴	رشید الدین فضل اللہ	جامع التواریخ (فارسی)		
۲۵	ابو الفدا (اسماعیل بن علی عماد الدین صاحب حماۃ)	المختصر فی تاریخ البشر	۷۳۲	القسطنطنیہ ۱۲۸۶ھ
۲۶	النویری (احمد بن عبد الوہاب)	نہایۃ الارب فی فنون الادب	۷۳۲	مخطوطہ (کتب خانہ پیرس - نمبر ۱۵۷)
۲۷	الذہبی (شمس الدین محمد بن احمد	تاریخ الاسلام	۷۴۸	

۲۸	ابن الوردی	تاریخ ابن الوردی	۷۵۰	مطبوعۂ مصر
۲۹	الکتبی (محمد بن شاکر الحلبی)	فوات الوفیات	۷۶۴	مصر ۱۲۹۹ھ
۳۰	ابن خلدون (عبدالرحمن بن محمد)	المقدمہ	۸۰۸	مصر۔ فاطمیین کی صحتِ نسب پر بحث۔
۳۱	"	کتاب العبر و دیوان المبتدء والخبر	"	"
۳۲	القلقشندی (ابو العباس احمد)	صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء	۸۲۱	مصر۔ عہد فاطمیین کے عہدہ داروں اور انکے مواسم کی تفصیل۔
۳۳	خوندمیر شاہ ہروی	روضۃ الصفاء (فارسی)		جلد چہارم میں فاطمیین، حسن بن صباح اور اس کے جانشینوں کی تاریخ۔ مطبوعۂ نول کشور لکھنؤ۔
۳۴	خواجہ حسن نظامی	فاطمی دعوت اسلام (اردو)		دہلی ۱۳۳۸ھ (مقریزی نے جو اسماعیلی دعوتیں لکھی ہیں۔ ان کا ترجمہ اس کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔)
۳۵	Noldeke	Sketches from Eastern History		ترجمہ از جے۔ ایس۔ بلاک۔ لندن ۱۸۹۲ء۔
۳۶	Ameer Ali, Syed	History of the Saracens		
۳۷	Hitti	History of the Arabs		

London 1913		Spanish Islam	Dozy	۳۸
		The Caliphate	Muir	۳۹
		The preaching of Islam	Arnold, T. W.	۴۰
		The Caliphate	" " "	۴۱
		A Literary Histotry of the Arabs	Nicholson, R. A	۴۲
		A Literary History of Persia (Vlo. I.)	Browne, G.	۴۳
		The Mohd. dynasties, Chron. and Geneol. tables with historical instructions	Lane-Poole, Stanley	۴۴

(ط) شاعروں کے دیوان

۱				
۲	ابن ہانی (محمد)	دیوان (مع شرحہ المسمّٰی بتبیین المعانی فی شرح دیوان ابن ہانی للدکتور زاہد علی)	۳۶۲	
۲	الامیر تمیم بن الامام المعز	دیوان	۳۷۱	مخطوطہ (میں اس دیوان کی تصحیح و تہذیب میں مصروف ہوں ۔اگر ممکن ہوا تو اسے مختصر شرح کے ساتھ نشر کروں گا)
۳	الشریف الرضی (ابو الحسن محمد بن الحسین بن موسیٰ)	دیوان	۴۰۶	بیروت ۱۳۰۷ھ
۴	العقیلی (ابو الحسن علی بن الحسین بن حیدرۃ)	دیوان	عہد مستنصر	مخطوطہ (کتب خانۂ اسکوریال ۔اسپین)
۵	الثعالبی (ابو منصور عبد الملک)	یتیمۃ الدہر	۴۲۹	دمشق ۱۳۰۴ھ
۶	المؤید فی الدین (ہبۃ اللہ بن موسیٰ)	دیوان		یہ دیوان دار الفکر العربی ۔ مصر ۔ میں زیر طبع ہے ۔
۷	شوقی (احمد بک امیر الشعراء)	دول العرب وعظماء الاسلام	۱۹۳۲ء	اس کتاب کا وہ منظوم حصہ جس میں "تذکرۂ فاطمیین" ہے۔

(ی) تاریخی قصے

(۰۰۰)

نمبر	مصنف	کتاب	زمانہ	مطبع / کیفیت
۱	جرجی زیدان	فتاة القیروان		مطبعة الهلال - مصر ۱۹۳۲ء
۲	منیجر عالم گیر (لاہور)	ناول "فتاة القیروان" کا اردو ترجمہ۔		لاہور۔
۳	ابراہیم رمزی	روایة الحاکم بامر اللہ		مکتبة العرب - شارع الخلیج بمصر ۱۹۱۵ء

(ک) جغرافیہ کی کتابیں

نمبر	مصنف	کتاب	زمانہ	مطبع / کیفیت
۱	الہمدانی (ابو محمد الحسن بن احمد)	صفة جزیرة العرب	۳۳۴ھ	اس کے کچھ حالات اس تالیف کے صفحہ (۹۸) پر ملیں گے۔
۲	ابن حوقل	المسالک والممالک	قرن رابع ہجری کے اوسط میں	
۳	یاقوت (شہاب الدین ابو عبد اللہ الحموی)	معجم البلدان	۶۲۶	

اشاریہ

تاریخ فاطمیین مصر

(۱) مشہور اشخاص کے نام۔

۲ مشہور شہروں اور مقاموں کے نام۔

۳ اسماعیلیوں کی خاص مذہبی اصطلاحیں۔

اشاریہ
تاریخ فاطمیین مصر

(۱) مشہور اشخاص کے نام

(۲) مشہور شہروں اور مقاموں کے نام

(۳) اسماعیلیوں کی خاص مذہبی اصطلاحیں

صحت نامہ

تاریخ فاطمیین مصر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	ذیلی نوٹ نمبر (۳)	زہر	عیون
			تین سال (زہرا) چودہ سال (اسرار) تین سال (غایۃ)
۳۱	ذیلی نوٹ نمبر (۱)	ایضاً	ایضاً
۴۶	۱۵	شلعلع	ابوالشلعلع
۶۰	۲۴	الورمجونی	الورفجوجی
۷۸	۲۲	گھڑا	گڑھا
۸۵	ذیلی نوٹ نمبر (۱)	غریب	عرنیب
۹۹	ذیلی نوٹ سطر (۵)	بجنھا	بمنجھا
۱۱۲	۹	زبیری	زِبیری
۱۱۴	ذیلی نوٹ نمبر (۲)	Baker	Becker
۱۲۱	ذیلی نوٹ نمبر (۱)	ایضاً	ایضاً
۱۲۹	۱۰	باب الخلق	باب الحلق ؟

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۶	۱۳	ابوالعلی	ابوالعلاء
۱۸۹	ذیلی نوٹ سطر (۵)	Pelliefo	Pellets
۱۹۴	۱۱	حسن بن نعمان	حسین بن علی بن نعمان
۲۸۱	۵	مشہو	مشہور
۳۰۹	۱۳	بڑے بڑے	بوڑھے بوڑھے
۳۱۲	۱۵	ابوالفضل	ابن الفضل
۳۱۶	۲۰	ہزبر الملک	ہزبر الملوک
۳۵۰	۸	عاشورہ	عاشورا
۳۵۷	۱۱	ابوالحسن	ابوالقاسم
۳۵۸	۱	ابی الطفیل	ابی الطفیل
۴۲۷	۱۳	کا ٹیک تھا	کی ٹِک تھا
۴۴۸	۷	بائیس سال	بارہ سال
۵۱۰	۵	فلاسفے	فلاسفہ
۵۱۲	۱۳	وقت تمہاری	وقت تک تمہاری
۵۳۰	۱۶	ہوتی	ہونا
۵۴۳	۱۳	اجود	یعود
۵۴۹	ذیلی نوٹ سطر (۷)	Stolls	Stools